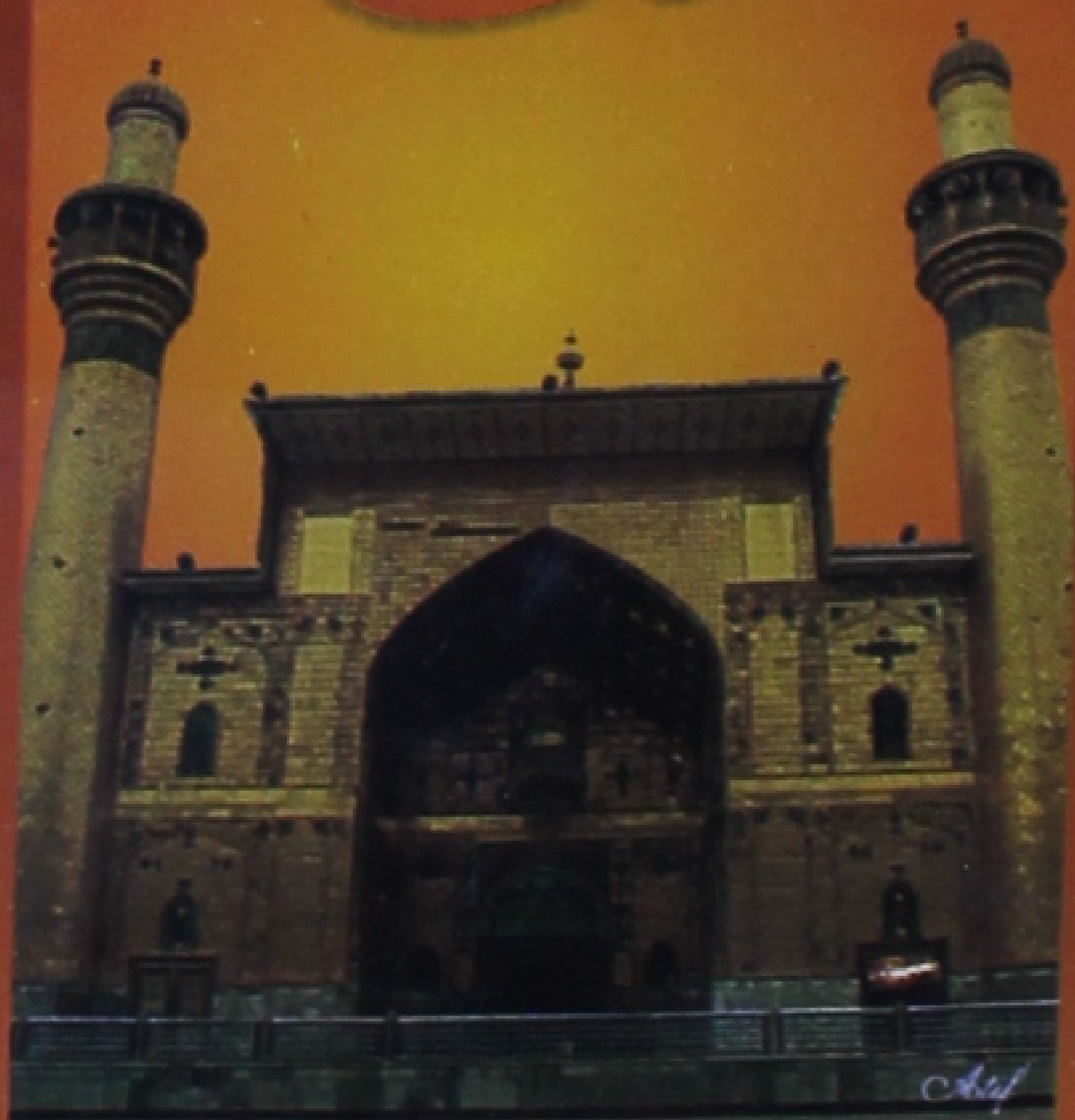
انصاف مخلوق کی بقا کا باعث اور
ظلم رعیت کی ہلاکت کا موجب ہے



حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے

رضی اللہ تعالیٰ عنہ



تحقیق و ترتیب
محمد عبد اللہ مدنی



داماد پیغمبر، خلیفہ راشد، امیر المومنین

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے

تالیف

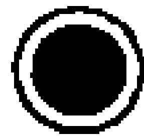
عبداللہ مدنی

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور

نام کتاب ———— حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے

تالیف ———— عبداللہ مدنی

ناشر ———— بااہتمام

مشتاق احمد  سلمان خالد

پروف ریڈنگ ———— عبداللہ محمود

کمپوزنگ ———— حافظ سیف اللہ خالد

النفیس کمپوزنگ سنٹر

بالمقابل حبیب بنک شجاع آباد۔ فون: 0307-2603021

پرنٹرز ———— آر آر پرنٹرز، لاہور۔

قیمت ———— 250 روپے

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور

کتاب ہذا میں اگر کہیں کوئی کمپوزنگ کی غلطی ہو تو ادارہ کو اطلاع فرما کر اپنا دینی فرض پورا کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے۔ شکریہ

فہرست عنوانات

حرفِ آغاز

اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے اصحاب باصفا کو یہ فضیلت بخشی کہ انہیں سیدالاولین والآخرین ﷺ کی نصرت وحمایت کے لئے منتخب کیا، پھر ان حضرات کو مختلف اوصاف سے نواز کر قیامت تک کیلئے آنے والی انسانیت کیلئے نمونہ بنایا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقع پر اپنے صحابہ کے اوصاف ارشاد فرمائے۔ مثلاً اپنے یار غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے "ارحم امتی بامتی ابو بکر" کا جملہ ارشاد فرما کرامتِ مسلمہ پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رحمت وشفقت اور بے پناہ اُلفت کو آشکار کیا، دوسرے خلیفۂ راشد سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو "اشدھم فی امر اللہ عمر" قرار دیا یعنی اللہ کے امور کے نفاذ میں سخت اور شدید ترین! جبکہ تیسرے خلیفۂ راشد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے "اصدقھم حیاءً عثمان" کا تمغہ جاری فرما کر انہیں شرم وحیاء جیسی ملکوتی صفات کا پیکرِ عظیم قرار دیا اور چوتھے خلیفۂ راشد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیلئے "اقضاھم علیؓ" کی سند جاری فرما کر انہیں اسلام کے قاضی ومنصف کے منصب سے نوازا۔ ہم جب تاریخ اسلام کے آئینے میں جھانک کر دیکھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی کی روشنی میں اِن چاروں بلکہ "چار یاروں" کو فی الحقیقت ان اوصافِ عالیہ سے کامل واکمل طور پر متصف پاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہی ان چار بزرگواروں کے مذکورہ اوصاف روشن دکھائی دیتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قوتِ فیصلہ اور خداداد ذکاوت وذہانت کی خوبصورت مثالیں سامنے

آتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قضاء اور فقہ کے بارہ میں آپ کی اس استعداد اور قابلیت کا اندازہ تھا، لہٰذا آپ ضرورت کے وقت قضا کی خدمت آپ کے سپرد فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ نے یمن میں انہیں قاضی مقرر فرمایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب وہاں تشریف لے جا رہے تھے تو آپ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ وہاں نئے نئے مقدمات پیش ہوں گے اور مجھے قضاء کا کوئی خاص تجربہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

انّ اللّٰہ سیھدی لسانک ویثبت قلبک......

"اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو راست اور تمہارے دل کو ثبات بخشے گا۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کے بعد مجھے پھر کبھی بھی مقدمات کے فیصلہ میں تذبذب نہ ہوا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۸۳، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۳۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فصل مقدمات کے بعض اصول بھی تعلیم فرمائے، چنانچہ فرمایا:

اذا جلس الیک الخصمان فلا تکلم حتّٰی تسمع من الأخر کما سمعت من الاوّل......

"جب دو آدمی جھگڑا چکانے کے لئے تمہارے پاس آئیں تو اس وقت تک کوئی فیصلہ نہ کرو جب تک کہ دوسرے فریق سے بھی تم وہ بات نہ سن لو جو تم نے پہلے فریق سے سنی ہے۔" (مسند احمد ج ۱ ص ۹۶، ۱۴۳)

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فقہ و قضاء کے بارہ میں آپ کی جو تربیت فرمائی تھی اور مقدمات کے فیصلوں کے لئے آپ کو جو اصول بتائے تھے، ان اصول کی روشنی میں آپ نے عظیم الشان اور عجیب و غریب مقدمات کے فیصلے فرمائے جن کی لسانِ نبوت نے بھی تصدیق فرمائی۔

علماء نے لکھا ہے کہ خلافت صدیقی، خلافتِ فاروقی اور خلافت عثانی میں بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا شمار ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا تھا جن سے لوگ دین کے مسائل میں رجوع کرتے تھے۔ چنانچہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ:

"سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب اہل الرائے اور اصحابِ فقہ کے مشورہ کی ضرورت پیش آتی تو وہ مہاجرین اور انصار اور خصوصی طور پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا علیؓ، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سیدنا معاذ بن جبلؓ، سیدنا ابی بن کعبؓ، سیدنا زید بن ثابتؓ وغیرہ کو بلاتے اور یہ حضرات ابوبکر ؓ کی خلافت میں اصحاب فتویٰ تھے (وکل ہٰؤلاء یفتی فی خلافۃ ابی بکر) فتویٰ حاصل کرنے کے لیے لوگ ان حضرات کی طرف رجوع کرتے۔ سیدنا ابوبکر ؓ نے اپنے عہد خلافت میں یہ طریقہ جاری رکھا۔ پھر سیدنا عمر ؓ بھی عہدِ خلافت میں ان حضرات ہی کو مشورہ کے لیے بلاتے تھے"۔ (طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۱۰۹)

چنانچہ سیدنا عمر ؓ تو اکثر سیدنا علی ؓ کی اس خوبی کا اعتراف فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

علی اقضانا وابی اقرانا......

"ہمارے بہترین قاضی علی ؓ ہیں اور بہترین قاری ابی بن کعبؓ ہیں"۔

(ابن سعد جلد ۲ ص ۱۰۲، بخاری جلد ۲ ص ۶۴۴)

علامہ ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ سیدنا عمر ؓ جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے سیدنا علی ؓ سے فرمایا:

اقضِ بین النّاس وتجرّد للحرب......

"آپ لوگوں کے تنازعات کا فیصلہ کیجئے اور جنگی امور سے یک قلم اپنے کو الگ رکھیے"۔

علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ ۱۳ھ جمادی الاخریٰ میں ۱۳ روز باقی تھے کہ سیدنا عمر

رضی اللہ عنہ سریر خلافت پر متمکن ہوئے۔

فولّی قضاء المدینة علی ابن ابی طالب.

''پس آپ نے سیدنا علی ﷺ کو مدینہ طیبہ کا قاضی مقرر فرمایا۔''

(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۱)

مدینہ کا قاضی مقرر ہونا اور وہ بھی سیدنا عمر ﷺ کے عہد خلافت میں، یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے جہاں ایک بہت اعزاز ہے وہاں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سیدنا علی ﷺ کو فقہ اور قضاء میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی نکتہ رس نگاہ سے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتے اور اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ نے آپ کی اخاذ طبیعت اور انتقال ذہنی کے کئی واقعات اپنی مشہور کتاب ازالۃ الخفاء میں نقل فرمائے ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا عمر ﷺ کے پاس ایک زانیہ عورت کو پیش کیا گیا۔ سیدنا عمر ﷺ نے اس کے اس جرم کی پاداش میں اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ فرمایا۔ سیدنا علی ﷺ نے فرمایا کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ مجنون حدود شرعیہ سے مستثنیٰ ہے۔ سیدنا عمر ﷺ آپ کی اس بات کو سن کر اپنے اس ارادے سے باز آ گئے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۰)

ایک مرتبہ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا سے کسی شخص نے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک دفعہ پاؤں دھونے کے بعد کتنے دن تک موزوں پر مسح کر سکتے ہیں؟ سیدہؓ نے فرمایا کہ علیؓ سے جا کر دریافت کرو۔ ان کو اس بارہ میں معلومات ہوں گی کیونکہ وہ سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ شخص سیدنا علی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے جا کر مسئلہ پوچھا۔ سیدنا علی ﷺ نے جواب دیا:

للمسافر ثلاثة ایّام و لیالھن و للمقیم یومٌ و لیلة.

''مسافر کے لیے تین دن تین رات تک اور مقیم کے لیے ایک دن ایک رات۔'' (مسند احمد جلد ۱ ص ۹۶)

مسند احمد ہی میں ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ موسم حج میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی شخص نے شکار کا گوشت پکا کر پیش کیا۔ احرام کی حالت میں اس کے کھانے کے جواز اور عدم جواز میں کچھ لوگوں نے اختلاف کیا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کے کھانے کے جواز کے قائل تھے، کیونکہ ان کے نزدیک احرام کی حالت میں خود شکار کر کے کھانا منع ہے، لیکن اگر کسی دوسرے شخص نے جو احرام میں نہیں ہے اس نے شکار کیا ہو تو اس کا کھانا جائز ہے۔ دوسرے کچھ لوگوں نے اس کے کھانے سے اختلاف کیا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس بارہ میں قطعی فیصلہ کس سے معلوم ہوگا؟ لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جا کر دریافت کیا گیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک گورخر شکار کر کے پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت احرام کی حالت میں تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ تو اس وقت احرام کی حالت میں ہیں لہٰذا یہ ان لوگوں کو کھلا دو جو احرام میں نہیں ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس بات کی حاضرین میں سے بارہ حضرات نے شہادت دی۔ اس سلسلہ میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک اور واقعہ کا حوالہ دیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے احرام کی حالت میں شترمرغ کے انڈے پیش کیے، لیکن آپ نے ان کے کھانے سے بھی احتراز فرمایا تھا۔ اس واقعہ کی بھی کچھ حضرات نے گواہی دی۔

یہ سن کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شکار کے گوشت کو کھانے سے احتراز فرمایا۔ اگرچہ یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے اور بہت سے لوگ اس گوشت کے کھانے کے جواز کے بھی قائل ہیں اور احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے، لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے احتیاط کے پیش نظر اس کو کھانے سے احتراز فرمایا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۰)

قرآن حکیم اور حدیث نبوی کے ساتھ اگر سرعت فہم، دقیقہ سنجی اور انتقال ذہنی حاصل ہو جائے تو ایسا شخص منفرد نتائج کا اظہار کرتا ہے، اور اس کی نگاہ دین و دنیا کے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل تک باآسانی پہنچ جاتی ہے۔

سیدنا علی ﷺ میں اللہ تعالیٰ نے یہ سب خوبیاں رکھی ہوئی تھیں۔ آپ میں اللہ تعالیٰ نے ایک مستحضرانہ قوت رکھی ہوئی تھی، جس کی وجہ سے بڑے بڑے مشکل مسائل آپ فوراً حل فرما دیا کرتے تھے، لیکن بعض واقعات کچھ ایسے بھی ہیں جو ایک خاص گروہ نے دوسرے صحابہ پر سیدنا علی ﷺ کی فوقیت جتانے کے لئے گھڑے ہیں۔ اس کے باوجود اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ سیدنا علی ﷺ بڑے ذہین اور طباع تھے اور اسی ذہانت او۔ طباع؟ ای کی وجہ سے آپ سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ کے بہترین مشیروں میں سے تھے۔ سیدنا عمر ﷺ سے ویسے بھی آپ کو طبعی محبت تھی کیونکہ آپ کی بیٹی سیّدہ اُم کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت سیدنا عمر ﷺ کے نکاح میں تھیں۔ بہرحال آپ نے فقہ واجتہاد کی روشنی میں متعدد فیصلے کیے۔ اپنے دورِ خلافت میں بھی اور اپنے سے پہلے خلفاء کے دور ہائے خلافت میں بھی۔

اس طرح کے کئی مقدمات سیّدنا علی ﷺ سے مختلف کتابوں میں منقول ہیں جن سے ان کی ذہنی تفقہ کا پتہ چلتا ہے۔

سیدنا علی ﷺ نے زندگی کا اکثر حصہ مدینہ طیبہ میں گزارا۔ حصولِ خلافت کے تھوڑا عرصہ بعد آپ کوفہ تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں آپ کو کافی مقدمات کے فیصلوں کا موقع ملا، لہٰذا آپ ﷺ کے فیصلوں اور اجتہادات کی زیادہ تر اشاعت کوفہ وعراق میں ہوئی۔ بایں وجہ فقہ حنفی کی بنیاد سیدنا عبداللہ بن مسعود ﷺ کے بعد سیدنا علی ﷺ کے فیصلوں، ارشادات اور اجتہادات پر ہے۔ اسی وجہ سے سیدنا علی ﷺ کو فقیہ عراق کہا جاتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں ہم نے سیدنا علی المرتضیٰ ﷺ کے عجیب وغریب فیصلوں کی جھلکیاں پیش کی ہیں، جو کہ ہر خاص وعام کیلئے مینارۂ نور ہیں۔

محمد عبداللہ مدنی



پہلا باب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی

حیات طیبہ میں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کے فیصلے



کافروں کا فریب اور حضرت علیؓ کی دانشمندی

جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اس رات نے دو عظیم انسانوں کو عظمت کی بلندیوں پر فائز کر دیا وہ دو انسان حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی المرتضیٰؓ ہیں، حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنے ہمراہ لے کر سفر فرمایا تو گویا اللہ کی امانت ابوبکر صدیقؓ کے حصہ میں آئی جبکہ لوگوں کی وہ امانتیں جو آنحضرت ﷺ کے پاس تھیں وہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے سپرد کیں تاکہ آپؓ ان امانتوں کو صاحبانِ امانت تک پہنچائیں۔

صبح کو مکہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا ہوا یوں کہ حنظلہ بن ابی سفیان نے عمیر بن وائل ثقفی کو بلایا اور اس سے کہا کہ علیؓ ابن علی طالب کے پاس جاؤ، اس سے اسی (۸۰) مثقال سونے کا دعویٰ کرو، کیونکہ میں نے مثقال سونا محمد ﷺ کے پاس بطور امانت رکھا ہوا تھا۔ حضرت محمد ﷺ مدینہ کی طرف کوچ کر گئے ہیں اور علیؓ ان کے وکیل ہیں۔ جا کر کہو آپ میری امانت مجھے واپس کیجئے۔ اگر علی تم سے گواہ طلب کریں گے تو ہماری گواہی قریش کی تمام جماعت دے گی۔ تیرے اس کام کے بدلے میں میں تجھے اپنی ماں ہندہ کا (مثقال) گلوبند تجھے دیتا ہوں۔

عمیر بن وائل نے حضرت علیؓ کے پاس آ کر امانت کا دعویٰ کیا۔ حضرت علیؓ نے اس سے امانت کی نشانی طلب کی۔ اس نے بتائی، اس کے بعد آپؓ نے امانتی سامان میں اسے تلاش کیا تو کہیں اس کے آثار بھی نہ ملے۔ جب کہ ہر امانت پر اس کے مالک کا نام لکھا ہوا تھا اور اس میں عمیر کا نام کہیں بھی درج نہ تھا۔

حضرت علیؓ نے عمیر کو بہت سمجھایا کہ تم اس دعوے میں جھوٹے ہو لہٰذا باز آ جاؤ مگر

اسے سمجھانے کا کوئی فائدہ نہ ہوا اور وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اس نے کہا: میرے چند گواہ ہیں۔ ابوجہل اور اس کا بیٹا عکرمہ، عقبہ بن معیط، ابوسفیان اور اس کا بیٹا حنظلہ میری گواہی کے لئے حاضر ہیں۔

جھوٹی گواہیاں

حضرت علیؓ اچھی طرح جان گئے کہ ان کا صرف فریب ہے۔ چنانچہ آپؓ نے فرمایا کہ گواہوں کو خانہ کعبہ میں حاضر کیا جائے۔ پھر آپؓ نے عمیر کو ایسی جگہ طلب کیا کہ گواہ عمیر کی بات نہ سن سکیں۔

آپؓ نے فرمایا: برادر ثقیف بتایئے یہ امانت آپ نے دن کے کس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کی تھی؟

اس نے کہا: دوپہر کے وقت رسول خدا نے میرے ہاتھ سے لی تھی اور اپنے غلام کے حوالے کی تھی۔

اس کے بعد آپؓ نے ابوجہل کو طلب کیا۔ لیکن اس نے گواہی دینے سے انکار کر دیا اور کہا: مجھ پر گواہی دینا کوئی فرض تو نہیں ہے۔

پھر آپ نے ابوسفیان کو بلایا، اور اس سے یہی سوال کیا۔ ابوسفیان نے کہا:

''غروب آفتاب کے وقت محمد ﷺ کے حوالے کی اور آپ ﷺ نے اپنی جیب میں ڈالی!''

پھر حنظلہ کو بلایا، اس نے گواہی میں کہا کہ ''عین دوپہر کا وقت تھا جب یہ امانت محمد ﷺ نے لی اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے یہاں تک کہ عمیر واپس آ گیا۔

پھر عقبہ کو بلایا اور اس سے سوال کیا۔ عقبہ نے جواب میں کہا:

''محمد ﷺ نے یہ امانت عصر کے وقت لی اور فوراً اسے اپنے گھر بھیج دیا۔''

پھر عکرمہ کو بلایا، اس سے سوال کیا، اس نے جواب میں کہا:

''محمد ﷺ نے یہ امانت طلوع آفتاب کے وقت لی تھی اور اس امانت کو فاطمہ بنت اسد کے گھر روانہ فرمایا تھا۔''

جب عمیر نے مختلف اور متضاد شہادتیں سنیں تو اس کا رنگ اڑ گیا اور جان گیا کہ

اس حرکت سے اس کی رسوائی ہوئی ہے اور اسے مزید ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا چنانچہ اس کا رنگ زرد ہو گیا اور چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا: اے عمیر! تیرا رنگ کیوں زرد ہو گیا ہے؟ اور تجھ میں کیوں تبدیلی آ رہی ہے؟

مدعی کا اقرار

عمیر نے کہا، علی! میں نے جو دعویٰ کیا وہ دراصل کسی کا مکر وفریب تھا۔ اب میں اصل بات بتاتا ہوں، میں رسوا نہیں ہونا چاہتا۔

"مجھے اس محترم گھر بیت اللہ شریف کی قسم کہ میری محمد ﷺ کے پاس کوئی امانت نہیں تھی۔ اصل میں حنظلہ بن ابی سفیان نے مجھے لالچ دیا اور ابوسفیان نے مجھے اس کے بدلے میں دینار اور ھندہ کا گلوبند جس پر اس کا نام (ھندہ) نقش ہے بطور رشوت دیئے ہیں۔ میں انہیں واپس کرتا ہوں"۔

......چنانچہ قریش کے سر خجالت سے جھک گئے۔"

اس وقت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا: وہ تلوار لائی جائے جو گوشہ خانہ میں موجود ہے۔ چنانچہ آپؓ نے وہ تلوار لی اور ابوسفیان کے سامنے رکھی اور فرمایا کہ اس تلوار کو پہچانتے ہو؟ ابوسفیان اور اس گروہ نے کہا ہاں یہ تلوار حنظلہ کی ہے یہ وہ تلوار ہے جو چوری ہو چکی ہے۔

حضرت نے فرمایا: ہاں یہ تلوار حنظلہ کی ہے، لیکن اسے کسی نے چرایا نہیں ہے، بعید ہے کہ تمہارا مکر وفریب مجھ پر کارگر ہو۔

اس وقت آپؓ نے فرمایا: اگر تو سچ کہتا ہے تو بتاؤ تمہارا غلام مصلع اسود کہاں ہے؟

ابوسفیان نے کہا: کسی کام کیلئے طائف گیا ہوا ہے۔

حضرت نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے اس کے بعد تو نے اسے دیکھا ہے۔ اگر تو سچا ہے تو اسے حاضر کر۔ ابوسفیان خاموش اور پریشان ہو گیا۔

اس کے بعد آپؑ نے سرداران قریش کے دس غلاموں کو حکم دیا کہ ابوسفیان کے ساتھ جائیں اور زمین کے فلاں ٹکڑے پر گڑھا کھودیں۔ حذبوح مطلع کو باہر لائیں۔ خانہ کعبہ کے ساتھ لٹکائیں۔

لوگ اکٹھے ہو گئے اور اس قتل کے سبب کا سوال کرنے لگے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: حنظلہ اور ابوسفیان نے اسے رشوت دی تھی اور اس سے کہا کہ اگر تو علیؑ کو قتل کر دے گا تو ہم تجھے آزاد کر دیں گے۔ وہ اس پر آمادہ ہو گیا۔

حنظلہ نے اس کو تلوار دی، وہ اندھیرے میں چھپ کر بیٹھ گیا تاکہ مجھے قتل کرے جب میں اس کے قریب گیا وہ کھڑا ہوا تاکہ تلوار سے میرے سر پر وار کرے۔

میں نے اس سے تلوار کھینچ لی اور ایک ضرب سے اسے قتل کر دیا اور یوں اس کے مکروفریب کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔

عمیر نے جب یہ داستان سنی تو اس کا دل نور اسلام سے روشن ہو گیا اور اس نے کہا:

اشهدان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً رسول الله.

حضرت علیؑ اس واقعہ کے بعد ہجرت فرما کر مدینہ چلے گئے۔ (قضایا علی المرتضیٰؑ)

تین افراد کی اجتماعی زیادتی کی شکار کنیز

ذخائر العقبیٰ کے مؤلف نے اپنی اسناد سے زید بن ارقم سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ تین افراد ایک بچے کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ (حدیث کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک وقت میں تین افراد نے ایک کنیز سے جماع کیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں یہ بچہ پیدا ہوا تھا۔

ان میں سے ہر ایک اپنے باپ ہونے کا دعویٰ کر رہا تھا۔

لوگ یہ فیصلہ حضرت علیؑ کے پاس لے آئے، آپؑ نے ان کے درمیان صلح کرانے کی بہت کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آپؑ نے فرمایا: اب میں ہر ایک کے نام پر قرعہ ڈالتا ہوں جس کے نام پر قرعہ نکلے گا بچہ اسی کا ہوگا، کیونکہ تم ایک دوسرے کے مخالف ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لڑکے کے نام کا قرعہ ڈالا۔ جس کے نام کے ساتھ لڑکے کا نام نکلا اسی کا بیٹا قرار دیا اور لڑکے کو غلام فرض کیا اور اس کی قیمت لگائی اور دو تہائی قیمت اس کی دوسرے دو افراد سے لی۔

قرعہ اس طرح ڈالا گیا ہے کہ ان تینوں کے نام تین ٹکڑوں پر یا کسی دوسری چیز پر لکھے گئے، اور ان کے نام کو تین ٹکڑوں میں چھپا گیا۔ بچے سے کہا کہ ان میں سے ایک کو اٹھائے، ہر بار بچے کا نام ایک ہی آدمی کے ساتھ نکلا جب رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ سنا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

الحمدللہ الذی جعل فینا اھلبیت من یقضی علی۔

ذخائر میں یہ روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

''اگر یہ فیصلہ میرے سامنے لاتے تو میں بھی اسی طرح فیصلہ کرتا جس طرح علیؓ نے فیصلہ کیا ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یمن روانگی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابھی نو عمر تھے عمر بیس سال سے کچھ تجاوز ہو گی کہ رسول ﷺ نے ان کو یمن (بحیثیت قاضی) بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (بوقت روانگی) عرض کیا:

یا رسول اللہ! آپ ﷺ مجھے یمن بھیج رہے ہیں' وہاں کے لوگ مجھ سے قضا کے بارے میں پوچھیں گے اور مجھے اس کا علم نہیں ہے!

نبی کریم ﷺ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' پھر شفقت بھرے انداز میں فرمایا: علی! میرے قریب آؤ' حضرت علی رضی اللہ عنہ قریب ہوئے حضرت اقدس ﷺ نے اپنا دست مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سینہ پر مارا پھر یہ دُعا فرمائی:

''اے اللہ: اس کی زبان کو راست گو اور دل کو ثبات واستقلال عطا فرما۔''

اے علی! جب دو فریق تیرے پاس مقدمہ لے کر آئیں تو جب تک تم دوسرے کی

بات سن نہ لو ان کے درمیان فیصلہ نہ کرنا جیسا کہ پہلے کی بات سنی ہو' جب تم اسی طرح کرو گے تو تیرے لیے فیصلہ کرنا واضح ہو جائے گا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پیدا کیا اور مخلوق کو پیدا کیا ہے اس کے بعد مجھے دو آدمیوں کے درمیان کبھی فیصلہ کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوا۔ (صحابہ کرام کی انسان دوستی)

شیر کے گڑھے میں گر جانے والوں کا فیصلہ

امام احمد بن حنبلؒ نے مسند علی میں اپنی سند سے روایت بیان کی ہے جو حنش سے روایت کردہ ہے وہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن (اپنا نمائندہ بنا کر) بھیجا۔ وہاں مجھے ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا جو آپس میں ایک عجیب قسم کے جھگڑے میں اُلجھے ہوئے تھے، ان لوگوں نے شیر کے شکار کے لئے ایک کمین گاہ کھودی تھی، چنانچہ شیر چلتا ہوا آیا اور اس گڑھے میں گر گیا، لوگ اس کو دیکھنے کے لئے اکٹھے ہو گئے اور دھکم پیل کی صورت پیدا ہو گئی، جس وقت لوگ ایک دوسرے کو دھکا دے رہے تھے کہ ایک آدمی اس کے اندر گرنے لگا، وہ آدمی دوسرے آدمی سے جو دہانے پر تھا چمٹ گیا، اس دوسرے آدمی نے تیسرے آدمی کو پکڑ لیا اور اس تیسرے نے چوتھے کو مضبوطی سے پکڑ لیا نتیجہ یہ کہ چاروں یکے بعد دیگرے گر گئے شیر نے ان سب کو زخمی کر دیا، اتنے میں ایک شخص نے اپنی کمر سے چھرا نکال کر شیر کو مار ڈالا اور یہ چاروں زخموں کی تاب نہ لا کر ختم ہو گئے۔"

حضرت علیؓ اس قضیہ کو چکانے کے لئے تشریف لائے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں تم آپس میں دست و گریباں ہو گئے؟ میں تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں اگر میرا فیصلہ منظور ہے تو خیر، ورنہ اس وقت جنگ مت کرو، اور رسول اللہ ﷺ کی

خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ آپ ﷺ جو فیصلہ فرمادیں وہ تسلیم کرنا پڑے گا، اور اس سے جو سرتابی کرے گا اس کا کوئی حق نہ ہوگا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: جن لوگوں نے کنواں (کمین گاہ) کھودا، ان سے خون بہا چار آدمیوں کا جمع کرو، ایک کا چوتھائی، دوسرے کا تہائی، تیسرے کا نصف اور چوتھے کو مکمل خوں بہا دیا جائے، لوگوں نے اس فیصلہ کو منظور نہیں کیا۔ اور وہ سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ اُس وقت مقام ابراہیم کے قریب تشریف فرماتے ان لوگوں نے ماجرا سنایا، آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارا فیصلہ کئے دیتا ہوں یہ کہہ کر آپ خاص انداز کی نشست (جس میں ایک بڑے رومال سے کمر اور گھٹنے کو باندھ لیتے ہیں) بیٹھ گئے، لوگوں میں سے ایک نے کہا کہ علیؓ ہمارے درمیان فیصلہ کر چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے وہ فیصلہ سن کر اسی کی منظوری دے دی حضرت حنش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا چوتھے شخص کو مکمل دیت (خوں بہا) کا حق ہے۔

(مسند احمد بن حنبلؒ)

دو آدمیوں کا کنیز سے جماع، اور آپؓ کا عجیب فیصلہ

روایت ہے کہ دو آدمی حضرت علیؓ کے پاس فیصلہ لے کر آئے۔ وہ دونوں آدمی ایک کنیز کے برابر کے مالک تھے۔ ان دو آدمیوں نے حرمت کے باوجود جہالت کی وجہ سے کنیز سے ہم بستری کی اور یہ کنیز ان آدمیوں سے حاملہ ہوگئی وضع حمل کے بعد بچہ پیدا ہوا ان دو آدمیوں میں سے ہر ایک بچے کو اپنی طرف نسبت دیتا تھا۔ آخر کار یہ جھگڑا حضرت علیؓ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپؓ نے اس لڑکے کا قرعہ ڈالا اور قرعہ ان میں سے ایک شخص کے نام نکلا، امیر المومنینؓ نے اس لڑکے کو جس کے نام کا قرعہ نکلا تھا اس کے ساتھ ملحق کر دیا، اور جس شخص کو لڑکا دیا گیا تھا حکم دیا کہ لڑکے کی آدھی قیمت اپنے دوسرے حصے دار کو دے۔ قیمت ادا کرنے کا طریقہ اس طرح ہے اگر وہ لڑکا غلام ہوتا تو کچھ قیمت رکھتا، کیونکہ اب آزاد ہے، لہٰذا اسی طرح اس کی قیمت لگائی جائے اور نصف قیمت صاحب پسر اپنے شریک

کوڑے۔

آپؓ نے فرمایا: اگر میں جانتا کہ تم نے اتمام حجت کے بعد اس پر عمل کیا ہے یعنی حرمت کا علم رکھتے ہوئے جان بوجھ کر اس پر عمل کیا ہے تو میں تمہاری سزا میں سختی کرتا۔

حضرت علیؓ کا یہ فیصلہ رسول خدا ﷺ تک پہنچا تو آپ ﷺ نے تصدیق فرمائی اور خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا:

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں کہ جس نے میرے اہل بیتؓ میں سے ایک شخص کو منتخب کیا ہے کہ وہ فیصلہ کرتے وقت سنت داؤدؑ پر فیصلے کرے۔"

سنت داؤدؑ کے فیصلے کرنے سے مراد الہام کے ساتھ فیصلہ کرنا ہے۔

رسول خدا ﷺ کی دُعا کا اثر ہے کہ رسول خدا ﷺ جب آپؓ کو یمن بھیجنا چاہتے تھے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی:

"یارسول اللہ! آپ ﷺ مجھے لوگوں کے درمیان قضاوت کے لیے بھیج رہے ہیں کہ ان کو حلال و حرام اور قرآن پر عمل کرنے کو بتاؤں اور ان کے درمیان حکومت کروں، حالانکہ میں ابھی جوان ہوں، میں ان فیصلوں کے بارے میں علم و دانش نہیں رکھتا۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ میرے نزدیک آئیں۔

امیرالمومنین رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے آپ نے علیؓ کو اپنے سینے سے لگایا۔

بہ روایت دیگر علیؓ کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور دُعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ علیؓ کے دل کو ہدایت اور رہنمائی عطا فرما اور اس کی زبان کو ثابت رکھ۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد لوگوں کے درمیان جو بھی فیصلہ کیا ہے اس میں کبھی شک نہیں کیا۔ (عجائب الاحکام مصنفہ علی بن ابراہیم قمی)

گائے کا گدھے کو مارنا

روایت ہے کہ دو آدمی آپس میں جھگڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے،

ان میں سے ایک نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ اس کی گائے نے میرے گدھے کو مار ڈالا ہے۔
رسول خدا ﷺ نے فرمایا: تم دونوں ابوبکرؓ کے پاس جاؤ کہ وہ تمہارے درمیان فیصلہ کریں گے۔ وہ دونوں آدمی حضرت ابوبکرؓ کے پاس حاضر ہوئے۔
حضرت ابوبکر نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر میرے پاس آ گئے ہو؟
انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے حکم سے آپ کے پاس آئے ہیں۔
ابوبکرؓ نے فرمایا: حیوان کو حیوان نے مارا ہے۔ اس میں مالک کا کیا قصور ہے؟ گائے کے مالک پر کوئی دیت لازم نہیں آتی۔
وہ دونوں آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آئے، رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابوبکرؓ کا فیصلہ سنایا۔
آپ ﷺ نے فرمایا: عمرؓ کے پاس جاؤ۔
وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ انہوں نے ان سے وہی سنا جو ابوبکر سے سن چکے تھے۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: علیؑ ابن ابی طالب کے پاس جاؤ۔ جب وہ حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچے تو آپؑ نے فرمایا:
''اگر گائے خود گدھے کی جگہ پر گئی ہے تو گائے کا مالک گدھے کے مالک کو اس کی قیمت دے گا اور اگر گدھا گائے کی جگہ گیا ہے تو گائے کا مالک کوئی چیز نہ دے گا۔''
دونوں آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور علیؑ کا فیصلہ آپ ﷺ کو سنایا۔
رسول اللہ نے فرمایا: ''علیؑ نے تمہارے درمیان خدا کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔''
(ارشاد شیخ مفید)

ایک اعرابی کا رسول اللہ ﷺ پر دعویٰ

ایک دن ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور دعویٰ کیا کہ میں نے ستر

درہم میں آپ کے پاس اونٹ فروخت کیا تھا اور اب مجھے اس کی رقم چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ستر درہم تجھے دے چکا ہوں۔

بہ روایت دیگر بدو آنحضرت ﷺ کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ اس کی ایک اونٹنی اونٹنی بھی تھی اعرابی نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ یہ اونٹنی خرید کریں گے؟

حضرت نے فرمایا: اے اعرابی! تو اپنی اونٹنی کتنے میں فروخت کرے گا؟

اعرابی نے کہا: (۲۲) بائیس درہم میں!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیری اونٹنی کی قیمت اس سے زیادہ ہے!

آخر کار رسول اللہ ﷺ نے اونٹنی کی لگی ہوئی قیمت کو زیادہ کیا۔ یہاں تک کہ اعرابی سے چار سو درہم میں اونٹنی خریدی اور درہم اعرابی کے دامن میں ڈالے۔ اچانک اعرابی نے ہاتھ مارا اور اونٹنی کی مہار کو پکڑا اور کہا اونٹنی بھی میری ہے اور درہم بھی میرے ہیں۔ آپ ﷺ کے پاس کوئی ثبوت ہے تو پیش کریں۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: آؤ یہ بزرگ میرے اور تیرے درمیان فیصلہ کرے گا۔

آنحضرت ﷺ نے تمام ماجرا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: معاملہ واضح ہے، کیونکہ اعرابی نے ثبوت طلب کیا ہے لہٰذا آپ پر ثبوت پیش کرنا ضروری ہے۔ اتنے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے اعرابی تو راضی ہے کہ یہ دو شخص جو ہماری طرف آرہے ہیں ہمارے درمیان فیصلہ کریں؟

عرض کی: ہاں اے محمد! ﷺ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نزدیک آئے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا: اے عمر! میرے اور اس اعرابی کے درمیان فیصلہ کر۔ حضرت، عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی بات کہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اونٹنی میری ہے اور درہم اعرابی کے ہیں۔

عمر نے کہا: اے اعرابی تو اپنی بات بیان کر۔

اعرابی نے کہا: اونٹنی اور درہم دونوں میرے ہیں۔ اگر محمد ﷺ کسی چیز کا دعویٰ کرتے ہیں تو ثبوت پیش کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: قضیہ واضح ہے اس لیے کہ اعرابی ثبوت مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اپنے حق کو پورا لوں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں تیرا فیصلہ اس مرد سے کراؤں گا جو حکم پروردگار سے ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا۔

اتنے میں حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ تو وہ مرد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جھگڑ رہا تھا۔

حضرت علیؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کو کیا ہوا ہے؟

فرمایا: اے ابوالحسنؓ! میرے اور اس مرد کے درمیان فیصلہ کریں۔

حضرت علیؓ نے کہا: اے اعرابی! تو رسول اللہ ﷺ کے خلاف کیا دعویٰ کرتا ہے؟

کہا! میں اونٹنی کی قیمت کا مطالبہ کرتا ہوں جو ان کے ہاں بیچ چکا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے کہا: یارسول اللہ! آپ کیا فرماتے ہیں؟

فرمایا: میں اونٹنی کی تمام قیمت ادا کر چکا ہوں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اے اعرابی کیا رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے کہ اونٹنی کی قیمت تجھے ادا کر چکے ہیں؟

اعرابی نے کہا: مجھے کوئی چیز بھی نہیں دی گئی۔

حضرت علیؓ نے اپنی تلوار کو نیام سے نکالا اور ایک ضرب سے اعرابی کا سر اڑا دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یا علیؓ! ایسا کیوں کیا؟

عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کے اوامر و نواہی اور جنت و دوزخ، ثواب و عذاب اور وحی خداوند تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اونٹنی اعرابی کی قیمت کی تصدیق نہ کرے۔ میں نے اعرابی کو اس لیے قتل کیا ہے کہ اس نے آپ ﷺ کی تکذیب کی ہے اور اس نے کہا کہ رسول اللہ نے اونٹنی کی قیمت نہیں دی ہے!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے سچ کہا ہے اور تو نے سچا فیصلہ کیا ہے، لیکن دوسرے کے ساتھ اس طرح نہ کرنا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف رُخ کیا اور فرمایا: ''حکم خدا اس طرح تھا کہ علیؓ یہ فیصلہ کرے''

(من لا یحضرہ الفقیہ از شیخ صدوق)

یاد رہے کہ اسی طرح کے ایک واقعہ کا فیصلہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی تلوار کی دھار سے کیا تھا، جب ایک یہودی اور ایک منافق حضور ﷺ سے فیصلہ کرانے کے بعد منافق کے اصرار پر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہودی تو حضور ﷺ کا فیصلہ تسلیم کر رہا تھا، مگر منافق کو حضور ﷺ کا فیصلہ قبول نہیں تھا اور وہ حضرت عمرؓ سے فیصلہ کرانا چاہتا تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ کو جب حقیقت معلوم ہوئی تو چپکے سے گھر تشریف لے گئے اور اپنی تلوار لے آ کر منافق کا سر قلم کر دیا اور فرمایا کہ جو شخص حضور ﷺ کا فیصلہ تسلیم نہیں کرتا، عمرؓ کا فیصلہ یہی ہے کہ اس کا سر اڑا دیا جائے۔ نیز اسی طرح کا ایک اور فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، جو عنقریب آگے آ رہا ہے۔

تین عورتوں کا ہنسی مزاح

ایک مرتبہ بطور ہنسی مزاح ایک عورت دوسری عورت کی گردن پر سوار ہوگئی کہ اتنے میں تیسری عورت آئی اس نے اس عورت کی ٹانگ پکڑی جو دوسری عورت کو اٹھائے ہوئے تھی۔ وہ خوف سے سر کے بل گر پڑی اور وہ عورت جو سوار تھی وہ بھی گر کر مر گئی۔

یہ فیصلہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے پاس لایا گیا آپؓ نے حکم دیا کہ خون بہا کے تین حصے ہونگے۔ ایک حصہ وہ عورت دے جس نے ٹانگ پکڑی تھی۔

دوسرا حصہ وہ عورت دے جس نے اس عورت کو اپنی گردن پر سوار کیا تھا اور تیسرا حصہ ساقط ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مرنے والی عورت از روئے ہنسی کھیل تماشے کے طور پر سوار ہوئی تھی اور اس نے اپنے قتل پر خود اعانت کی تھی، حقیقت میں ان دو عورتوں کو بذات خود ہلاکت میں شریک کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس فیصلے کی خبر پہنچائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی اور درست شمار فرمایا۔ (مناقب آل ابی طالب از ابن شہر آشوب)

دیوار گرنے سے ایک جماعت کی ہلاکت

ایک مرتبہ ایک جماعت پر دیوار گر گئی، تمام جماعت دیوار کے نیچے دب کر مر گئی ان مرنے والوں میں ایک آزاد عورت اور ایک کنیز مملوکہ بھی شامل تھی۔ ان دونوں کی گود میں بچے تھے (آزاد عورت نے آزاد مرد سے اور کنیز نے غلام مرد سے بچہ جنا تھا) لوگ یہ تمیز نہ کر سکے کہ کون سا بچہ مملوک ہے اور کون سا بچہ آزاد عورت سے ہے۔ حضرت علیؑ نے ان بچوں کے درمیان قرعہ ڈالنے کا حکم دیا۔ اب جس کی آزادی کا تیر نکلا آپ نے حکم فرمایا کہ وہ مملوک ہے اور آپ نے بچہ مملوک کو آزاد اور طفل آزاد کو غلام قرار دیا۔ حکم دیا یہ بچہ میراث سے اسی طرح ورثہ لے گا جس طرح ایک آزاد شخص میراث پاتا ہے۔ جب اس فیصلے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصدیق فرمائی اور فیصلے کو درست قرار دیا۔
(ارشاد شیخ مفید)

ایک شخص کا گھوڑے کی لات سے مرنا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا۔ اتفاقاً ایک دن ایک گھوڑا اپنے مالک سے بھاگ گیا۔ بھاگنے کے دوران اس نے ایک شخص کو لات ماری وہ شخص وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس شخص کے ورثاء نے گھوڑے کے مالک کا گریبان پکڑتے ہوئے خون بہا کا مطالبہ کیا اور اسے پکڑ کر حضرت علیؑ کے پاس لے آئے۔ اس نے آپؑ کے سامنے گواہ پیش کیے کہ گھوڑا گھر سے بھاگ گیا تھا اور اس نے دوڑتے ہوئے اس جوان کو لات رسید کی حضرت علیؑ نے فرمایا: گھوڑے کے مالک پر دیت نہیں ہے۔

مقتول کے ورثاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بطور شکایت عرض کی: یا رسول اللہ! علیؑ نے ہمارے ساتھ ظلم کیا ہے ہمارے مقتول کے خون کو رائیگان قرار دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علیؑ ظالم نہیں ہے اور علی علیہ السلام ظلم کرنے کیلئے پیدا ہی نہیں

ہوا، میرا بھی وہی فیصلہ ہے جو علیؓ کا ہے۔ جب اہل یمن نے رسول اللہ ﷺ سے علیؓ کے بارے میں یہ فرمان ذیشان سنا تو عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! ہم علیؓ کے فیصلے پر راضی ہیں اوران کی بات کو دل وجان سے پسند کرتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا اس فیصلہ پر راضی ہونا تمہاری توبہ ہے۔''
(بحار الانوار ملا باقر مجلسی)

احرام باندھے شخص کے اونٹ کا مرغ کے انڈے توڑنا

کتاب عجائب احکام امیر المومنین کے مؤلف نے صاحب مناقب سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ ایک انصاری شخص سے روایت ہے کہ اس آدمی نے اپنے اونٹ کو ایسی جگہ باندھا جہاں بچے نکالنے کے لیے شتر مرغ کے انڈے رکھے ہوئے تھے وہ انڈے اونٹ کے پاؤں تلے آکر ٹوٹ گئے۔

وہ شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور اس نے آپؓ سے اس فیصلے کی درخواست کی۔

حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا: اونٹ کے پاؤں سے پامال ہونے والے ہر انڈے کے بدلے ایک اونٹنی کی خانہ کعبہ میں قربانی کرو، یا پامال شدہ انڈوں کی تعداد کے مطابق نر اونٹ مادہ اونٹنیوں پر چھوڑ دے۔ ان اونٹنیوں سے جو بچے پیدا ہوں وہی خانہ کعبہ میں قربان کر۔ اگر وہ اونٹنیاں بچے نہ دیں اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔

وہ شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ ﷺ سے علیؓ کے فیصلے کی وضاحت طلب کی۔ جب آپ ﷺ علیؓ کے فیصلے کو سن چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ فیصلہ وہی ہے جو علیؓ نے کر دیا ہے۔ ہاں اگر تو مزید آسانی چاہتا ہے تو دوسرا عمل میں بتاتا ہوں اگر تو بجالائے تو تیرے لیے کافی ہے۔ وہ عمل یہ ہے ٹوٹے ہوئے انڈے کے بدلے ایک دن روزہ رکھ یا ایک مسکین کو کھانا کھلا۔

چنانچہ یہ شخص حج کے اعمال میں مشغول ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کے فیصلے کی تائید فرمائی، چونکہ وہ مرد حضرت علیؓ کے بتائے ہوئے کفارہ کی قدرت

نہیں رکھتا تھا اس لیے آپ ﷺ نے دوسرے عمل کی اجازت دے دی۔ ان شاء اللہ اسی فیصلے کی مثل ایک فیصلہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کے باب میں بھی آئے گا۔

ایک یہودی کا مسلمان سے جھگڑا

علامہ مجلسی بحارالانوار جلد نہم میں تفسیر حضرت امام حسن عسکریؑ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے، جس نے گذشتہ شب اللہ اور رسول کی خوشنودی کے لیے ایک شخص کو قتل کیا ہے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے قتل کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے علیؑ اپنا قصہ بیان کرو۔

حضرت علیؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! گذشتہ رات دو آدمی اپنے گھر کے سامنے ایک دوسرے سے جھگڑ رہے تھے تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ فلاں یہودی اور دوسرا فلاں انصاری وہ دونوں میرے پاس چلے آئے تھے۔

یہودی نے کہا: یا اباالحسن میرا اس انصاری شخص سے کسی بات پر جھگڑا ہوا۔ ہم یہ تنازعہ لے کر آپ کے چچا کے بیٹے محمد ﷺ کے پاس گئے۔ آنحضرت ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ فرما دیا تو اس شخص نے کہا میں محمد ﷺ کے فیصلے پر راضی نہیں ہوں، کیونکہ محمد ﷺ نے حق سے روگردانی کرتے ہوئے تیری طرف داری کی ہے، لہٰذا اب فیصلہ کے لیے کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں لیکن میں اس بات پر راضی نہ ہوا۔ اب ہم آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ ہی ہمارے درمیان فیصلہ فرمائیں۔

میں نے کہا: اب میں تمہارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہوں۔

یہ کہتے ہوئے میں گھر میں داخل ہوا، اور اپنی تلوار اٹھائی جیسے ہی باہر آیا ایک ضرب سے انصاری کی گردن اڑا دی۔

ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ اسی اثناء میں مقتول کے وارث آ گئے، کہنے لگے: یارسول اللہ ﷺ! آپ کے پسر عم نے ہمارے آدمی کو قتل کیا ہے، اسے چاہیے کہ دیت ادا

کرے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تمہارے مقتول کی کوئی دیت نہیں ہے۔

وہ لوگ کہنے لگے: ہم اس کی دیت لیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: بھائی ہمارے ہاں اس کی کوئی دیت نہیں ہے، مقتول نے خود اپنے آپ کو مارا ہے۔ اسے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کرو۔ یہ بھی یاد رکھو جس کو بھی عالم قتل کرتا ہے وہ جہنم رسید ہوتا ہے۔

جب اس مقتول کی لاش اٹھائی گئی تو وہ خنزیر کی کھال میں ڈھانپی ہوئی تھی۔

حضرت علیؓ نے اس شخص کو اس لیے قتل کیا ہے، کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو ٹھکرایا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی قضاوت وعدالت کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اپنی علمی اور عدالتی مشکلات کے حل کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آتے اور آپؓ کے فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم کرتے، اور علماء عامہ و خاصہ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں امیر المومنینؓ نے جو بھی فیصلے کیے ان تمام فیصلوں کی آپ ﷺ نے تائید فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دُعا فرمائی۔

حالتِ جنگ میں آپؓ کی قوتِ فیصلہ

غزوۂ خندق میں کفار کی طرف سے عمرو بن عبدود تلوار سونت کر میدان میں نکلا، یہ شخص تنہا ایک ہزار شہسواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا، سامنے آ کر کھڑا ہوا اور بولا: مَن یُبارِز؟ (کون ہے جو میرے مقابلہ میں آنے کی ہمت رکھتا ہے؟)

اس کے مقابلہ کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور فرمایا:

"اے عمرو! تم نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر کسی قریش کے فرد نے تم کو دو چیزوں کی دعوت دی تو تم ایک ضرور قبول کرو گے"۔

اس نے کہا، بے شک۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔

عُمرو بولا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: پھر تم کو مقابلہ پر آنے کی دعوت دیتا ہوں۔

عُمرو بولا: کیوں؟ میرے بچے (ابن اخی: بھائی کے لڑکے) میں تم کو قتل نہیں کرنا چاہتا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: لیکن میں واللہ تم کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔

یہ سن کر اس کو جوش سا آ گیا، اپنے گھوڑے سے کود کر اس کی کوچیں کاٹ دیں اور اس کے چہرہ پر ایک ضرب لگائی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے سامنے تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا، دونوں کی تلواریں چلنے لگیں، بڑھا، مڑا، پھر وار کیا۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار نے اس کا کام تمام کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ ج۴ ص۱۰۵)

دوسری روایت میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ عُمرو نے پکار کر کہا: کون ہے جو میرے سامنے آتا ہے؟ اور مسلمانوں کو حقارت آمیز انداز میں کہنے لگا: کہاں ہے وہ جنت جس کے متعلق تمہارا عقیدہ ہے کہ جو "شہید" ہو وہ اس میں داخل ہو جائے گا؟ کسی کو میرے سامنے کیوں نہیں لاتے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ دوبارہ اٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت چاہی اور کہا: میں یا رسول اللہ!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیٹھے رہو۔

پھر عُمرو نے تیسری بار للکارا اور غصہ بھڑکانے کے انداز میں آواز دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور کہا: میں یا رسول اللہ!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جانتے ہو یہ عُمرو ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، ہوا کرے عُمرو!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی طرف بڑھے اور جب اپنا نام بتایا تو اس نے کہا، اے برادر زادے! تمہارے چچا صاحبان میں بہت ایسے ہیں جو تم سے عمر میں بڑے ہیں، مجھے اچھا نہیں لگتا کہ تمہارا خون بہاؤں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن میں واللہ تمہارا خون بہانا چاہتا ہوں۔ پھر مقابلہ شروع ہوا اور حضرت علی ؓ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ، علامہ ابن کثیرؒ)

رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی پر کامل ایمان کا نمونہ

رمضان ۸ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے لئے نکلنے کا ارادہ کیا تو لوگوں کو تیاری کا حکم دیا اور رازداری کے اصول پر عمل فرمایا، اور فرمایا کہ اے اللہ! دشمنوں کی آنکھوں سے یہ مہم پوشیدہ رکھ اور قریش کو اس کی خبر نہ لگے، یہاں تک کہ ہم اچانک ان کے دیار میں پہنچ جائیں۔

حاطب بن ابی بلتعہ نے مکہ سے ہجرت کی تھی اور بدر میں بھی شریک تھے، وہ قریش سے متعلق بھی تھے لیکن قریشی نہیں تھے، اُن کی آل واولاد اور ان کے گھر والے وہیں تھے، مگر اُن کے کوئی ایسے رشتہ دار وہاں موجود نہیں تھے، جو اُن کے متعلقین کی حفاظت کرتے۔ انہوں نے چاہا کہ قریش پر ایک احسان کر دیں تاکہ وہ لوگ اُن کے رشتہ داروں کا لحاظ رکھیں۔

انہوں نے ایک خط لکھا جس میں یہ ذکر کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ اُن کی طرف آنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور ایک عورت کو دیا کہ وہ پہنچا دے اور کچھ اُجرت بھی اس کو دی۔ یہ عمل بلاشبہ غلطی پر مبنی تھا، اللہ اُن کو معاف کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے بارے میں کلمۂ خیر کہا اور فرمایا:

”کیا عجب ہے کہ اللہ نے اہل بدر (کے اخلاص وقربانی) کو دیکھ کر فرما دیا ہو کہ جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا“۔[1]

---

[1] زادالمعاد۔ ج اص ۴۲۱۔ یہ قصہ صحاح میں بھی وارد ہے۔

اس عورت نے جس کو یہ خط دیا گیا تھا کہ قریش کو پہنچادے، اس خط کو اپنے بالوں کے جوڑے میں چھپالیا اور روانہ ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع وحی کے ذریعہ مل گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو بلایا اور فرمایا کہ ابھی فوراً چل پڑو، خاخ¹ کے باغیچہ میں ایک اونٹنی سوار عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہے جو قریش کو پہنچانے لے جارہی ہے۔

یہ دونوں حضرات اپنے گھوڑوں کو سرپٹ بھگاتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور اسی جگہ پر جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا تھا، اس عورت کو پالیا، اس کو اُتارا اور پوچھا کہ تیرے پاس کوئی خط ہے؟

بولی: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔

ان دونوں نے اس کے کجاوہ کو کھولا، اس میں کچھ نہیں ملا۔

حضرت علیؓ نے اس سے کہا کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلاف واقعہ بات کہی اور نہ ہم غلط کہتے ہیں۔ بخدا تم کو خط نکالنا پڑے گا ورنہ ہم تجھے برہنہ کرکے جامہ تلاشی لیں گے۔ جب اس عورت نے ان لوگوں کو سنجیدہ دیکھا تو اس نے کہا کہ اچھا منہ پھیر لو۔ انہوں نے منہ پھیر لیا۔ اُس نے سر کے جوڑے کو کھولا، اور خط نکال کر دے دیا۔ جس کو لے کر یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے۔ (زاد المعاد۔ ج ا ص ۴۲۱۔ یہ واقعہ صحاح میں مذکور ہے)

حضرت علیؓ کیلئے رسول اللہ ﷺ کے تسکین و تسلی کے بلند کلمات

رجب ۹ھ میں تبوک کا معرکہ پیش آیا، سیرت نبوی میں اس غزوہ کی بڑی اہمیت ہے، اس سے وہ مقاصد و نتائج حاصل ہوئے، جو مسلمانوں اور عربوں کی نفسیات و احساسات اور بعد کے پیش آنے والے واقعات اور حالات کا رُخ متعین کرنے میں عمیق اور دیرپا اثرات کے حامل ہیں۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو کتاب "السیرة النبویہ" ص ۳۶۱۔۳۷۳)

---

¹ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے ۱۲ میل پر واقع ہے۔ (مجمع بحار الانوار)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کا محافظ (گورنر) حضرت محمد بن مسلمہ الانصاری رضی اللہ عنہ اور اپنے اہل بیتؓ کی دیکھ بھال اور خبر گیری کے لئے اپنی جگہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو مقرر کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منافقوں کے افواہ پھیلانے اور اُن کی چہ میگوئیوں سے خطرہ کا اظہار فرمایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ میری نیابت و اعتماد کے معاملہ میں تمہاری حیثیت و مرکزیت وہ ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی؟...... ہاں یہ ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری باب غزوۂ تبوک)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا تو حضرت علی ﷺ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ مجھے بچوں اور عورتوں کے ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۲۵)

کھجوروں کی تقسیم میں برابری

حضرت عمر ﷺ، سیدنا حضرت ابوبکر ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ اُنہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوہریرہ ﷺ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ کے سامنے کچھ کھجوریں رکھی ہوئی تھیں میں نے آنحضرت ﷺ پر سلام کیا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور اپنے دست مبارک سے مٹھی بھر کے کھجوریں عطا فرمائیں میں نے ان کھجوروں کو جو گنا تو تہتر دانے نکلے اس کے بعد میں آنحضرت ﷺ سے رخصت ہو کر علیؓ ابن ابی طالب کی خدمت میں آیا آپ کے آگے بھی کھجوریں رکھی ہوئی تھیں میں نے سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا اور مجھ کو دیکھ کر ہنسے پھر مٹھی بھر بھر کے آپؓ نے بھی مجھ کو عنایت فرمائے ان کو میں نے گنا تو دیکھا کہ وہی تہتر دانے نکلے یہ دیکھ کر میرا تعجب بڑھ گیا اور میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے سامنے کھجوریں رکھی تھیں آپ نے مٹھی بھر کر مجھ کو عطا فرمائے تھے میں نے ان کو جب گنا تو تہتر دانے نکلے اس کے بعد میں حضرت علی ﷺ کے پاس گیا ان کے آگے بھی

کھجوریں رکھی تھیں انہوں نے بھی مٹھی بھر کھجوریں مجھ کو دیں ان کو جو گنا تو وہ بھی تہتر دانے برآمد ہوئے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا اے ابو ہریرہ! تم کو نہیں معلوم کہ میرا ہاتھ اور علیؓ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے۔ (لغایت الطالب تالیف گنجی شافعی صفحہ ۱۲۹)

روز قیامت تمام بہشت کہاں ہونگے؟

ایک یہودی: (حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر) کیوں جناب جب ایک جنت کا عرض قرآن میں تمام آسمانوں اور زمینوں کے برابر بیان کیا گیا ہے تو روز قیامت تمام بہشت کہاں ہوں گے۔

عمرؓ: میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ علیؓ سے معلوم کرو۔

یہودی: اے علیؓ آپ بتایئے۔

حضرت علیؓ: بتاؤ جب رات آتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے اور جب دن ہوتا ہے تو رات کہاں جاتی ہے؟

یہودی: علم خدا میں۔

حضرت علیؓ: بس اسی طرح بہشت بھی علم خدا میں ہوں گے۔

جب جناب رسالت مآب ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی تو یہ آیہ فاسئلوا اهل الذکر الخ نازل ہوئی۔

("حضرت علیؓ کے فیصلے" از محمد وصی خان)



دوسرا باب

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کے

دورِ خلافت میں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کے فیصلے



حضرت ابوبکر ؓ سے مخلصانہ تعاون کا فیصلہ

حضرت علیؓ عین اپنی روایتی خاندانی شرافت، عالی ظرفی، بے نفسی، عالی نسبی اور بے داغ خلوص و صداقت کے مطابق زندگی بھر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانہ میں اُن کے معاون رہے، وہ ان کے بہترین مشیر اور سچے خیر خواہ تھے ہر بات میں اسی امر کو ترجیح دیتے جس میں اسلام اور مسلمانوں کی بہبود اور بہتری مضمر ہو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اخلاص اور مسلمانوں کے مفاد میں اور خلافت کے اقدامات کو کامیاب بنانے میں صحیح و مخلصانہ مشورہ اور تعاون سے کبھی دریغ نہیں کیا اس کا انتہائی روشن نا قابل انکار کھلا ثبوت جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا اتحاد اور خلافت کی کامیابی سے زیادہ کوئی شے ان کو عزیز نہ تھی یہ واقعہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ مرتدین سے جنگ کرنے اور ان کے خلاف فوجی کارروائیوں کی بذات خود قیادت کرنا چاہتے تھے اور اس سلسلہ میں ذوالقصہ جانے کے لئے پا بہ رکاب تھے جو ایک انتہائی خطرناک اقدام تھا جس سے نہ صرف ان کی ذات بلکہ پورے اسلامی وجود کو خطرہ لاحق ہو گیا۔

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ:

”دار قطنی سعید بن المسیب سے اور وہ حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ ”ذوالقصہ“ کے لئے تیار ہوئے اور اپنی سواری (اونٹنی) پر بیٹھ گئے تو حضرت علیؓ نے اس کی مہار پکڑ لی اور کہا، اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ کدھر جا رہے ہیں؟ میں آپ سے وہی کہتا ہوں جو اُحد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اپنی تلوار نیام میں رکھو اور ہم سب کو اپنی دائمی جدائی کا صدمہ نہ دو اور مدینہ واپس جاؤ، بخدا اگر آپ کو کوئی چشم زخم پیش آیا تو اسلام کا شیرازہ ہمیشہ کے لئے بکھر جائے گا، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ واپس ہو گئے، اس روایت کو زکریا الساجی اور زہری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا ہے۔“

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت علیؓ کا......معاذ اللہ......اگر حضرت ابوبکرؓ اوران کی خلافت کی طرف سے دل صاف نہ ہوتا اوران سے علی الرغم بیعت خلافت کی ہوتی تو ان کے لئے یہ سنہری موقع تھا، جس سے بآسانی فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا وہ حضرت ابوبکرؓ کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے، کیا تعجب تھا کہ ان کا رشتۂ حیات ہی منقطع ہوجاتا اور اس قصہ سے تقدیری طور پر چھٹی ہی مل جاتی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر (خاکم بدہن) ممکن تھا (اگر وہ واقعی دل سے حضرت ابوبکر ﷺ کو ناپسند کرتے اوران سے گلوخلاصی چاہتے تھے تو) کہ وہ کسی کو اشارہ کردیتے کہ ان کا (کسی ترتیب سے) کام ہی تمام کردیتا، اور یہ سیاسی ذہن رکھنے والوں اور ناخدا ترس مخالفین کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

اس اہم اور نازک موقعہ پر جو اسلام کے مستقبل اور امت اسلامیہ کے وجود کو خطرہ میں ڈال سکتا تھا، عام اور روزمرہ کی زندگی میں بھی صدیق اکبرؓ اور علی مرتضیٰؓ کا خصوصی طور پر اور صحابہ کرام کا عمومی طور پر ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ مسرت اور تکلیف میں شریک حال ہونا اور ایک خاندان کے افراد کی طرح برتاؤ کرنا تاریخ کے کھلے ہوئے ذہن کے ساتھ وسیع مطالعہ سے واضح ہوتا ہے۔'' (المرتضیٰ از مولانا ابوالحسن علی ندویؒ)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکرؓ سے بیعت

اس سلسلہ میں مختلف روایتیں ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر ﷺ کی خلافت کی بیعت کب کی، حافظ ابوبکر البیہقی اپنی سند کے واسطہ سے حضرت ابوسعید الخدری ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

''حضرت ابوبکر ﷺ منبر پر چڑھے اورلوگوں پر نظر دوڑائی، ان میں حضرت

علی ﷺ کو نہیں پایا تو اُن کو بلا کر کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے عم زاد بھائی اور آپ ﷺ کے داماد! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے؟ حضرت علی ﷺ نے کہا مجھے کوئی شکایت یا رنجش نہیں اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ یہ کہہ کر آپ نے بیعت کر لی، یہی الفاظ تھے یا اس کا مفہوم یہی ہے۔" (البدایہ والنہایہ ج ۵ صفحہ ۲۹۳)

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"اس واقعہ کا ایک اہم اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے پہلے ہی دن بیعت کی ہے یا وفات کے دوسرے روز اور یہی حقیقت امر ہے کیونکہ حضرت علی ﷺ نے کسی وقت حضرت ابوبکر ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑا، اور کسی نماز میں بھی غیر حاضر نہیں رہے۔"

مشہور ہے کہ حضرت علیؓ نے ضروری سمجھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے احساسات و جذبات کا کسی درجہ لحاظ کریں اس لئے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی، پھر جب فاطمہ رضی اللہ عنہا چھ ماہ بعد انتقال کر گئیں تو حضرت علیؓ نے برسر عام بیعت کی، ابن کثیر اور دوسرے اہل علم کا رُجحان اس طرف ہے کہ یہ دوسری بیعت پہلی بیعت کی توثیق و تجدید تھی اس سلسلہ میں صحیحین اور اُن کے علاوہ دوسری کتابوں میں متعدد روایتیں ہیں۔" (المرتضیٰؓ)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کیا اور کسی موقع پر بھی ان سے علیحدگی اختیار نہیں فرمائی۔

ابن جریر طبری نے حبیب بن ابی ثابت سے ایک روایت نقل کی ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تھے کہ انہیں پتہ چلا:

قد جلس ابوبکر للبیعة فخرج فی قمیص ما علیہ ازار ولا رداء عجلا کراهیة ان یبطئ عنها حتی بایعه ثم جلس الیه وبعث الی ثوبه فاتاه فتجلله ولزم مجلسه.

"ابوبکر ؓ بیعتِ خلافت کے لئے مسجد میں بیٹھے ہیں تو سیدنا علی ؓ اپنے گھر سے اس تیزی اور عجلت سے باہر نکلے کہ آپ کے پاس نہ ازار تھا اور نہ چادر، اور یہ جلدی اس وجہ سے کی کہ کہیں بیعت میں دیر نہ ہو جائے، حتیٰ کہ آپ نے سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کی بیعت کی اور ان کی خدمت میں بیٹھے رہے۔ اور وہاں سے آدمی بھیج کر اپنی چادر منگوائی اور اس مجلس میں شامل رہے۔" (طبری جلد ۲ ص ۴۴۷)

علامہ بلاذری نے بھی اس بارہ میں ایک روایت نقل کی ہے کہ جب صحابہ کرامؓ نے سیدنا صدیق اکبر ؓ کی بیعت کر لی تو علی ؓ اور زبیر ؓ بیعت سے الگ رہے اور بیعت کرنے نہ آئے۔ سیدنا ابوبکر ؓ نے ان کی طرف سیدنا عمر ؓ اور سیدنا زید ؓ بن ثابت کو بھیجا۔ وہ دونوں سیدنا علی ؓ کے گھر پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ سیدنا زبیر ؓ نے دروازہ کے سوراخ میں سے دیکھا اور پھر سیدنا علی ؓ کی طرف لوٹے اور کہا کہ یہ دونوں حضرات اہلِ جنت میں سے ہیں۔ ان سے ہمارا جھگڑا کرنا درست نہیں۔ سیدنا علی ؓ نے فرمایا ان کے لیے دروازہ کھول دو۔ پھر یہ دونوں حضرات باہر نکلے اور ان کے ساتھ حضرت ابوبکر ؓ کے پاس آئے۔ سیدنا ابوبکر ؓ نے کہا کہ اے علی! آپ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ آپ اس معاملہ میں اپنے آپ کو زیادہ حق دار خیال کرتے ہیں یا میں زیادہ مستحق ہوں؟......

سیدنا علی ؓ نے کہا:

لا تثریب یا خلیفة رسول اللہ! ابسط یدک ابایعکَ فبسط یدهٗ فبایعهٗ......

"اے خلیفۂ رسول! کوئی سرزنش نہیں ہونی چاہیے۔ آپ ہاتھ پھیلائیں میں بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر ؓ نے ہاتھ پھیلایا اور سیدنا علی ؓ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔"

اسی طرح سیدنا زبیر ؓ سے بھی کہا گیا۔ انہوں نے بھی کہا کہ اے خلیفۂ رسول!

ملامت نہ کیجئے، ہاتھ بڑھایئے میں بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ سیدنا ابوبکرؓ نے ہاتھ بڑھایا اور سیدنا زبیرؓ نے بیعت کی۔ (انساب الاشراف ج۱ ص۵۸۵، مصر)

ایک زبردست آزمائش اور زبردست فیصلہ

خلافتِ صدیقی کے اول ہی دور میں ایک ایسا آزمائشی مرحلہ پیش آیا، جس میں حضرت علیؓ کے طرزِ عمل نے واضح طور پر ثابت کر دیا کہ وہ خاندانی عصبیت اور سیاسی طرز فکر سے (جو موقعہ سے فائدہ اٹھاتا ہے) کوسوں دور اور اخلاص وایثار کا پیکر تھے' ابن عساکر نے سوید بن غفلہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:

''ابوسفیانؓ، حضرت علی اور حضرت عباس (رضی اللہ عنہما) کے پاس آئے اور کہا: اے علی! اور اے عباس! کیا بات ہے کہ خلافت قریش کے اس قبیلہ میں گئی جو مرتبہ کے اعتبار سے پست اور تعداد کے لحاظ سے بہت کم ہے، بخدا اگر تم دونوں آمادہ ہو تو ہم مدینہ کو اپنے حامیوں اور مؤیدین کے لشکر سے بھر دیں، حضرت علیؓ نے جواب دیا: خدا کی قسم میں ہرگز اس کی اجازت نہیں دے سکتا، اگر ہم نے ابوبکرؓ کو اس خلافت کا اہل نہ سمجھا ہوتا تو ہم اس آسانی سے منصب خلافت ان کے حوالہ نہ کرتے، اے ابوسفیان! اہل ایمان کا شعار خلوص و صداقت ہے' وہ ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوتے ہیں، ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں خواہ ان کے مستقر اور ان کے اجسام میں مکانی طور پر کتنا ہی فاصلہ کیوں نہ ہو، قلب وزبان کا تفاوت اور قول وعمل کا تضاد منافقین کا شیوہ ہے۔''

اس فیصلہ پر مزید ثابت قدمی

''نہج البلاغہ'' کی شرح ابن ابی الحدید میں مذکور ہے کہ:

''جب ابوسفیانؓ نے حضرت علیؓ سے اجازت طلب کی کہ وہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرلیں تو حضرت علیؓ نے جواب دیا: تم ہم سے ایسی بات کے طالب ہو جو ہمارا کام نہیں، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک وصیت کی ہے جس پر ہم قائم ہیں؟ ابوسفیان یہ سن کر حضرت عباسؓ کے گھر گئے اور کہا اے ابوالفضل تم اپنے برادر زادہ (حضور ﷺ) کی جانشینی

کے زیادہ مستحق ہو، ہاتھ بڑھاؤ میں تمہیں خلیفہ تسلیم کرتا ہوں جب میں تم سے بیعت کرلوں گا تو کوئی بھی تمہارے بارے میں اختلاف نہیں کرے گا، حضرت عباسؓ یہ سن کر ہنسے اور کہا: اے ابوسفیان! جس چیز کو علیؓ نامنظور کریں اس کا میں طالب ہوں؟ یہ سن کر ابوسفیان ناکام واپس آئے۔"

اس سلسلہ کی ایک روایت یہ ہے کہ:

"جب فضل بن عباس نے کہا: اے بنی تیم آپ نے ایک نبی کی خلافت حاصل کی ہے (اور وہ نبی ہمارے خاندان کا تھا) تمہارے مقابلہ میں ہم (خاندانی طور پر) اس کے زیادہ حقدار ہیں' ابولہب بن عبدالمطلب بن ہاشم کے بعض فرزندوں نے اس طرح کا کوئی شعر بھی کہا، زبیرؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے یہ سنا تو ان کو بلا کر ان کو روکا اور کہا کہ خبردار آئندہ ایسی بات زبان پر نہ لاؤ اور فرمایا: "سلامة الدين احب الينا من غيره" یعنی دین کی بقا ہمیں دوسری باتوں کی نسبت زیادہ عزیز ہے"

یعقوبی کی روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عتبہ ابن ابی لہب کو سختی سے جھڑک دیا جب کہ اس نے ایک شعر کہا جس کا مطلب تھا:

"میں نہیں سمجھتا تھا کہ زمامِ کار پہلے ہاشم کے خانوادے سے نکلے گی اور پھر ابوالحسن کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

رسول خدا ﷺ کے مقام دفن کے بارے میں

تاریخ اسلام کی متعدد کتابوں میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے دارفانی سے رحلت فرمائی تو لوگوں کے درمیان آپ کے مقام دفن کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے خود سنا ہے کہ نبی جس جگہ وفات پائے اس کی تدفین بھی اسی جگہ کی جاتی ہے، سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کو جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا یہ قول معلوم ہوا تو آپؓ نے بھی اس کی تصدیق کی چنانچہ حضور ﷺ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قرب میں دفن کیا گیا۔

حرمت کا علم نہ رکھتے ہوئے ایک شخص کا شراب پینا

خلیفہ بلافصل سیدنا حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص نے شراب پی، لوگ اسے حضرت ابوبکرؓ کے پاس لائے تا کہ اسے شرعی سزا دی جائے حضرت ابوبکرؓ نے اس سے پوچھا کیا تو نے شراب پی ہے؟

اس نے کہا: ہاں!

حضرت ابوبکرؓ نے کہا: جب کہ تجھے علم ہے کہ شراب کا پینا حرام ہے، پھر کیوں پی؟

اس نے کہا: میں مسلمان ہوں اور ایسے لوگوں کے درمیان رہتا ہوں جو شراب کو حلال سمجھ کر پیتے ہیں۔ اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ شراب پینا حرام ہے تو میں ضرور اجتناب کرتا۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر کہا: اس کے اس بارے میں کیا رائے ہے؟

حضرت عمر نے عرض کیا کہ حضرت اس مسئلہ کا حل میرے ذہن میں تو کچھ نہیں اس سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰؓ سے رجوع کرنا چاہیے۔

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دوسرے حاضرین کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؓ کے ہاں تشریف لائے اور آپؓ کے سامنے واقعہ بیان کیا۔

حضرت علیؓ نے مقدمہ سننے کے بعد فرمایا کہ کسی شخص کو انصار و مہاجرین کے پاس بھیج کر اس بات کی تصدیق کرائی جائے کہ کیا ان لوگوں نے اس کے سامنے حرمت شراب والی آیت پڑھی ہے؟ چنانچہ ایک شخص کو بھیج کر مہاجرین وانصار صحابہ کرامؓ سے اس بارے میں پوچھا گیا لیکن کسی نے بھی اس بات کی گواہی نہ دی تو حضرت علی المرتضیٰؓ کی سفارش پر اس شخص کو آزاد کر دیا گیا اور آپؓ نے فرمایا کہ اگر اس کے بعد بھی تو نے شراب پی تو میں تجھے شرعی سزا دوں گا۔

وفات رسول ﷺ کے بعد سب سے پہلا مقدمہ

امام جعفر صادقؒ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک ایسا فیصلہ کیا جو آپ سے قبل کسی نے نہیں کیا تھا اور یہ سب سے پہلا قضیہ ہے جو حضرت نے بعد وفات رسول ﷺ

طے کیا، ایک شخص نے عہد حضرت ابو بکرؓ میں شراب پی جب اس کو پکڑ لایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ تو نے شراب پی ہے تو اس نے اقرار کیا۔ پھر پوچھا کیوں پی؟ کہا کہ میں اسلام لایا اور میرا گھر ان لوگوں کے پاس ہے جن کو شراب پینے کی عادت ہے اگر مجھ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شراب پینا حرام ہے تو نہ پیتا، یہ سُن کر حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہوئے کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے، حضرت عمرؓ نے جواب دیا یہ بھی منجملہ ان مشاکل کے ہے جن کو صرف ابوالحسنؓ ہی حل کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہر دو بزرگ اس شخص کو لے کر حضرت علیؓ کے پاس آئے اور واقعہ بیان کیا حضرت نے فرمایا کہ اس کو چند لوگوں کے ساتھ جماعت، مہاجرین وانصار میں گھماؤ اور پوچھو کہ کسی نے اس کے سامنے آیہ حرمت خمر پڑھی ہے کہ نہیں اگر پڑھی ہو تو اس کی گواہی دے چنانچہ اس کو ہر طرف پھرایا گیا لیکن کسی نے اس امر کی گواہی نہ دی لہٰذا آپ نے حکم دیا کہ اس کو چھوڑ دیا جائے آئندہ اگر پیئے تو حد جاری کی جائے۔ (ناسخ التواریخ ج۲/۱۳۷)

لواطت کی سزا

صاحب کنز العمال علامہ علی متقی ہندی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن منکدرؒ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ سیدنا حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو خط لکھا کہ عرب کے کچھ قبائل میں سے مرد مردوں سے نکاح کر رہے ہیں جس طرح عورتوں سے نکاح کیا جاتا ہے، یعنی اغلام واقع ہو رہا ہے۔

یہ خط حضرت ابو بکرؓ کو ملا تو انہوں نے اصحاب رسول ﷺ کو ایک مقام پر جمع کر کے ان سے اس مسئلے پر مشورہ دریافت کیا۔ اس مجمعے میں سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ بھی موجود تھے۔ آپؓ نے بڑی شدومد سے ارشاد فرمایا: یہ بہت بڑا گناہ ہے ایک قوم اس گناہ کی مرتکب ہوئی، خداوند عالم نے اس گناہ کا ارتکاب کرنے میں انہیں عذاب میں گرفتار کیا۔ لہٰذا اس مسئلے کا فیصلہ یہ ہے کہ اس جرم میں مرتکب افراد کو دہکتی ہوئی آگ میں جلایا جائے چنانچہ سیدنا حضرت ابو بکرؓ نے ان کو آگ میں جلانے کا حکم دیا۔

(حضرت علیؓ کے فیصلے۔ از محمد وصی)

ایک دلچسپ فیصلہ

روایت ہے کہ ایک شخص ایک آدمی کو پکڑ کر حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس لایا اور کہا یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے عالم خواب میں تیری ماں سے جماع کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ یہ بات سن کر حیران پریشان ہو گئے اور سوچنے لگے کہ اس کا جواب کیا دوں۔ سیدنا حضرت علی ؓ بھی دربار خلافت میں موجود تھے اور کہنے لگے اس مسئلے کا فیصلہ یہ ہے کہ اس شخص کو دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سائے کو کوڑے مارے جائیں، کیونکہ خواب کی حقیقت مثل سایہ کے ہے ساتھ ہی اس شخص کو بھی تازیانے مارے جائیں، تاکہ اس کے بعد اس طرح کے خواب بیان کر کے کسی دوسرے مسلمان کو اسی طرح اذیت نہ پہنچائے۔

(مناقب آل ابی طالب مصنفہ ابن شہر آشوب)

صبح نکاح، شام کو بچے کی ولادت

روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے صبح کے وقت ایک عورت سے عقد کیا اور شام کے وقت اس عورت نے بچے کو جنم دیا، چند لمحہ بعد وہ شخص بھی مر گیا، ماں اور بیٹا اس کے جمع کردہ مال کے وارث بن گئے کیا ایسا ممکن ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے جواب میں کچھ نہ کہا اور خاموش ہو گئے۔ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ ؓ بھی دربار خلافت میں موجود تھے اور شاید انہیں اصل صورتحال کا علم تھا انہوں نے فرمایا: ہاں! ایسا ممکن ہے یہ وہ شخص ہے جس کے پاس یہ عورت کنیز تھی اور یہ کنیز اس شخص سے حاملہ تھی، جب بچے کی پیدائش قریب ہوئی تو اس شخص نے کنیز کو آزاد کر دیا پھر صبح کے وقت اسی عورت کے ساتھ نکاح کیا اور شام کے وقت اس عورت کے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی۔ چند لمحوں بعد وہ شخص مر گیا ماں اور بیٹا اس کی وراثت کے مالک بن گئے۔

(مناقب آل ابی طالب از ابن شہر آشوب)

سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کا جنازہ اور حضرت علیؓ کا فیصلہ

عبدالرزاق ابن جریج سے راوی ہیں:

"سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اور آپ ﷺ کو اپنی اولاد میں سب سے زیادہ محبوب تھیں، ابو عمر کہتے ہیں جو بات دل کو لگتی ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینب، پھر حضرت رقیہ ان کے بعد حضرت اُم کلثوم اور آخری حضرت فاطمہ تھیں رضی اللہ عنہن"

"امام مالکؒ اس سند سے جو حضرت جعفر صادقؒ سے شروع ہو کر سیدنا زین العابدینؒ پر ختم ہوتی ہے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال مغرب و عشاء کے درمیان ہوا، انتقال کی خبر سن کر حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم تشریف لائے جب جنازہ نماز پڑھنے کے لئے لایا گیا تو حضرت علی ﷺ نے حضرت ابوبکر ﷺ سے کہا کہ نماز پڑھایئے، انہوں نے فرمایا کہ آپ کی موجودگی میں؟ حضرت علی ﷺ نے جواب دیا کہ ہاں! آگے بڑھئے واللہ آپ کے سوا کوئی نماز نہیں پڑھائیگا، حضرت ابوبکر ﷺ نے نماز پڑھائی اور رات ہی کو تدفین عمل میں آئی۔"

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ مطرف بن عبداللہ الیساری نے خبر دی کہ ہم سے عبدالاعلیٰ بن ابی مساور نے حماد سے اور انہوں نے ابراہیم سے روایت کیا کہ ابوبکر صدیق ﷺ نے فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی۔
(المرتضیٰؓ، از سید ابوالحسن علی ندویؒ)

وفاتِ ابوبکر صدیق ﷺ پر آپ ﷺ کا اظہارِ غم

روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کی وفات ہوئی، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے "اناللہ وانا الیہ راجعون" پڑھا، اور روتے ہوئے عُجلت کے ساتھ وہاں پہنچے اور کہا:

"اللہ کی آپ پر رحمتیں ہوں اے ابوبکر! واللہ آپ سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے زیادہ آپ کا ایمان کمل تھا، اور سب سے زیادہ آپ کا یقین پختہ تھا، آپ سب سے زیادہ اللہ کا خوف اپنے دل میں رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے زیادہ اعتماد رکھنے والے تھے، حضور کے اُسوہ، اخلاقِ حسنہ، خوبی و بلندیٔ کردار سے آپ ہی کو سب سے زیادہ

مشابہت ومناسبت تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک زیادہ محترم اور زیادہ قابل اعتماد آپ ہی تھے، اللہ تعالیٰ سلام کی طرف سے آپ کو جزائے خیر دے، آپ نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی جب سبھوں نے تکذیب کی تھی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کو صدیق قرار دیا، اور فرمایا: "وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ" (الزمر:۳۳) "جو سچائی لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی، یہی لوگ متقی ہیں"۔ آپؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وقت غمخواری کی جب سب لوگ پیچھے مُڑ رہے تھے، آپ ان کے ساتھ اس وقت کھڑے ہوئے جب لوگ بیٹھ رہے تھے، سختی ومصیبت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا، جب کہ لوگ ساتھ چھوڑ کر نکل رہے تھے، ثانی اثنین کا اعزاز صحبت رکھنے والے، ہجرت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفیق، آپ کو دلاسہ اور تسکین دینے والے، اُمت میں ان میں بہترین قائم مقامی (خلافت کا حق ادا) کرنے والے آپ ہی تھے، آپ اس وقت مضبوط رہے جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی ڈھیلے تھے، ایسے موقع پر سامنے آئے جب دوسرے سُست تھے، آپ ایسے وقت میں کامیاب رہے جب دوسرے ناکام رہے، قوت کے ساتھ اس وقت چلے جب لوگ رُک رہے تھے، آپؓ سب میں زیادہ دیر تک خاموش رہنے والے اور سب سے زیادہ جچی تلی بات کرنے والے تھے، دل کے سب سے زیادہ شجاع، عمل میں سب سے برتر، آپ اس شان کے تھے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "جسم کے کمزور اور خدا کے حقوق ادا کرنے میں قوی، اپنی ذات کے لحاظ سے منکسر المزاج مگر اللہ کے نزدیک ذی وجاہت، آسمان وزمین میں پسندیدہ" اللہ آپ کو ہماری طرف سے، اسلام کی طرف سے بہترین صلہ وجزاء عطا فرمائے۔"

(الجوہرۃ فی نسب النبی واصحابہ العشرۃ، ج۲ص۱۲۶)

تیسرا باب

سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ
کے
دورِ عدل وانصاف میں
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
کے فیصلے



حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؓ کا تعاون

سیدنا عمر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے درمیان کس درجہ اخلاص و مودت کا تعلق تھا، وہ ایک دوسرے کے کیسے قدرداں تھے اور ہر ایک ایک دوسرے پر کس درجہ اعتماد کرتا تھا، نیکی و پرہیزگاری (جس کو قرآن کریم نے البر والتقویٰ" کہا ہے) کے امور میں تعاون کرتے تھے، خلافت کے اہم معاملات میں ہاتھ بٹاتے تھے، اور ایک دوسرے کی خیر خواہی اور آپس میں مشورہ سے کام کرتے تھے، اس سلسلہ کی ایک مثال ملاحظہ فرمایئے:

نافع الیعثی کا بیان ہے:

"ایک مرتبہ میں احاطہ صدقہ میں عمر بن الخطابؓ اور علی بن ابی طالبؓ کے ساتھ داخل ہوا، عثمانؓ سایہ میں بیٹھ کر لکھنے لگے، علیؓ ان کے سامنے کھڑے جو کچھ عمرؓ کہتے اس کا املاء کرا رہے تھے، عمرؓ کی کیفیت یہ تھی کہ وہ دھوپ میں کھڑے تھے، سخت گرمی پڑ رہی تھی، ان کے جسم پر دو چادریں تھیں ایک سے جسم لپیٹے ہوئے تھے، اور دوسری چادر سر پر ڈالے تھے صدقہ میں آئے ہوئے اونٹ شمار کر رہے تھے ان اونٹوں کے رنگ اور ان کے دانت (تاکہ اونٹوں کی عمریں معلوم ہوں) نوٹ کر رہے تھے، اس موقع پر حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ قرآن میں آیا ہے:

يٰٓأَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ.

(القصص:۲۶)

پھر عمر فاروقؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا " ھذا القوی الامین " یہ ہیں وہ جن کو قوی اور امین کہا جائے۔"

(المرتضیٰؓ، از حضرت سید ابوالحسن علی ندویؒ)

سیدنا علی ؓ کا سیدنا فاروقِ اعظم ؓ کے ساتھ تعاون

جہاں یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ سیدنا علی ؓ نے نہایت خوش دلی اور رضا و رغبت سے امیر المومنین سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی وہاں اس بات میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ سیدنا علی ؓ امورِ مملکت میں سیدنا عمر ؓ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون فرماتے تھے اور سیدنا عمر ؓ ان سے اکثر معاملات میں مشورہ بھی کرتے تھے۔ بلکہ روایات میں تو یہاں تک آتا ہے کہ سیدنا عمر ؓ جب بھی مدینہ طیبہ کو چھوڑ کر باہر تشریف لے گئے تو سیدنا علی المرتضیٰ ؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کر گئے۔ چنانچہ چودہ ہجری میں مدینہ طیبہ سے باہر پانی کے ایک چشمہ پر تشریف لائے تو تاریخ میں مرقوم ہے کہ:

استخلف علی المدینۃ علیّ ابن ابی طالب......

"انہوں نے مدینہ طیبہ میں علی ؓ بن ابی طالب کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔"

(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۵)

تراویح کے تعین میں حضرت علی ؓ کی معاونت

چودہ ہجری میں سیدنا فاروقِ اعظم ؓ نے رمضان المبارک میں نماز تراویح کا ایک جماعت کے ساتھ پڑھنا تجویز فرمایا تھا بلکہ اس کا اہتمام بھی فرمایا (تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۹۸) ۱۴ھ کے بعد تراویح کا یہ اہتمام ہر سال چلتا رہا یہاں تک کہ سیدنا عثمان بن عفان ؓ کے عہدِ خلافت میں ایک مرتبہ سیدنا علی ؓ نمازِ عشاء کے لیے مسجد میں تشریف لائے، دیکھا کہ مسجد میں روشنی کا اچھا خاصا انتظام ہے اور تراویح میں لوگ قرآن سن رہے ہیں۔ یہ روح پرور منظر دیکھ کر سیدنا علی المرتضیٰ ؓ نے فرمایا:

نوّر اللہ علیٰ عمر قبرہٗ کما نوّر علینا مساجدنا......

"اللہ تعالیٰ عمر ؓ کی قبر کو منور فرمائے جس طرح انہوں نے ہماری مساجد کو منور فرمایا۔"

(قیام اللیل للمروزی ص ۱۵۶، تاریخ الخلفاء ص ۹۷، الریاض النضرہ: ج ۱ ص ۲۷۰)

کسی کے بارہ میں یہ الفاظ اسی شخص کی زبان سے نکل سکتے ہیں جس کے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں کسی کی محبت جاگزیں ہو۔ منافقت اور تقیہ سے ایسے الفاظ نہیں نکل سکتے، اور ان الفاظ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مابین محبت و مودت کا رشتہ اخلاص اور نیکی کی بنیادوں پر استوار تھا اور وہ اپنا ہر کام باہمی مشورہ اور خیر خواہی سے کرتے تھے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا آپ رضی اللہ عنہ پر اعتماد

سیدنا علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک خیر خواہ، قابل اعتماد رفیق و مشیر تھے، حکیمانہ انداز میں مشکل سے مشکل مسئلہ کو اس طرح حل کر دیتے کہ شک وشبہ کی گنجائش نہ رہتی، ایک روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "**لولا علی لھلک عمر**" اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔" نیز تاریخ و ادب کی کتابوں میں یہ جملہ ضرب المثل بن گیا ہے "قضیۃ ولا ابا حسن لھا" (ایک پیچیدہ مسئلہ سامنے ہے مگر اس کے حل کے لئے ابوالحسن نہیں) اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**اقضاھم علی**" یعنی مشکل مسائل کے حل اور گتھیوں کے سلجھانے میں سب سے زیادہ قدرت رکھنے والے علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس کے سفر پر گئے تو اپنی جگہ پر قائم مقام حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو بنا گئے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دیدیا تھا اور یہ دلیل ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کتنی عزت دل میں رکھتے تھے، اور ان کا آپس میں کس درجہ ارتباط تھا۔

اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں تعاون

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کس درجہ عزیز تھی، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وہ کس درجہ مخلص تھے، اس کا سب سے زیادہ واضح اور بیّن ثبوت

یہ ہے کہ جب نہاوند کا معرکہ سامنے آیا، اس موقع پر (جو انتہائی فیصلہ کن مرحلہ تھا) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو موقف اختیار کیا وہ صرف ایک مخلص ترین انسان کا ہو سکتا ہے)

حضرت عمرؓ نے اہل شوریٰ کو جمع کیا اور اِن سے مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ "اب سخت خطرناک حالات سامنے ہیں میں نے ارادہ کیا ہے کہ میرے ساتھ جو لوگ ہیں اور جن پر قابو ہے ان کو لے کر ان دونوں شہروں کے درمیان کسی منزل پر فوج اتاروں پھر ان کو دشمنوں سے مقابلہ پر کھڑا کردوں اور خود ان کی پشت پناہی کرتا رہوں تا آنکہ اللہ تعالیٰ ان پر فتح ونصرت کے دروازے کھول دے اور وہ فیصلہ کردے جو اس کی مرضی ومشیت ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح مند کیا تو دشمنوں کو خود ان کے شہروں میں پسپا کردوں گا۔"

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے کہا: "آپ معاملہ کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں جو بھی فیصلہ کریں مناسب ہوگا ہمیں جو حکم دیں گے ہم اس کی اطاعت کریں گے۔"

حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کی رائے معلوم کی، انہوں نے فرمایا: "امیر المومنین! میری رائے یہ ہے کہ آپ اہل شام کو حکم دیں کہ وہ شام کی طرف سے نکلیں اور اہل یمن کو لکھیں وہ یمن کی طرف سے نکلیں پھر آپ اہل حرمین کو لے کر کوفہ اور بصرہ پہنچ جائیں، اس طرح سارے مسلمان بیک وقت تمام کفار کے مقابلہ میں ہوں گے۔"

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی طرف دیکھا اور اُن کی رائے معلوم کی حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے ان دونوں کی رایوں سے اختلاف کیا اور حضرت عمرؓ کو مشورہ دیا کہ وہ مدینہ نہ چھوڑیں، اسی جگہ پر رہیں، اور فوج کی قیادت کے لئے کسی کو نائب بنادیں، اہل بصرہ اور مسلمانوں کی فوج عراق آجائے اور تمام والیوں کو اپنے مراکز پر ثابت قدمی کے ساتھ موجود رہنا چاہئے (اور آپ یہیں قیام کریں) کیونکہ اگر مسلمانوں کے ذمہ دار (خلیفہ) پر خدانخواستہ کوئی افتاد آئی (یعنی حالت جنگ میں قتل ہو گئے) تو اسلام اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جائے گا، اور پھر اس کا کوئی تدارک نہیں ہو سکے گا اور اس کا وجود بھی باقی نہیں رہے گا۔

حضرت عمرؓ نے کہا: "یہی مناسب رائے ہے اور اسی پر انہوں نے عمل کیا پھر

رائے معلوم کی کہ اس جنگ کا سپہ سالار کس کو بنایا جائے اور اس کو عراق ہی کا باشندہ ہونا چاہئے لوگوں نے کہا: اپنی فوج کا حال آپ کو زیادہ معلوم ہے آپ جانتے ہیں کہ کون کہاں ہے اور کیا صلاحیت رکھتا ہے، حضرت عمر ﷺ نے نعمان بن المقرن المزنی کو سرلشکر متعین کر دیا، لوگوں نے کہا وہی اس منصب کے اہل ہیں۔" (المرتضیٰؓ، ازعلی میاں ندویؒ)

حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ سے مشورہ

"نہج البلاغۃ" (امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مکاتب و خطبات کا مجموعہ ہے) میں تفصیل کے ساتھ اور پرتاثیر انداز بیان میں اس مکالمہ کا ذکر ہے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بذات خود فوج کی قیادت کرنے کا ارادہ کیا اور اس معاملہ میں حضرت علیؓ سے مشورہ لیا تو انہوں نے فرمایا:

"یہ اسلام کا معاملہ ہے اس میں نصرت یا عدم نصرت کا دارومدار افراد کی کمی بیشی پر نہیں ہے یہ اللہ کا دین ہے جس کو اس نے غالب کرنے کا ارادہ فرمالیا ہے' اپنا لشکر خود اسی نے تیار کیا ہے اور اسی نے اپنی نصرت سے سرفراز کیا ہے' وہ جس قدر بھی پھیلا بڑھا اور چمکا وہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا ایک مظہر ہے' وہی اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا اور اپنے لشکر کا محافظ و نگراں ہے اور قیم بالامر (ولی الامر و خلیفہ) کی حیثیت اس لڑی کی ہے جس میں دانے گندھے ہوتے ہیں یہ لڑی سب دانوں کو جوڑے رکھتی ہے اور باہم ایک کو دوسرے سے پیوست رکھتی ہے اگر وہ لڑی ٹوٹ جائے تو سب دانے بکھر جائیں گے پھر کبھی بھی اپنی اصل اور ابتداء کے مطابق یکجا نہ ہو سکیں گے آج عرب اگرچہ تعداد میں کم ہیں لیکن اسلام کی بدولت ایک اہم قوت ہیں، وہ غالب اس لئے ہیں کہ سب متحد اور یکجا ہیں آپ (ان کے لئے) "قطب" کی حیثیت سے رہئے اور عربوں کو اس کے گرد گھمایئے اور ان کو جنگ کی آگ سے مقابلہ کرنے دیجئے، اس لئے کہ اگر

آپ اُن کے درمیان سے ہٹ گئے تو اطراف واکناف سے سب عرب آپ پر ٹوٹ پڑیں گے آپ اپنے پیچھے جو غیر محفوظ سرحدیں چھوڑ جائیں گے وہ ان سے زیادہ اہمیت رکھتی ہوں گی جو آپ کے سامنے درپیش ہیں۔ اہل عجم کل آپ کو دیکھیں کر کہیں گے' یہ عرب کی اصل طاقت اور سرمایہ ہے' اگر تم نے ان پر قابو پالیا تو ہمیشہ کے لئے چھٹی مل گئی اور یہ بات ان کے مقابلہ کے جذبہ اور صلاحیت کو تیز کر دے گی اور ان کے حوصلہ اور طمع کو بڑھائے گی اور جو آپ نے ذکر کیا کہ یہ اہل عجم مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے نکل پڑے ہیں تو اللہ ان کے اس اقدام کو آپ سے زیادہ ناپسند کرتا ہے اور جس کو وہ ناپسند فرماتا ہے اس کو بدل دینے پر زیادہ قادر ہے اور آپ نے ان کی تعداد کا جو ذکر کیا ہے تو یاد رکھئے اب تک اللہ تعالیٰ نے جو فتح و ظفر نصیب فرمایا ہے اس میں تعداد کی کثرت کو کوئی دخل نہیں تھا ہم تو صرف اللہ کی مدد اور اعتماد پر جنگ کرتے رہے ہیں۔"

جنگ یرموک کے موقع پر حضرت علیؓ کا مشورہ

یرموک کی جنگ سے پہلے جب حضرت عمرؓ نے روم پر حملہ کرنے کے سلسلہ میں مشورہ لیا تو اس موقع پر بھی حضرت علیؓ کی رائے نہ صرف صائب تھی بلکہ ان کے اخلاص کی اعلیٰ دلیل بھی ہے' جیسا کہ معلوم ہے یرموک کی جنگ شام کے معرکوں میں سب سے اہم تھی اس جنگ میں کامیابی پر شام کی دوسری فتوحات کا انحصار تھا، حضرت ابوعبیدہؓ نے ایک پیام رساں کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا کہ انہیں مطلع کرے کہ روم کے فوجیوں کا ایک اُمڈتا ہوا سیلاب ہے جو خشکی اور تری دونوں راستوں سے مسلمانوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے انصار و مہاجرین کو جمع کیا اور ان کو ابوعبیدہؓ کا خط پڑھ کر سنایا، صحابہ کرام یہ سن کر بڑے متاثر ہوئے اور کچھ لوگوں کے آنسو نکل آئے کچھ لوگوں نے جوش میں آکر کہا کہ ہم امیر المومنین کو خدا کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ ہمیں شام جا کر اپنے بھائیوں کے لئے

اپنے دل وجان نچھاور کرنے کی اجازت دیں انصار ومہاجرین کا جوش بڑھ رہا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے تجویز پیش کی کہ امیر المومنین خود شام کی طرف بھیجی جانے والی فوج کی قیادت کریں اوران کی ڈھال بن جائیں اور مدد پہنچائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس رائے کی مخالفت کی اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے دین کے حاملین کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے لی ہے گہوارۂ دین کو مضبوط کرنا اور اس کی کھلی سرحدوں کو محفوظ کرنا اسی کا کام ہے جن لوگوں کو اس نے فتح مند کیا وہ اتنے کم تھے جو عام حالات میں کامیاب نہیں ہوا کرتے اور جن کا دشمنوں سے بچاؤ کیا وہ اتنے کم تھے کہ وہ اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے تھے وہ ذات واحد ہمیشہ زندہ رہنے والی ہے' اس کے لئے موت نہیں ہے۔

آپ جب اتنی مختصر جماعت کو لے کر جائیں گے اور مقابلہ کریں گے تو ناکامی کا خطرہ ہے' اور خدانخواستہ ناکامیابی ہوئی تو مسلمانوں کے لئے دنیا کے کسی کونے میں جائے پناہ نہیں رہ جائے گی اور آپ کے بعد کوئی ایسا حاکم نہیں رہ جائے گا جس سے حکم لے سکیں' لہٰذا آپ کسی تجربہ کار شخص کو سر لشکر بنا کر بھیجئے اور اس کے ساتھ جنگ آزمودہ اور قربانیوں کا جذبہ رکھنے والوں کی جماعت ساتھ کر دیجئے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کامیاب کر دیا تو یہی مطلوب ہے اور اگر دوسری بات پیش آ گئی تو آپ لوگوں کے لئے جائے پناہ اور مسلمانوں کے لئے سہارا بنے رہیں گے۔''

اس تقریر سے جو بات کھل کر سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ اگر حضرت علیؓ (معاذ اللہ) حضرت عمرؓ کے بارے میں بری نیت رکھتے یا ان کے خلاف ان کے دل میں غبار ہوتا یا ان کو خلافت کے بارے میں غاصب سمجھتے تو اس تدبیر میں رہتے کہ ان پر کوئی افتاد پڑے اور ان کے وجود سے گلوخلاصی بھی ہو جائے اور اپنے اوپر کوئی ذمہ داری بھی نہ آئے یا کسی کو ان کے اچانک قتل پر ابھار دیتے لیکن حضرت علیؓ ان سب باتوں سے بلند اور بہت بلند تھے۔

انہوں نے خیر خواہی کی بات کی جس میں مسلمانوں کی بھلائی پیش نظر تھی، اور جوان کی دور رس نظر صائب رائے اور اخلاص کی اعلیٰ دلیل ہے اللہ تعالیٰ ان کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے وہ بہترین اجر دے جو اپنے اولیائے مخلصین کے لئے مخصوص فرمایا ہے اور جو بات ان سے صادر ہوئی وہ اس قول کی تصدیق کرتی ہے۔ "الشیء من معدنہ لا یستغرب" (کوئی جوہر اپنے معدن اصلی سے نکلے تو اس پر تعجب نہیں کیا جاتا۔)

فتح بیت المقدس کے موقع پر حضرت علی ﷜ کا مشورہ

ٹھیک اس کے برعکس جب عیسائیوں نے حضرت عمر ﷜ کو یہ دعوت دی کہ وہ بیت المقدس آ کر صلح کی دستاویز اپنے ہاتھ سے لکھیں' تو یہ لوگ (عیسائی) ان کو مسجد اقصیٰ شریف کی چابیاں حوالہ کر دیں اور حضرت ابو عبیدہ ﷜ نے لکھا کہ بیت المقدس کی فتح آپ کی آمد پر موقوف ہے، حضرت عمر ﷜ نے کبار صحابہ کو جمع کر کے ان کی رائے معلوم کیں حضرت عثمان بن عفان ﷜ نے مشورہ دیا کہ حضرت عمر ﷜ وہاں نہ جائیں تا کہ وہ اپنی زیادہ ذلت محسوس کریں اور ان کی ایک طرح سے تحقیر ہو، لیکن حضرت علی المرتضیٰ ﷜ نے رائے دی کہ حضرت عمر ﷜ کو ضرور جانا چاہئے کیونکہ اس میں ایک تاریخی اعزاز ہے جو ہمیشہ یادگار رہے گا اور یہ بات ہر ایک کو ہر ایک زمانہ میں حاصل نہیں ہوتی اور اس طرح مسلمانوں پر بوجھ کم ہوگا حضرت عمر ﷜ کو حضرت علی ﷜ کی رائے پسند آئی اور سفر کے لئے تیار ہوئے اور اپنی جگہ پر حضرت علی ﷜ کو امور خلافت کی ذمہ داری سپرد کر کے رجب ۱۶ھ کو شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

علی ﷜ کی قدر و منزلت فاروقِ اعظم ﷜ کے ہاں

"ابو جعفر سے روایت ہے کہ جب اللہ نے فتوحات کے دروازے کھول دیئے تو حضرت عمر ﷜ نے ہر ایک کے لئے ایک حصہ ماہانہ یا روزینہ کی شکل میں مقرر کرنے کا ارادہ کیا، لیکن کس کو کتنا دیا جائے ترتیب کیا ہو اس کے لئے کبار صحابہ کو جمع کیا اور ان کی رائیں معلوم کیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اپنی ذات سے شروع کیجئے،

حضرت عمرؓ نے کہا، لا واللہ، اس سے شروع کروں گا، جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ قریب ہو گا ان کے بعد بنو ہاشم کے حصے مقرر کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کا قبیلہ ہے چنانچہ انہوں نے حضرت عباسؓ کا پھر حضرت علیؓ کا حصہ نکالا یہاں تک کہ پانچ قبائل کے درمیان ترتیب قائم کی اور اخیر میں بنی عدی بن کعب تک پہنچے ترتیب یوں رکھی گئی کہ بنو ہاشم میں جو لوگ بدر میں شریک تھے ان کے لئے عطیات مقرر کئے پانچ قبائل کے بعد بنی عدی (حضرت عمرؓ کے قبیلہ) کا نمبر آیا پھر بنی اُمیہ بن عبد شمس میں جو لوگ بدر میں شریک تھے ان کے نام لکھے الاقرب فالاقرب (جو زیادہ قریب تھا وہ پہلے پھر اس سے جو قریب تھا) ان سب کے حصے دیئے اور حضرات حسنین (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) کو جو رسول اللہ ﷺ سے قرب تھا اس کا پہلے لحاظ کیا۔"

علامہ شبلی نعمانیؒ اپنی کتاب "الفاروق" میں متعلقین جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس و لحاظ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"حضرت عمرؓ بڑی بڑی مہمات میں حضرت علیؓ کے مشورہ کے بغیر کام نہیں کرتے تھے اور حضرت علیؓ بھی نہایت دوستانہ اور مخلصانہ مشورہ دیتے تھے، اور جب بیت المقدس گئے تو کاروبار خلافت ان ہی کے ہاتھ دے کر گئے اتحاد و یگانگت کا اخیر مرتبہ یہ تھا کہ حضرت علیؓ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو جو فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں ان کے عقد میں دے دیا۔"

حضرت علیؓ نے اپنے ایک فرزند کا نام عمر رکھا اور دوسرے کا نام ابوبکر اور تیسرے کا نام عثمان رکھا عام طور سے لوگ اپنے فرزندوں کے نام انہیں لوگوں کے نام پر رکھتے ہیں جن سے دلی تعلق ہوتا ہے اور جن کو مثالی انسان سمجھتے ہیں۔"

اسلامی ہجری تقویم (جنتری) کی ابتداء

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زندہ جاوید کارناموں میں ایک ایسا کام ہے جو اس

وقت تک باقی رہے گا جب تک اسلام اور امت اسلامیہ دنیا میں باقی ہے وہ اسلامی تقویم کی بنیاد مقرر کرنا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگ کسی حادثہ یا واقعہ کی تاریخ مختلف طریقوں سے قلمبند کرتے تھے، اور ان کے درمیان اختلاف تھا کہ تاریخ کس بنیاد پر مقرر کی جائے، بعض لوگوں کا رجحان تھا کہ جس طرح اہل فارس اپنے بادشاہوں اور حکمرانوں کی پیدائش یا تخت نشینی سے زمانہ کا تعین کرتے تھے اس کو اختیار کیا جائے اور کچھ لوگ رومیوں کا طریقہ اپنانا چاہتے تھے بعض صحابہ کی رائے تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی تاریخ کو اسلامی جنتری کی ابتداء قرار دیا جائے۔

سیدنا علی مرتضیٰ ﷺ نے رائے دی کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مکہ سے مدینہ منورہ جس دن ہوئی اس کو اسلامی تقویم کی اساس قرار دیا جائے حضرت عمر ﷺ اور تمام صحابہ کو یہ رائے پسند آئی اور حضرت عمرؓ نے حکم دے دیا کہ تاریخ کا تعین ہجرت نبوی کی بنیاد پر کیا جائے۔

عام طور پر صدیوں کا آغاز کسی بڑی شخصیت کی پیدائش یا وفات قیام سلطنت یا عظیم فتوحات سے ہوتا ہے اور اس سے ایک مستقل تقویم جنتری وجود میں آتی ہے لیکن اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ اس نے دین کا نام بھی اپنے پیغمبر کے نام پر نہیں رکھا، بلکہ پیغام پر رکھا ہے، اسی طرح تقویم کو بھی کسی شخصیت یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت سے مربوط نہیں کیا جو تاریخ انسانی کی عظیم ترین شخصیت ہے، اللہ اور مسلمانوں کے نزدیک محبوب ترین نام ہے اسلامی فتوحات سے بھی مربوط نہیں کیا ہجرت سے اس تقویم کا آغاز ایک خاص فکر اور بڑی حکمت پر مبنی ہے کیونکہ اس تقویم پر ایک پیغام اور ایک دعوت کی ہمیشہ کے لئے چھاپ پڑ گئی اس طرح جو بھی اس تقویم کی ابتداء کو جاننا چاہے گا اس کو معلوم ہوگا کہ بنیادی نقطۂ آغاز اور قابل ذکر عظمت اور یادگار کے لائق چیز صرف عقیدہ اور ایمان ہے۔

(المرتضیٰؓ، مصنفہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ)

دورِ فاروقیؓ میں مقدمات کے فیصلے

ایک عورت کا واقعہ

ایک دن حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ مدینہ کی گلیوں میں چلے جا رہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کچھ لوگ غیظ و غضب کی حالت میں ایک عورت کو گھسیٹے جا رہے ہیں وہ عورت خوف کے مارے کانپ رہی ہے۔ حضرت علیؓ نے پکار کر کہا: تم اس عورت کو کیوں گھسیٹ رہے ہو؟ لوگوں نے بتایا کہ اس عورت نے بدکاری کی ہے اسی لیے امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس عورت کو ان کے ہاتھوں سے چھینا اور ان لوگوں کو خوب سرزنش فرمائی۔ چنانچہ وہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی ان کی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ضرور کسی بات کے معلوم ہونے پر ایسا کیا ہوگا' جاؤ' ان کو میرے پاس بھیجو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپؓ سے پوچھا:

''آپ نے ان لوگوں کو کیوں واپس کر دیا اور ان کو اس بدکار عورت پر حد قائم کرنے سے کیوں منع کیا؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے امیر المومنین! کیا آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے۔ (یعنی وہ بے قصور ہیں)

ایک سونے والا آدمی یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے دوسرا نابالغ جب تک
کہ وہ بالغ نہ ہو جائے اور تیسرا گناہ میں مبتلا آدمی جب تک باہوش نہ ہو"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تبسم فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے امیر المومنین! اس عورت کو کبھی دیوانہ پن کا دورہ پڑتا ہے' ہوسکتا ہے کہ وہ آدمی اس کے پاس اس حالت میں آیا ہو کہ اسے دیوانہ پن کا دورہ پڑا ہو۔ (یہ سن کر) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو رہا کر دیا۔ (مسند احمد ج ا صفحہ ۱۵۵)

قتل کے باوجود زندہ شخص کا فیصلہ

ایک دفعہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاضی یعلی کے پاس آیا اور کہا کہ یہ آدمی میرے بھائی کا قاتل ہے۔ قاضی یعلی نے اس شخص کو مدعی کے حوالے کر دیا۔ مدعی نے اس شخص کو اپنی تلوار کے وار سے کاٹ ڈالا اور یہ خیال کیا کہ یہ اب ختم ہو چکا ہے۔ زخمی کو اس کے وارثوں نے اٹھا لیا اور اس کا علاج کیا جس سے وہ درست ہو گیا۔ زخمی کے درست ہونے کے بعد مدعی نے پھر قاضی یعلی کے پاس درخواست دی کہ یہ میرے بھائی کا قاتل ہے۔ قاضی نے جواب دیا کہ میں نے اس شخص کو تیرے حوالے کر دیا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے تلوار سے اس پر وار کیے لیکن زخمی ہونے کے باوجود وہ درست ہو گیا۔ قاضی یعلی نے مدعا علیہ کو بلایا اور اس کی حالت کو ملاحظہ کیا۔ دیکھا کہ اس کے بازو شل اور بیکار ہو چکے تھے۔ قاضی یعلی نے اس کے زخموں کو گنا جو مدعی کے وار کرنے سے ہوئے تھے۔ ان پر شرعاً دیت اور تاوان ادا کرنا واجب ہوتا تھا۔

قاضی صاحب نے مدعی سے کہا کہ تیرے لیے اب دو صورتیں ہیں یا تو ان زخموں کے بدلے اس زخمی کو تاوان ادا کرو اور اسے قتل کر دو یا پھر اس کو بالکل چھوڑ دو کیونکہ تو اس پر قاتلانہ وار کر کے اپنے خیال سے اس کو قتل کر چکا ہے۔ یہ الگ بات ہوئی کہ یہ شخص بچ گیا۔ قاضی صاحب کے اس بیان سے مدعی کو تسلی نہ ہوئی لہٰذا اس نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس قاضی صاحب کی شکایت کی۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قاضی موصوف کو بلا کر فیصلہ

کے بارہ میں پوچھا۔قاضی صاحب نے ساری تفصیلات بیان کیں۔

اس وقت سیدنا عمر ﷺ کے پاس سیدنا علی ﷺ بھی تشریف فرماتھے۔آپ نے ان سے مشورہ طلب فرمایا۔سیدنا علی ﷺ نے قاضی یعلی کے فیصلے کی تائید فرمائی۔سیدنا عمر ﷺ کا اپنا بھی یہی خیال تھالہٰذاان دونوں بزرگوں نے قاضی یعلی کے فیصلے کو درست قرار دیااور سیدنا عمر ﷺ نے قاضی موصوف کواپنے عہدے پر قائم رکھا۔(المصنف لعبد الرزاق ج۹ص ۴۳۲)

شراب نوشی کی سزا

ابن وبرہ ایک شخص کوسیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر ﷺ کی خدمت میں ایک مسئلہ کے بارہ بلا بھیجا۔ابن وبرہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا عمر ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو سیدنا عثمان بن عفان،سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف،سیدنا علی بن ابی طالب،سیدنا طلحہ بن عبیداللہ اور سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں موجود تھےاور سیدنا عمر ﷺ بھی وہیں مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ابن وبرہ نے کہا کہ مجھے سیدنا خالد بن ولید ﷺ نے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ سلام کے بعد عرض کرتے ہیں کہ:

''لوگ شراب خوری میں منہمک ہورہے ہیں اور موجودہ سزا کو معمولی سمجھنے لگے ہیں''۔

سیدنا عمر ﷺ نے یہ عرضداشت سن کر فرمایا کہ یہ حضرات تمہارے سامنے موجود ہیں ان سے پوچھا جائے کہ کس طرح کرنا چاہیے۔سیدنا علی ﷺ نے اپنی رائے دیتے ہوئے فرمایا کہ انسان جس وقت شراب پی کر بدمست ہوتا ہے تو واہی تباہی بکتا ہے۔پھر لوگوں پر بہتان تراشی کرتا ہےاور بہتان تراشی کی سزا اَسّی (۸۰) دُرّے ہے۔لہٰذا شراب پینے کی سزا بھی ۸۰ دُرّے مقرر کرنی چاہیے۔چنانچہ سیدنا عمر ﷺ نے شراب خوری کی سزا اَسّی دُرّے مقرر فرمادی۔پھر سیدنا خالد بن ولید ﷺ نے ۸۰ دُرّے سزا دینی شروع کردی اور سیدنا عمر ﷺ نے بھی شراب خوری کی یہی سزا مقرر رکھی۔

(دار قطنی ج۳ص ۱۵۷، مؤطا مالک ص ۳۵۷، مستدرک حاکم ج۴ص ۳۷۵، مصنف عبدالرزاق ج۷ص ۳۷۸)

مجوس کا اہل کتاب ہونا

ابن جبیر ؓ روایت کرتے ہیں: جب اسفند یار کے لشکر کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ لوگ نہ یہودی ہیں اور نہ نصرانی اور نہ ان کے پاس کوئی کتاب ہے، اس لیے یہ مجوسی ہیں۔

حضرت علیؓ نے عرض کیا حضرت ان کے پاس کتاب تھی، لیکن وہ آسمان کی طرف اٹھالی گئی ہے۔ وجہ یہ تھی کہ ان کا ایک بادشاہ تھا جس نے نشہ کی حالت میں اپنی لڑکی سے زنا کیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ بہن سے فعل بد کیا تھا۔ جب اسے نشہ سے افاقہ ہوا تو اس نے کہا اس سے بری ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اراکین سلطنت نے مشورہ دیا کہ تمام اہل مملکت کو جمع کر کے یہ اعلان کر دے کہ میرے نزدیک یہ حلال ہے۔ اس نے بزرگان مملکت کو جمع کیا اور ان کے سامنے اعلان کیا کہ میرے نزدیک یہ عمل جائز ہے۔ تمہیں بھی میری پیروی کرنی چاہیے۔ لوگوں نے کہا: ہماری شریعت میں یہ عمل جائز نہیں ہے۔ لوگوں نے اس کا فیصلہ قبول کرنے سے انکار کیا۔ بادشاہ کو غصہ آیا۔ اس نے حکم دیا کہ چند گڑھے کھودے جائیں، اور ان میں خوب آگ بھڑکائی جائے اور یہ عمل لوگوں کے سامنے کیا جائے جو شخص انکار کرے اس کو اس گڑھے میں ڈال دیا جائے اور جو قبول کر لے تو اسے چھوڑ دیا جائے اس رسم بد کے رائج ہونے کی وجہ سے کتاب خدا ان کے درمیان سے اٹھ گئی۔

(مولائے کائنات کے فیصلے)

عورت کا اپنے بیٹے سے انکار

عاصم بن حمزہ سے روایت ہے کہ میں نے مدینہ کی گلیوں میں ایک جوان کو دیکھا جو رو رو کر کہہ رہا تھا:

یا احکم الحاکمین احکم بینی و بین امی

''اے احکم الحاکمین! میرے اور میرے ماں کے درمیان فیصلہ فرما۔''

حضرت عمرؓ نے پوچھا اے جوان تو اپنی ماں سے نفرت کا اظہار کیوں کر رہا ہے؟

جوان نے کہا: اے امیر المومنین! کیا بتاؤں میری ماں نے نو ماہ مجھے اپنے شکم میں اٹھایا اور دو سال تک مجھے دودھ پلایا۔ اب میں پرورش پا کر جوان ہو گیا ہوں۔ اچھے برے کی تمیز بھی کر سکتا ہوں۔ اپنے بیگانے دائیں بائیں کی بھی مجھے پہچان ہے اب میری ماں فرزندی سے انکار کرتی ہے ایسا لگتا ہے مجھے اس نے دیکھا تک نہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا اب تیری ماں ہے کہاں؟

جوان نے کہا: سقیفہ بنی فلاں میں۔

حضرت عمرؓ نے حکم دیا اس جوان کی ماں کو میرے سامنے حاضر کیا جائے۔ پولیس نے عورت کو اس کے چار بھائیوں سمیت حاضر کر دیا، اور گواہ بھی حاضر ہو گئے، انہوں نے گواہی دی کہ اس عورت کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ یہ عورت تو پاکیزہ ہے۔ شوہر اس نے دیکھا تک نہیں ہے۔ یہ لڑکا جھوٹا ہے، قابل مذمت ہے اور عورت کو خاندان میں ذلیل ورسوا کرنا چاہتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے جوان کی طرف رخ کرتے ہوئے فرمایا: اے جوان! یہ کیا کہتے ہیں اور تو کیا کہتا ہے؟

جوان نے کہا: واللہ یہ میری ماں ہے، اس نے نو ماہ مجھے شکم میں اٹھایا ہے اور دو سال دودھ پلایا ہے اور اب میرا انکار کرتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورت کی طرف رخ کرتے ہوئے فرمایا: اے کنیز خدا! یہ جوان کیا کہہ رہا ہے؟

عورت کہنے لگی: اے امیر المومنین! مجھے خدا کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی قسم! میں تو اس جوان کو جانتی تک نہیں کہ یہ ہے کون؟ یہ جھوٹا مکار ہے، یہ مجھے میرے خاندان میں ذلیل ورسوا کرنا چاہتا ہے، میں خاندان قریش کی ایک شریف بیٹی ہوں، میرا تو ابھی بیاہ تک نہیں ہوا، ابھی اپنے ہی خاندان میں ہوں۔ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تو اس بارے میں گواہ بھی رکھتی ہے؟

عورت نے کہا: ہاں یہ آدمیوں کی جماعت گواہ ہے اس نے چالیس افراد بطور گواہ

پیش کیے کہ جن لوگوں نے اپنی گواہی پیش کی تھی کہ یہ عورت کنواری ہے اور یہ لڑکا جھوٹا ہے۔

حضرت عمر ﷺ نے حکم دیا کہ اس جوان کو زندان میں ڈال دو، تب تک گواہوں کی صداقت بھی معلوم ہو جائے، اگر عورت کی صداقت ثابت ہو گئی تو جوان پر حد قذف جاری کی جائیگی۔

حضرت علی المرتضیٰ ﷺ کی مداخلت

کارندے جوان کے ہاتھ باندھ کر زندان کی طرف لے جانے لگے تو راستے میں ان کو حضرت علی ﷺ نے دیکھ لیا۔ جوان فریاد کرنے لگا: یا ابن عم رسول اللہ ﷺ! میری فریاد سنیے گا، میں مظلوم جوان ہوں۔ حضرت عمر ﷺ نے مجھے زندان میں قید کرنے کا حکم جاری کیا ہے۔

حضرت علی ﷺ نے سپاہوں سے کہا کہ اس جوان کو حضرت عمرؓ کے پاس واپس لے چلو۔ جب واپس ہوئے تو حضرت عمر ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے نہیں کہا ہے کہ اسے زندان میں لے جاؤ۔ پھر واپس کیوں آئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم علی بن ابی طالبؓ کے حکم سے واپس ہوئے ہیں نہ کہ اپنی مرضی سے اور آپ ہی نے فرمایا ہوا ہے کہ علی ﷺ کی مخالفت نہ کرنا۔

اتنے میں حضرت علی ﷺ وہاں پہنچے اور فرمایا کہ اس جوان کی ماں کو میرے سامنے حاضر کیا جائے۔

حضرت علیؓ نے اس عورت سے فرمایا: تم اپنے بارے میں کیا کہتی ہو؟

اس نے وہی کلمات دہرائے۔

پھر لڑکے سے پوچھا کہ تو اس بارے میں کیا کہتا ہے؟

اس نے بھی سابقہ بیانات پیش کیے۔

حضرت علی ﷺ نے حضرت عمر ﷺ کی طرف رخ کرتے ہوئے فرمایا:

"کیا آپ اجازت دیں گے کہ میں ان کے درمیان فیصلہ کر دوں؟"

حضرت عمرؓ نے کہا: سبحان اللہ کیوں نہ اجازت دوں حالانکہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اقضا کم علی بن ابی طالب......

''تم میں سے سب سے بڑا قاضی علی بن ابی طالبؓ ہے۔''

پھر حضرت علیؓ نے عورت سے فرمایا: کیا تیرا کوئی گواہ ہے؟

عورت نے کہا: ہاں یہ پوری جماعت میری گواہ ہے۔

حضرت علیؓ کا عجیب وغریب فیصلہ

چالیس افراد نے عورت کے حق میں گواہی دی حضرت علیؓ نے فرمایا: آج میں تمہارے درمیان ایسا فیصلہ کروں گا جس سے خدا اور رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔

اس وقت حضرت علیؓ نے عورت سے فرمایا: تیرا ولی کون ہے؟

عورت نے کہا: میرے بھائی ہیں!

حضرت علیؓ نے اس کے بھائیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: کیا تم راضی ہو گے کہ میرا فیصلہ تمہارے اور تمہاری بہن کے حق میں ہو؟

وہ کہنے لگے، جی ہاں، کیوں نہیں!

علامہ ابن القیم کی روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے جوان سے فرمایا: کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ میں تیرا بحیثیت باپ کے ہوں اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما بحیثیت دو بھائیوں کے ہوں؟

نوجوان نے کہا: ہاں مجھے قبول ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: اے لوگو! میں خدا کو گواہ بناتا ہوں اور حاضرین سے گواہی مانگتا ہوں کہ میں چار سو درہم حق مہر مقرر کرتے ہوئے اس عورت کو اس جوان کے نکاح میں دیتا ہوں اور مہر کی رقم اپنے مال سے خود اد'' تا ہوں۔ اے قنبرؓ جلدی جاؤ اور درہم لے کر آؤ۔

جناب قنبرؓ نے درہم حاضر کر دیے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: درہم اس جوان کے دامن میں ڈال دو۔آپ نے حکم دیا کہ تو اپنی بیوی کے دامن میں ڈال دے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے جا اور اس سے ہمبستری کر، میرے پاس غسل جنابت کر کے آنا۔

جب عورت نے یہ کلمات سنے تو اچانک فریاد کرنے لگی:

الامان الامان یا بن عمّ رسول اللہ...... میں نہیں چاہتی کہ آگ میں جلوں، خدا کی قسم یہ میرا بیٹا ہے!

حضرت علیؓ نے فرمایا: تو نے پہلے کیوں نہیں اقرار کیا؟

عورت نے کہا: یا ابن عم رسولؐ! میں قصوروار نہیں ہوں، کیونکہ میرا عقد ایک انتہائی نالائق اور کمینے شخص سے کیا گیا اور اس سے یہ لڑکا پیدا ہوا تو میرا شوہر مر گیا۔جب یہ حد بلوغ کو پہنچا تو میرے بھائیوں اور لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اس کی فرزندی کا انکار کر دے تو میں نے بھائیوں کے خوف کی وجہ سے اس لڑکے سے انکار کر دیا۔خدا کی قسم، یہ میرا بیٹا ہے! اور میرا دل اس کے لیے بے چین ہے اور غم زدہ ہے عورت اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر گھر روانہ ہوگئی۔ (سیاست شرعیہ از علامہ ابن قیمؒ)

لالچی ماں کا قضیہ

جابر اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہما نے اسی طرح کا ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک غلام حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ میری ماں مجھے بیٹا ماننے سے انکار کرتی ہے اور میرے باپ کی وراثت پر قابض ہوگئی ہے اور میں آج انتہائی محتاج ہوں۔

حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اس کی ماں کو حاضر کیا جائے وہ حاضر ہوئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا تو اپنے بیٹے سے انکار کیوں کرتی ہے؟

عورت نے کہا: یہ لڑکا جھوٹا بولتا ہے۔میں تو باکرہ ہوں۔میں نے ابھی تک شوہر دیکھا تک نہیں!

حضرت عمرؓ نے فرمایا! کیا تو اس بات پر گواہ رکھتی ہے؟

عورت نے کہا! ہاں، گواہ رکھتی ہوں۔

حضرت عمرؓ نے کہا! پھر ان گواہوں کو بلا لاؤ۔

عورت نے ہمسایہ عورتوں میں سے ہر ایک کو دس دینار دیئے تاکہ وہ گواہی دیں کہ یہ عورت باکرہ ہے۔ ان عورتوں نے حضرت عمر ﷺ کے سامنے اپنی گواہی پیش کی۔

غلام نے کہا: خدا کی قسم یہ جھوٹ کہتی ہیں۔ سعد بن مالک مزنی میرا باپ ہے، قحط کے سال میں پیدا ہوا ہوں اور بھیڑ کے دودھ سے میری پرورش کی گئی ہے، حتیٰ کہ میں جوان ہو گیا تو میرا باپ سفر کی طرف روانہ ہوا تو مدت تک واپس نہ لوٹا۔ میں نے ان کے ساتھیوں سے ان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ تو مر گیا ہے جب میری ماں کو اس کی موت کی خبر ہوئی تو اس نے تمام وراثت کو ہڑپ کرنے کے لیے میرا انکار کر دیا۔ میں آج انتہائی فقر و محتاجی میں مبتلا ہوں۔

حضرت عمر ﷺ نے فرمایا، یہ مسئلہ بڑا مشکل ہے۔ اٹھو حضرت علی ﷺ کے گھر چلتے ہیں۔

جب حضرت علی ﷺ کے گھر پہنچے تو انہوں نے اپنا تمام قصہ سنایا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: تم مسجد نبوی ﷺ میں چلو میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔ آپؓ نے جناب قنبرؓ کو حکم دیا کہ جاؤ اس جوان کی ماں کو بلا لاؤ۔ جب اسے حاضر کیا گیا تو حضرت علیؓ مسجد میں تشریف لائے اور عورت سے فرمایا: تو کیوں اپنے بیٹے کا انکار کرتی ہے۔

عورت نے کہا: ابو الحسنؓ! میں تو ابھی باکرہ ہوں مجھے تو کسی بشر نے مس بھی نہیں کیا۔ پھر میں بیٹا کہاں سے لائی؟

حضرت علیؓ نے فرمایا: زیادہ باتیں نہ بناؤ تو جانتی ہے میں کون ہوں؟

عورت کہنے لگی: اے ابو الحسنؓ! اگر آپؓ کو یقین نہیں آتا تو آپ حکم دے کر کسی قابلہ عورت کو بلا لیں تاکہ وہ میرا معائنہ کرے۔ قابلہ عورت کو بلایا گیا۔ جب معائنہ کے لیے قابلہ عورت اسے تنہائی میں لے گئی تو اس نے خاص سونے سے بنا ہوا کنگن اپنے بازو سے اتارا، اور اس قابلہ کو بطور رشوت دیا تاکہ وہ اس کے حق میں جھوٹی گواہی دے کہ وہ باکرہ ہے

وہ قابلہ واپس آئی اور عرض کیا: یہ عورت باکرہ ہے اسے تو کسی مرد نے نہیں چھوا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

کذبت ایتھا العجوز

"بڑھی تو جھوٹ کہتی ہے۔"

اے قنبرؓ! اس بڑھی کی تلاشی لو۔ جب تلاشی لی گئی تو اس کی بغل سے سونے کا کنگن برآمد ہوا لوگوں میں تکبیر کی آواز بلند ہوئی اور ان کے درمیان ایک شور اٹھا۔

پھر عورت کو حاضر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اے بی بی! میں ابوالحسنؓ ہوں۔ میں دین محمد ﷺ کا قاضی ہوں میں تیری اس جوان سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور تو بھی اسے اپنا شوہر بنالے۔

عورت نے کہا! مگر شریعت رسول ﷺ مانع ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا! کس لیے اور کیوں کر؟

عورت نے کہا! کیا آپ مجھے اپنے بیٹے کے نکاح میں دینا چاہتے ہیں؟

حضرت علیؓ نے فرمایا:

جاء الحق وزھق الباطل......

اے عورت تو پہلے کیوں نہیں اقرار کرتی تھی؟

عورت نے کہا! میں نے صرف میراث کی لالچ میں سب کچھ کیا ہے تاکہ تنہا وارث بنوں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: اب تو بارگاہِ باری تعالیٰ میں توبہ کر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان صلح کرادی اور بیٹے کو ماں کے حوالے کردیا۔

(بحارالانوار جلد۹،ص   از ملا باقر مجلسی)

ایک بڈھے کی شادی اور بچے سے انکار

ایک عورت کو حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا جس نے بوڑھے مرد سے شادی کی

ہوئی تھی۔ جیسے ہی وہ اس مرد کے گھر آئی وہ ایک دوسرے سے ہم بستر ہوئے حالت جماع میں وہ مرد عورت کے شکم پر مر گیا اور اس کی منی بھی انزال کے ساتھ باہر آ گئی، اور وہ عورت اس سے حاملہ ہو کر بچے کی ماں بن گئی۔

اس مرد کی دوسری بیوی سے بھی اولاد تھی پدری بھائی اس بچے کو امیر المومنین سیدنا عمرؓ کے پاس لے آئے اور عمرؓ سے کہا، اس عورت نے اس بچے کو زنا سے جنا ہے؟ اور معاملہ کی گواہی بھی پیش کر دی۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اس عورت کو سنگسار کیا جائے اتنے میں حضرت علیؓ کا وہاں سے گزر ہوا اور فرمایا کہ کیا معاملہ ہے؟ تمام ماجرا آپؓ کو بیان کیا گیا۔

آپؓ نے فرمایا: اس عورت میں بارے میں بتا سکتے ہو کہ کتنے دنوں سے بوڑھے مرد نے اس سے شادی کی ہوئی ہے اور کس دن وہ اس مرد کے پاس آئی اور کتنی مرتبہ وہ اس سے ہم بستر ہوا ہے۔

انہوں نے کہا: ہاں!

حضرت علیؓ نے فرمایا: اب اس عورت کو چھوڑ دو، اور کل صبح اسے حاضر کرنا جب دوسری صبح اسے حاضر کیا گیا تو اس کا بیٹا بھی حاضر تھا۔

آپؓ نے فرمایا: اس بچے کے ہم عمر چند دیگر بچے بھی لائے جائیں۔ جب دوسرے بچے بھی حاضر ہو گئے تو انہیں اس بچے کے ساتھ کھیلنے میں مشغول کر دیا۔ جب وہ تیزی سے کھیل رہے تھے تو آپؓ نے انہیں بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ دوسرے بچوں کے ساتھ وہ بچہ بھی بیٹھ گیا پھر آپؓ نے بچوں کو کھڑا ہونے کا حکم دیا دوسرے بچے بڑی پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے لیکن عورت کا بیٹا دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر بڑی مشکل سے کھڑا ہوا اس سے واضح ہو گیا کہ وہ بیٹا بوڑھے کا ہے جو عورت کے شکم پر مرا ہے۔ آپؓ نے اسے اس کے باپ کی میراث دی اور جن لوگوں نے عورت کو زنا کی نسبت دی تھی ان پر تہمت کی حد جاری کی۔

حضرت عمرؓ نے دریافت کیا اے ابوالحسن! آپ نے کیسے پہچانا کہ یہ بچہ بوڑھے مرد کا ہے؟

آپؓ نے عرض کیا جب بچے کھڑے ہوئے تو وہ کسی سہارے کے بغیر کھڑے ہوتے تھے کسی چیز کا سہارا نہ لیتے تھے اور یہ بچہ جب بھی کھڑا ہوتا تو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر کھڑا ہوتا تھا تو یہاں سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ بچہ بوڑھے مرد کا ہے۔

(عجائب الاحکام، محسن عاملی)

عجیب الخلقت بچہ

علامہ جلال الدین سیوطیؒ جمع الجوامع میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ ایک عورت کو حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا۔ اس عورت نے ایسا بچہ جنا کہ جس کے دو پیٹ، دو سر، چار ہاتھ اور دو شرم گاہیں ہیں یہ سب کچھ اوپر والے بدن کے حصے پر تھا لیکن نچلا حصہ دوران دو پنڈلیاں اور دو پاؤں پر مشتمل تھا لوگوں کا اس کے بارے میں طرح طرح کا خیال تھا۔

عورت اس عجیب الخلقت مولود کو حضرت عمرؓ کے پاس لائی اور اس سے اس عجیب الخلقت بچے کے باپ کی میراث طلب کی اس وقت حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ کو طلب فرمایا اور یہ تمام داستان آپؑ کو سنائی گئی آپؓ نے فرمایا: مجھے اس واقعہ کی پہلے خبر دی گئی ہے، اور یہ عجیب الخلقت ایک کہانی ہے۔

سر دست اس عورت کو اس بچے کے ساتھ پابند کیا جائے اور اس کے مال کی حفاظت کی جائے اور ان کے لیے ایک خادم مقرر کیا جائے جو ان کی اچھی طرح سے سرپرستی کرے۔

زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ عجیب الخلقت کی ماں دنیا سے چل بسی اور وہ عجیب الخلقت بھی بڑا ہو گیا اور اس نے اپنی میراث کا مطالبہ کیا۔ آپؓ نے حکم دیا کہ ایک نامرد اس کی خدمت کے لیے مقرر کیا جائے چند دن گزرے کہ اس میں ایک حصے نے شادی کا مطالبہ کیا۔ اس کی حضرت عمرؓ کو خبر دی گئی اور حضرت عمر ؓ نے حضرت علیؓ سے اس کے بارے میں سوال کیا کہ اس معاملے میں کیا کیا جائے؟ ان میں سے ایک بدن جو چیز مانگتا ہے تو

دوسرا الٹ کرتا ہے حتی کہ ان میں ایک نکاح کا مطالبہ کرتا ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: اللہ اکبر، اللہ بڑا حلیم و بزرگ ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ (ایک حصہ) اپنے بھائی کی آنکھوں کے سامنے اپنی بیوی سے جماع کرے۔ میں تم کو آگاہ کررہا ہوں اس عجیب الخلقت کا نکاح کی خواہش کرنا علامت ہے کہ اس کی موت قریب ہے اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، یہ تین دن کے اندر مرجائے گا۔

جس طرح علیؓ نے خبر دی تھی وہ تین دن کے بعد مرگیا۔ جب وہ مرا تو حضرت عمرؓ کو بتایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اصحاب سے مشورہ کیا کچھ نے کہا اسے تلوار سے جدا کیا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری یہ عجیب بات ہے کہ میں زندہ کو مردہ کے لیے قتل کروں۔

اس وقت زندہ بدن فریاد کرنے لگا کہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ میں اشھد اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتا ہوں اور قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ قضیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کیا اور آپؓ سے اس مسئلے کے حل کی درخواست کی۔

آپؓ نے فرمایا: معاملہ بہت آسان ہے۔ اسے غسل وکفن دیکر اس کے حال پر چھوڑ دو۔ جس سے لٹکا ہوا ہے وہ اٹھائے رکھے وہ گل سڑ جائے گا جیفہ ہوجائے گا اس کو کاٹ دیا جائے گا اس زندہ کو تکلیف نہیں ہوگی۔ گل سڑ جانے کے بعد جڑا ہوا بھی تین دن کے بعد مرجائے گا جس طرح حضرت علیؓ نے حکم دیا تھا اس پر عمل کیا گیا۔ جس طرح خبر دی تھی اسی طرح واقع ہوا اور وہ اپنے کٹے ہوئے جیفہ کی بدبو سے وہ بھی مرگیا۔

ایک عورت کا آشنا سے مل کر قتل کرنا

روایت ہے کہ ایک شخص کو باپ کی زوجہ اور اس کے ساتھی نے قتل کردیا اور یہ معاملہ فیصلہ کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس قصہ کی تفتیش حضرت علیؓ کے سپرد کی۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: اگر چند لوگ مل جائیں اور ایک اونٹ چرا لیں اور اسے مار ڈالیں اور ایک چور اونٹ کا ایک حصہ لے اور دوسرا چور دوسرا حصہ لے جائے تو اس طرح وہ سب کے سب چوری کے عمل میں شریک ہونگے اور تمام کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے فیصلہ پر عمل کیا اور اپنے گورنر کو لکھا کہ ان دونوں کو قتل کیا جائے۔ (عجائب احکام)

بیٹا کیسے پیدا ہوا؟

حضرت جابر انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں بحالت جماع انزال باہر کرتا ہوں اور اب میری بیوی حاملہ بھی ہو چکی ہے یہ کیسے ممکن ہے؟

حضرت امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ وہ بچہ تیرا اپنا ہی ہے اور پھر فرمایا کہ تو حلفیہ بیان دے کہ کبھی ایسا ہوا ہو کہ تو نے بوقت جماع باہر انزال کیا ہو اور پھر پیشاب کرنے سے پہلے دوبارہ جماع کیا ہو؟

اس شخص نے کہا: ہاں، ایسا ہوا ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: ایسا ہے تو پھر بیٹا تیرا ہے۔

اور اس کی وجہ واضح اور ظاہر ہے کہ جس شخص کا انزال ہو اور وہ پیشاب نہ کرے تو پیشاب کی نالیاں منی سے خالی نہیں ہوتی ہیں اور اب بغیر پیشاب کئے دوبارہ جماع کرے تو ممکن ہے کہ باقی ماندہ منی رحم میں چلی جائے اور عورت حاملہ ہو جائے اور ایسا عمل کرنے والے کو پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

بیت المال کی جعلی مہر

حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں ایک شخص جس کا نام معن بن زائدہ تھا، نے ایک مہر بنوائی جس پر خلافت کا نقش تھا اور اسی مہر کے ذریعہ بیت المال کی رقم لوگوں سے وصول کی جاتی تھی، اور وہی مہر لوگوں سے وصولی کی سند تھی۔

معن بن زائدہ نے اسی ذریعہ سے کافی مال لوگوں سے وصول کر لیا۔ جب یہ

بات حضرت عمر فاروق ؓ تک پہنچی تو آپ ؓ نے نماز صبح کے بعد لوگوں کے سامنے واقعہ بیان کیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ بعض نے کہا کہ اس کو پھانسی دی جائے۔

حضرت علی ؓ خاموش بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: ابوالحسن ؓ! آپ ؓ کی رائے کیا ہے؟ حضرت علی ؓ نے فرمایا: اس شخص نے جھوٹ بولا ہے، لہٰذا اس کو جسمانی سزا دی جائے۔ حضرت عمر ؓ نے اس کو سخت مارا اور اسے کافی سمجھا۔

(فتوحات بلاذری)

دو سروں والا آدمی

ابی سلمہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک مرد کو حضرت عمر کے سامنے لایا گیا جس کے دو سر، دو منہ، دو دماغ، چار آنکھیں اور دو شرمگاہیں تھیں۔ اس کی ایک بہن تھی۔ اصل میں ان کا جھگڑا میراث کا تھا اور یہ دو سروں والا شخص دو حصے مانگتا تھا۔

حضرت عمر ؓ اس معاملہ میں بہت پریشان ہوئے اسی طرح باقی صحابہ بھی جو اس وقت موجود تھے وہ بھی حیران ہوئے اور اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ بالآخر حضرت علی ؓ کی خدمت میں آئے اور معاملہ پیش کیا۔ آپ ؓ نے فرمایا: جب یہ شخص سوئے تو اس کو دیکھو کہ اس کی چار آنکھیں اور دو منہ سب کے سب بند ہوں تو سمجھو کہ اس کا ایک بدن اور جسم ہے اور دو آنکھیں بند اور دو کھلی ہیں تو اس کے دو بدن اور دو روح ہیں اور دوسرا فیصلہ یہ بھی ہے کہ اس کو خوب کھانا کھلاؤ اور پانی بھی پلاؤ پھر جب پیشاب کرنے لگے اور دونوں مقامات سے بیک وقت پیشاب آئے تو بدن ایک ہے، اور اگر ایک مقام سے پیشاب آئے اور دوسرے سے نہ آئے تو پھر بدن دو ہیں اور شخص بھی دو شمار ہوں گے۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

باپ کی ہڈی کا اثر بیٹے پر

روایت ہے کہ ایک بچے نے حضرت عمر ؓ سے اپنے باپ کے مال کا مطالبہ کیا۔ اس نے بتایا کہ میں مدینہ میں ہوں اور میرا باپ کوفہ میں فوت ہوا ہے۔ حضرت عمر ؓ

نے بچے کو جھڑکا اور کہا! تیرا دماغ خراب ہے! کوفہ میں مرنے والا تیرا باپ کیسے ہوسکتا ہے، جبکہ وہ اتنا بوڑھا تھا کہ قابل اولاد بھی نہ تھا۔

بچہ روتا ہوا مسجد سے باہر آ رہا تھا کہ راستہ میں حضرت علیؓ بن ابی طالب مل گئے۔

آپؓ نے فرمایا! اسے مسجد میں لاؤ، آج میں اس کا وہ فیصلہ کروں گا جو خداوند عالم نے ساتویں آسمان پر کیا ہوگا اور یہ فیصلہ وہی کرے گا جس کو خدا نے برگزیدہ بنایا ہوگا۔

آپؓ نے پوچھا کہ بچے کے والد کی قبر کہاں ہے؟

بتایا گیا کہ وہ کوفہ میں تھا لیکن اس کی لاش کو وہاں سے لاکر مدینہ میں دفن کیا گیا تھا۔

آپؓ نے فرمایا: چلو بچے کے باپ کی قبر پر چلتے ہیں۔

جب قبر پر آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس قبر کو کھولو اور اس کی پسلی کی ایک ہڈی نکال کر مجھے دو۔

قبر کو کھول کر پسلی کی ہڈی لائی گئی حضرت علیؓ نے ہڈی بچے کو سونگھنے کے لیے دی بچے نے جوں ہی ہڈی کو سونگھا اس کی ناک سے خون کا فوارہ جاری ہوا۔

آپؓ نے فرمایا:

''یہ میت اس کا واقعی باپ ہے اس کا مال اسے دے دو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہڈی سونگھنے سے خو[illegible] جائے اور ہم مال اس کے حوالے کر دیں؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا اب یہی ہڈی دوسروں کو سونگھاؤ۔ جب وہ ہڈی دوسروں کو سونگھائی گئی تو کسی پر کوئی اثر نہ ہوا۔ آپؓ نے فرمایا: ایک مرتبہ پھر بچے کو سونگھاؤ۔ جوں ہی بچے نے ناک رکھی تو فوراً خون کا فوارہ جاری ہوا، آپؓ نے فرمایا: اگر مرنے والا اس بچے کا باپ نہ ہوتا تو اس کے ناک سے خون جاری نہ ہوتا۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میت کا تمام ترکہ اس بچے کے حوالے کر دیا۔

آپؓ نے فرمایا: بخدا میں نے نہ کبھی جھوٹ بولا ہے اور نہ کبھی جھٹلایا گیا ہوں۔

(مناقب آل ابی طالب، ابن شہر آشوب)

ایک شخص کے مرنے سے دوسرے پر بیوی حرام

عمر بن داؤد حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتا ہے کہ جب عقبہ بن ابی عقبہ فوت ہوا تو حضرت علیؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنازہ میں شریک ہونے کے لیے تشریف فرما تھے۔ ان کے درمیان حضرت عمر بن خطابؓ بھی موجود تھے۔ حضرت علیؓ نے جنازے پر موجود ایک شخص سے فرمایا! عقبہ دنیا سے چلا گیا لہٰذا تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی ہے اس لئے خدا سے ڈرنا بیوی کے نزدیک مت جانا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: یا ابا الحسن! آپؓ کے تمام فیصلے حیرت انگیز ہیں۔ یہ فیصلہ تو اور بھی تعجب خیز ہے جس نے مجھے مزید حیرت زدہ کر دیا ہے کہ ایک شخص کے مرنے سے دوسرے شخص پر بیوی حرام ہوگئی ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: ہاں! کیونکہ یہ مرد عقبہ بن ابی عقبہ کا زرخرید غلام ہے اور اس نے آزاد عورت سے عقد کیا ہوا ہے، یہ آزاد عورت جو اس مرد کی بیوی ہے وہ مرنے والے کی رشتہ دار ہے۔ اسے اس کی میراث میں سے کچھ حصہ ملے گا۔ اس کی میراث میں یہ غلام بھی جو کہ عورت کا شوہر ہے شامل ہے۔ جب اس کا کچھ حصہ بیوی کی ملکیت میں چلا جائے گا تو یہ بیوی کا مملوک بن جائے گا اور مملوک اپنی مالکہ کا خاوند نہیں ہوسکتا۔ البتہ اس کی بیوی اسے آزاد کرے اور آزادی کے بعد اس سے دوبارہ نکاح کرے تو ان کے ازدواجی تعلقات شرعی نوعیت اختیار کرلیں گے ورنہ نہیں حضرت عمرؓ نے جب یہ فیصلہ سنا تو فرمایا ان امور کے لیے لوگوں کو آپ کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے۔ (مناقب از ابن شہر آشوب)

شوہر دار عورت کا شوہر طلب کرنا

یہ واقعہ بھی مناقب میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک عورت ان کے پاس آئی اور کہا:

خدا آپؓ کا بھلا کرے آپؓ صاحب اختیار ہیں آپؓ کی اس شادی شدہ جوان عورت کے بارے میں کیا رائے ہے کہ جس نے سہاگ کی پہلی رات اپنے شوہر کے ساتھ

گزاری ہو اور صبح ہوئی تو اس نے اپنے والدین سے دوسرے شوہر کا مطالبہ کیا، کیا آپ اس عمل کو جائز سمجھتے ہیں؟

تمام سننے والوں نے انکار کیا اور کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے ایک شوہر کے ہوتے ہوئے دوسرا شوہر اختیار کرے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

''احضرنی بعلکِ''...... ''تو اپنا شوہر میرے سامنے حاضر کر۔''

عورت اپنے شوہر کو بلانے کے لیے چلی گئی جب وہ حاضر ہوا تو حضرت علیؓ نے اس مرد سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیا۔ اس مرد نے بھی حضرت علیؓ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اپنے حق میں کوئی دلیل پیش نہ کی۔ حضرت علیؓ نے حاضرین سے فرمایا کہ یہ شخص نامرد ہے اور اس نے خود اعتراف کیا ہے کہ اپنے آپ کو خود نامرد کیا ہوا ہے۔

حضرت علیؓ نے اس عورت کو عدت کے ایام گزارے بغیر دوسرے مرد کے نکاح میں دے دیا۔

علی بن ابراہیم کی کتاب ''عجیب فیصلے'' میں اس فیصلے کو حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

غلام کا آقا کو قتل کرنا

ابوالقاسم کوفی سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک غلام لایا گیا کہ اس نے اپنے آقا کو قتل کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے غلام سے پوچھا: کہ تو نے اپنے آقا کو قتل کیا ہے؟

غلام نے کہا: بالکل قتل کیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا تو نے کیوں قتل کیا ہے؟

غلام نے کہا: بات یہ ہے کہ اس نے اپنے مالکانہ حقوق سے ناجائز فائدہ اٹھاتے

ہوئے مجھے دبوچ کر خلاف فطرت بدفعلی کی تھی۔

حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو آپ فوراً مسجد میں تشریف لائے اور حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ امیر المومنین تین دن تک اسے کوئی سزا مت دیں، اسے زندان میں ڈال دیں اور اس کے دعویٰ کی تصدیق ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا! جب وہ خود اقرار کر رہا ہے تو پھر تصدیق کا ہے کی؟

حضرت علیؓ نے عرض کیا: اس کے آقا پر الزام کی تصدیق ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: میت سے کیسے الزام کی تصدیق ہوگی، جبکہ وہ دفن ہو چکی ہے؟

حضرت علیؓ نے آقا کے ورثاء سے پوچھا: تم نے مقتول کو کب دفن کیا؟

انہوں نے جواب دیا: ابھی اس کے دفن سے فارغ ہو کر قاتل کو دربار میں لائے ہیں۔

آپؓ نے فرمایا: ''اگر اس کا الزام درست ثابت ہوا تو کیا تم اسے مقتول کے عوض قتل کرو گے؟''

حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر الزام درست ثابت ہو جائے تو کیا یہ قاتل نہیں رہے گا؟

حضرت علیؓ نے جواباً عرض کیا کیا اسلام کسی مسلمان کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنی عفت کا تحفظ کرے؟

حضرت عمرؓ نے فرمایا گویا اگر الزام ثابت ہو جائے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا؟

حضرت علیؓ نے عرض کیا جی ہاں اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: اب میت سے الزام کیسے ثابت ہوگا؟

حضرت علیؓ نے عرض کیا تین دن تک نہ غلام کہیں جائے اور نہ آپ، اسے تین دن زندان میں رکھیں۔ تیسرے دن خود بخود یہ الزام ثابت ہوگا یا اس کا دعویٰ غلط ثابت ہوگا۔ اگر الزام ثابت ہو گیا تو غلام بری ہوگا اور اگر دعویٰ غلط ہوا تو اسے قتل کر دیا جائیگا۔

تیسرے دن حضرت علیؓ مسجد میں آئے آپؓ نے امیر المومنین حضرت عمرؓ

کا ہاتھ تھاما اور مقتول کی میت پر آ کر ورثاء سے پوچھا: کیا مقتول کی قبر یہی ہے؟
انہوں نے عرض کیا: جی ہاں یہی قبر ہے۔
آپ ؓ نے فرمایا: ذرا قبر کھودو۔
لوگوں نے قبر کھودی، جب لحد تک پہنچ گئی تو آپ ؓ کو آگاہ کیا گیا۔ آپ ؓ نے فرمایا: میت کو قبر سے باہر نکالو۔
انہوں نے قبر میں دیکھا تو انہیں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ میت وہاں موجود نہیں تھی۔
آپ ؓ کو بتایا گیا کہ قبر میں کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ ؓ نے باآواز بلند تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور فرمایا:

ما کذبت و لا کذبت.....

"میں نے نہ کبھی جھوٹ بولا ہے اور نہ کبھی جھٹلایا گیا ہوں۔"

میں نے اپنے آقا و مولیٰ نبی اکرم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے:

"میری امت میں سے جو بھی قوم لوط کا عمل کرے گا اور اسی حالت میں مر جائے گا اسے قوم لوط جیسے عذاب سے میری امت ہونے کی بدولت مرنے کے تین دن بعد تک مہلت ہوگی۔ مرنے کے تیسرے دن بعد وہ اپنی قبر میں نہیں رہے گا۔ ملائکہ اسے وہاں سے اٹھا کر قوم لوط کے پاس پہنچا دیں گے۔"

(مناقب، از ابن شہر آشوب)

اصلی اور نقلی ماں کی پہچان

حضرت عمر ؓ کے پاس ایک مقدمہ پیش ہوا جس میں دو عورتیں ایک بچہ کی دعویدار تھیں۔ حضرت عمر ؓ نے حضرت علی ؓ کی طرف رجوع کیا۔ حضرت علی ؓ نے ایک آری لانے کا حکم دیا، حضرت عمر ؓ کے پوچھنے پر حضرت علی ؓ نے بتایا کہ اس بچہ کے دو حصہ کر کے دونوں عورتوں میں بانٹ دیئے جائیں۔

ان عورتوں نے جب یہ سنا تو ایک بول اٹھی کہ خدا کے لئے ایسا نہ کیجئے سالم بچہ دوسری کو دے دیا جائے۔ دوسری عورت خاموش رہی، اس پر حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ بچہ

پہلی عورت کا ہی ہے اگر دوسری عورت کا ہوتا تو وہ بھی ماں کی مامتا سے تڑپ اٹھتی یہ سُن کر دوسری عورت نے اقرار کرلیا کہ واقعی یہ بچہ میرا نہیں ہے۔ (ارجح المطالب صفحہ ۲۸)

ایک عجیب وغریب فیصلہ

امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ جب عقبہ ابن ابی عقبہ مرا تو حضرت علیؑ بھی اس کے جنازے پر مع چند اصحاب کے جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے تشریف لائے اور ایک شخص سے جو وہاں اس وقت موجود تھا فرمایا کہ عقبہ کے مرنے سے تیری عورت تجھ پر حرام ہوگئی ہے اب اس سے مقاربت نہ کرنا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے علی! یوں تو تمام ہی قضایا آپ کے عجیب وغریب ہوتے ہیں مگر اس کا نمبر تو سب سے بڑھ گیا، بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص تو مرے اور دوسرے کی زوجہ اس پر حرام ہو جائے۔

فرمایا سنو! یہ شخص عقبہ کا غلام ہے اور اس نے ایک آزاد عورت سے تزویج کرلی ہے اور راس عورت کو آج عقبہ کی کچھ میراث ملی ہے جس میں کچھ حصہ اس غلام کا بھی شامل ہے، پس جب عورت کے شوہر کا حصہ اس کی غلامی میں آگیا تو اس پر اسی قدر حصہ عورت کا بحیثیت غلام ہونے کے حرام ہوگیا۔ اب جب تک وہ عورت اس کو آزاد نہ کر کے دوبارہ تزویج نہ کرے مقاربت حرام ہوگی۔ (مناقب شہر آشوب)

پانچ آدمیوں کو زنا کے جرم میں سزا

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ پانچ شخصوں کو علت زنا میں رجم کا حکم دیا۔ حضرت علیؑ نے یہ دیکھ کر عرض کیا، حضرت! سب کی حالت ایک سی نہیں۔ اس کے بعد آپؑ نے ایک کو بلا کر قتل کرایا، دوسرے کو سنگسار تیسرے پر حد جاری کرائی چوتھے پر نصف حد یعنی پچاس کوڑے پانچویں کو تعزیر دی۔

حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا، اے علیؑ! گناہ سب کا برابر تھا، آپ نے یہ کیا کیا حکم فرمایا؟ آپؑ نے جواب دیا پہلا شخص ذمی تھا اس نے زن مسلمہ سے زنا کیا پس اپنے ذمہ سے خارج ہوگیا، دوسرا شخص محصن یعنی عورت دار تھا، یعنی ایسی حالت میں اس نے زنا

کیااس لئے اس کو سنگسار کیا گیا، تیسرا شخص غیر محصن تھا اس لئے حد جاری کی، چوتھا عبد تھا اس لئے نصف حد جاری کی۔

زنا کا اقرار اور شوہر پر الزام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ ایک مرد اور ایک عورت جھگڑا کرتے ہوئے آئے، مرد عورت سے کہتا تھا کہ تو زانیہ ہے اور مرد سے عورت کہتی تھی کہ تو مجھ سے زیادہ زانی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ان دونوں کے کوڑے لگائے جائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اتفاقاً ادھر سے گزر ہوا اس واقعہ کو سن کر عرض کیا، اے امیر المومنین! جلدی نہ کیجئے، اس عورت پر دو حدیں جاری کرنی چاہئیں۔

پوچھا کیوں؟

فرمایا اس لئے کہ اس عورت نے اپنے زانیہ ہونے کا خود اقرار کیا ہے اور اس مرد پر زنا کی تہمت رکھی ہے۔ (مناقب شہر آشوب)

زمین سے دو قبریں نکلیں گی

ابو بصیر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ عہد اول میں کچھ لوگوں نے ساحل عدن پر ایک مسجد تعمیر کرائی لیکن وہ گر گئی، دوسری بار بنائی پھر گر گئی، اسی طرح کئی بار ہوا۔ سب کے سب خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور واقعہ بیان کیا مگر کوئی معقول سبب معلوم نہ ہوا۔

آخر کار حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی دریافت کیا گیا، فرمایا قبلہ کی طرف داہنے بائیں تھوڑی سی زمین کھودو، وہاں پر دو قبریں نکلیں گی ان پر لکھا ہوگا انا رضوی واختی حبا...... میں رضوی اور میری بہن حبا ایسی حالت میں مرے کہ کسی طرح ذات خدا میں شرک کو روا نہ رکھا، پس ان دونوں لاشوں کو غسل وکفن دے کر نماز پڑھو اور دفن کردو، اور پھر شوق سے وہاں مسجد بناؤ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور پھر وہ مسجد نہ گری۔

زنا کا مقدمہ

ایک شخص یمنی نے جو صاحب زوجہ تھا مدینہ میں کسی عورت سے زنا کیا خلیفہ ثانی نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا، جناب امیرؑ نے فرمایا اس پر رجم واجب نہیں کیونکہ یہ اپنے اہل سے غائب ہے اور اس کے اہل دوسرے شہر میں ہیں اس پر حد لگاؤ۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا: ”خدا مجھ کو نہ باقی رکھے کسی ایسی دشواری کے لئے جہاں علی ؓ موجود نہ ہوں“

عادی چور کی سزا

ایک مرتبہ حضرت عمر ؓ کے سامنے ایک چور لایا گیا، حکم دیا گیا کہ اس کا ہاتھ قلم کر دو، دوسری مرتبہ پھر لایا گیا حکم ہوا اس کے پیر قلم کر دو، تیسری مرتبہ پھر پیش ہوا پھر قطع عضو کا حکم ملا، حضرت علیؓ نے فرمایا، ایسا نہ کرو، ہاتھ پیر قطع ہو چکے اب قید کرنا چاہیے۔

قتل کا حکم دیا لیکن وہ بچ رہا

ایک شخص نے کسی کے بیٹے کو قتل کر ڈالا تھا، مقتول کا باپ قاتل کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا انہوں نے قتل کا حکم دیا جلاد نے دو تلواریں اس کو ماریں اور یہ خیال کیا کہ وہ مر گیا لیکن رمق جان رہ گئی تھی لوگ اس کو اٹھا کر لے گئے اور اس کا علاج شروع کیا چھ مہینے کے بعد زخم بالکل اچھے ہو گئے مقتول کا باپ پھر اس شخص کو پکڑ کر عمر ؓ کے پاس لایا انہوں نے پھر قتل کا حکم دیا وہ شخص حضرت علی ؓ کے پاس فریاد لایا، حضرت نے عمر ؓ سے کہا تم نے یہ کیا حکم دیا کہا النفس بالنفس، فرمایا کیا تم نے اس کو قتل نہیں کرایا تھا، عرض کیا کیوں نہیں مگر وہ زندہ رہ گیا، پوچھا کیا اب دوبارہ قتل کرنے کا ارادہ ہے۔ حضرت عمر ؓ نے کہا آپ کی اس میں کیا رائے ہے؟ حضرت نے مقتول کے باپ سے کہا کیا تو نے اس کو ایک مرتبہ قتل نہیں کیا اس نے کہا ضرور کیا پس کیا میرے لڑکے کا خون باطل ہو گیا؟ فرمایا نہیں لیکن حکم یہ چاہتا ہے کہ تجھے اس شخص کے حوالے کیا جائے تا کہ وہ تجھ سے پہلے اس کا

قصاص لے لے جوتو اس کے ساتھ کر چکا ہے اس کے بعد تو اپنے لڑکے کے جرم میں اس کو قتل کر ڈالنا اور آگاہ ہو کہ اس کا قصاص جو تیرے اوپر ہے وہ تیری موت ہے اور اس کا دنیا ضروری ہے یہ سن کر وہ شخص حیران ہو گیا اور کہا کہ میں اپنے بیٹے کے خون سے درگذرا وہ مجھے قصاص معافی دے غرض یہ کہ ان دونوں کے درمیان اس کی بابت ایک کاغذ تحریر ہو گیا جب حضرت عمر ؓ نے یہ فیصلہ دیکھا تو اپنے ہاتھ آسمان کی جانب اٹھائے اور کہا شکر ہے خدا کا اے علی! تم اہلبیت پر رحمت ہو، اور پھر کہا اگر حضرت علی ؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ (حضرت علی ؓ کے فیصلے)

لڑکے اور لڑکی پر جھگڑا کرنا

ایک بار دو کنیزیں ایک لڑکے اور لڑکی میں جھگڑا کرتی ہوئیں حضرت عمر ؓ کے پاس آئیں، حضرت عمر ؓ نے فرمایا حضرت علی ؓ کو بلاؤ اس میں وہ فیصلہ کریں گے۔ جب حضرت علی ؓ آئے تو تمام قصہ بیان کیا گیا فرمایا دو شیشیاں منگاؤ اور ان کو وزن کر کے ان کنیزوں کو دو کہ اپنا اپنا دودھ اس میں بھریں جب وہ شیشیاں دودھ سے بھری ہوئی آئیں، فرمایا اب پھر وزن کرو جس کی شیشی بھاری ہو اسی کا لڑکا ہے اور جس کی شیشی ہلکی ہو اس کی لڑکی۔ حضرت عمر ؓ نے پوچھا یہ کیسے فرمایا؟ حضرت علی نے فرمایا: اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

للذکر مثل حظ الانثیین......

"مرد کے لئے عورت سے دوگنا حصہ ہے۔"

دو شخصوں کی امانت ایک عورت کے پاس

دو شخصوں نے ایک عورت کے پاس کچھ امانت رکھی اور کہا کہ جب تک ہم دونوں شخص ملکر تیرے پاس نہ آئیں اس کو ہرگز نہ دینا کچھ روز بعد ان میں سے ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ وہ امانت مجھے دیدے میرا ساتھی مر گیا اس عورت نے انکار کیا لیکن جب اصرار زیادہ ہوا تو مجبوراً وہ امانت اس کے سپرد کر دی گئی کچھ عرصہ کے بعد دوسرا شخص آیا اور امانت کو

طلب کیا عورت نے کہا وہ تو تیرا ساتھی یہ کہہ کر لے گیا کہ میرا رفیق مر گیا ہے، اس نے کہا میں اس کو نہیں جانتا اور عورت کو پکڑ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورت سے کہا تو ضامن ہے۔ وہ عورت حضرت علی المرتضیٰؓ کے پاس فریاد لائی حضرت نے اس شخص سے فرمایا جب تم نے یہ شرط کر لی تھی کہ جب تک ہم دونوں ساتھ نہ آئیں یہ امانت نہ دینا اب تو کیسے طلب کر رہا ہے جا اور اپنے رفیق کو لے کر آتا کہ تیرے بعد وہ اس عورت سے امانت طلب نہ کرے اور شرط کے ساتھ ادا بھی ہو جائے۔

یہ سن کر وہ شخص ساکت ہو گیا بعد کو معلوم ہوا کہ از روئے حیلہ عورت کا مال حاصل کرنا چاہتا تھا۔ (مناقب، شہر آشوب)

دو بیویاں اور ایک شوہر

ایک شخص کی دو بیویاں تھیں ایک انصاریہ اور دوسری ہاشمیہ انصاریہ کو اس نے طلاق دی اور کچھ مدت کے بعد مر گیا پس انصاریہ نے بغرضِ حصولِ میراث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے دعویٰ کیا کہ شوہر کی موت اس کے عدتِ طلاق میں واقع ہوئی اور اس کے گواہ بھی پیش کیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس قضیہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا، حضرت نے فرمایا اس سے اس بات کا حلف لو کہ قبل شوہر کی وفات کے تین طہر ختم نہ ہوئے تھے؟ اگر قسم کھالے تو میراث دے دی جائے ورنہ نہیں۔ یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زن ہاشمیہ سے فرمایا کہ یہ فیصلہ تیرے ہی ابن عم کا ہے، اس نے کہا میں اس پر راضی ہوں۔ زن انصاریہ نے قسم نہ کھائی اور میراث چھوڑنا قبول کر لیا۔ (مناقب، شہر آشوب)

اپنے ساتھی کو لے کر آؤ پھر امانت کا فیصلہ ہوگا

روایت ہے کہ دو آدمی ایک تھیلی لائے جس میں سو دینار تھے انہوں نے ایک عورت کے پاس بطور امانت رکھی اور اس عورت سے کہا کہ اگر ہم دونوں اکٹھے تیرے پاس آئیں تو یہ تھیلی ہمیں واپس کرنا اگر ہم میں سے ایک آوے تو اس کو یہ تھیلی نہ دینا۔

عرصہ دراز کے بعد ان میں سے ایک شخص اس عورت کے پاس گیا اور کہا کہ میرا

ساتھی مر گیا ہے، سو دینار مجھے واپس کیجئے اس عورت نے دینار دینے سے انکار کر دیا، تو اس شخص نے عورت کے خاندان کے پاس جا کر شکایت کی عورت کے رشتہ داروں نے اس پر دباؤ ڈالا کہ اس شخص کو دینار واپس کر دے۔ چنانچہ اس نے دے دیئے، لیکن ایک سال کے بعد اس کا دوسرا ساتھی آیا تو اس نے بھی عورت سے بطور امانت رکھے ہوئے دیناروں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

عورت نے حیرت سے کہا کہ تیرا ساتھی آیا تھا اس نے کہا کہ میرا ساتھی دنیا سے چل بسا ہے عورت نے کہا کہ اس نے رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا لہٰذا میں نے رقم اس کے حوالے کر دی تھی۔

وہ شخص اپنے مطالبہ پر ڈٹا رہا آخر کار معاملہ طول پکڑ گیا اور دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور اپنا قصہ بیان کیا حضرت عمرؓ نے عورت سے کہا کہ تو ہر حال میں اس شخص کو رقم واپس کرنے کی پابند ہے اس عورت نے کہا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپ ہمیں ابوالحسن علیؓ ابن ابی طالب کے پاس جانے کی مہلت دیجئے تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ کریں۔ حضرت عمرؓ نے اس بات کو قبول کیا جب وہ دونوں حضرت علیؓ کے پاس آئے تو آپؓ نے اس شخص سے فرمایا کہ جب تم نے امانت رکھی تھی تو اس وقت تم نے یہ کہا تھا کہ جب ہم دونوں آئیں تو ہمیں امانت واپس کرنا، اب تم اپنے ساتھی کو لے کر آؤ تو بعد میں تمہاری امانت کا فیصلہ کیا جائے گا۔

تیری رقم تیرے ساتھی کے پاس ہے اس سے جا کر تو خود وصول کر لے اس بے
عورت کا کوئی قصور نہیں بلکہ تمہارے ساتھی نے فریب کیا ہے۔

جب حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ سنا تو بے ساختہ کہا:

لا ابقانی اللہ بعد علیؓ ......

''اے اللہ! مجھے علیؓ کے بعد زندہ نہ رکھنا۔''

(ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ الریاض النضرہ محب الدین طبری)

حاملہ عورت پر حد جاری کرنا

ایک مرتبہ چند لوگ ایک حاملہ عورت کو حضرت عمر ﷜ کے پاس لائے اس عورت نے ان کے سامنے زنا کا اعتراف کیا۔ انہوں نے حکم دیا کہ اسے شرعی سزا دی جائے اسی اثناء میں حضرت علی ﷜ سے ملاقات ہوئی، آپ ؓ نے پوچھا کہ اس عورت کو کہاں لے جا رہے ہو؟

لوگوں نے کہا کہ حضرت عمر ﷜ نے حکم دیا ہے کہ اس کو شرعی سزا دیں۔

حضرت علی ﷜ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، کیونکہ تم عورت کو تو شرعی سزا دے سکتے ہو مگر جو بچہ شکم مادر میں ہے اس پر تو کوئی شرعی سزا نہیں ہے۔

حضرت عمر ﷜ نے سوال کیا کہ پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

حضرت علی ﷜ نے فرمایا: جب تک وضع حمل نہیں ہو جاتا اس وقت تک عورت کو چھوڑ دو۔

حضرت عمر ﷜ نے حضرت علی ﷜ کے فرمان پر عمل کیا اور تین مرتبہ کہا:

کل الناس افقه منی......

"تمام لوگ ہی مجھ سے زیادہ فقیہ ہیں۔"

(الریاض النضر ہ فی ذخائر العقبی)

خوف زدہ حاملہ عورت کے بارے میں فیصلہ

حضرت عمر ﷜ کے زمانہ خلافت میں ایک عورت کو لایا گیا جس پر زنا کا الزام تھا۔ حضرت عمر ﷜ نے عورت سے پوچھا کہ تو نے زنا کیا ہے؟ عورت نے بوجہ خوف زنا کا اعتراف کیا۔

حضرت عمر ﷜ نے حکم دیا کہ اس کو سنگسار کرو، اہل کار عورت کو سزا دینے کیلئے لے جانے لگے تو حضرت علی ﷜ سے ملاقات ہوگئی آپ ؓ نے فرمایا: اس عورت کو کیوں پکڑ کے لے جا رہے ہو؟

انہوں نے کہا: حضرت عمرؓ نے حکم دیا ہے کہ اسے سنگسار کریں۔

آپؓ نے اس عورت کو چھوڑنے کا حکم دیا اور حضرت عمرؓ کے پاس چلے آئے۔

عرض کیا حضرت! کیا آپ نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے؟

حضرت عمرؓ نے فرمایا جی ہاں کیونکہ اس عورت نے میرے سامنے جرم کا اعتراف کیا ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا چونکہ قصور اسی عورت کا ہو سکتا ہے اس کے پیٹ میں موجود بچے کا نہیں لہٰذا اس معاملے کا خیال کرنا ضروری ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے پوچھا کہ شاید یہ عورت آپ سے مرعوب ہوگئی اور خوفزدہ ہو کر ہی اس نے اقرار کیا ہو۔

فرمایا، ممکن ہے ایسا ہو۔ پھر حضرت علیؓ کے مشورہ سے اس عورت کو چھوڑ دیا گیا۔

(کنز العمال، تحفہ اثناء عشریہ، ازالۃ الخفاء)

پیاسی عورت سے چرواہے کا زنا

عبدالرحمٰن سلمی سے روایت ہے کہ ایک عورت کو حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا گیا اور کہا گیا کہ یہ عورت بے آب و گیاہ صحراء میں شدت پیاس سے قریب المرگ ہوگئی تھی اور اس نے چرواہے سے پانی طلب کیا۔ چرواہے نے کہا: میں تجھے پانی اس شرط پر دوں گا اگر اپنے آپ کو میرے حوالے کر دے، تاکہ میں تیرے ساتھ جماع کروں۔ عورت زنا پر راضی ہوگئی، خلیفہ نے اس معاملے کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ کیا اس عورت کو سنگسار کیا جائے یا نہ؟

• حضرت علیؓ نے فرمایا، اسے چھوڑ دیجئے کیونکہ یہ مجبور تھی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے فرمان کی پیروی کرتے ہوئے عورت کو رہا کر دیا۔

(ذخائر العقبیٰ از محب طبری)

اس واقعہ کی ایک اور صورت

ایک اور روایت میں اس واقعہ کو یوں نقل کیا گیا ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گواہی دی کہ صحرا میں پانی کے بدلے مرد نے عورت سے جماع کیا ہے۔ جبکہ عورت شوہر دار تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کو سنگسار کیا جائے۔ عورت نے کہا: بار الٰہا! تو جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں میرے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا تو آپؓ نے فرمایا امیر المومنین! اس عورت کو چھوڑ دیجئے اس سے حقیقت حال پوچھتے ہیں شاید کوئی عذر رکھتی ہو۔

عورت کو چھوڑ دیا گیا اور اس سے حقیقت حال کے بارے میں پوچھا گیا تو عورت نے کہا میں نے اپنے شوہر سے اونٹنی لی اور پانی بھی ساتھ لیکر سفر کو روانہ ہوگئی میری اونٹنی دودھ نہیں دیتی تھی حسب ضرورت ایک مرد بھی اس سفر میں میرے ہمراہ ہوگیا، جبکہ اس کی اونٹنی دودھ دینے والی تھی لیکن اس کے پاس پانی نہیں تھا، دوران سفر جہاں بھی پانی مانگتا میں پانی دیتی اور اس کی پیاس بجھاتی کہ اتنے میں میرا پانی ختم ہوگیا پیاس لگی تو میں نے اس مرد سے دودھ مانگا تو اس مرد نے کہا اگر تو دودھ چاہتی ہے تو مجھے اپنے اوپر تسلط حاصل کرنے دے، میں نے انکار کر دیا کچھ دیر بعد پیاس نے شدت اختیار کر لی اگر ایک لحہ گزرتا تو میں پیاس سے مرجاتی، آخر کار مجبور ہو کر نہ چاہتے ہوئے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا۔ اس طرح اپنی زندگی بچائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللّٰہ اکبرا فمن اضطر غیر باغ ولاعاد فلا اثم علیہ......

جیسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی آپ نے اس عورت کو چھوڑ دیا۔

دیوانہ عورت کا زنا کرنا

ابی ظبیان سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا اسی اثناء میں ایک عورت کو لایا گیا جس پر زنا کا الزام تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب عورت کو سزا دینے کے لیے لے جانے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ اس عورت نے آپ کو دیکھ کر چیخ وپکار شروع کر دی۔

حضرت علی ؓ نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ ماجرا کیا ہے؟

انہوں نے کہا: اس عورت نے زنا کا ارتکاب کیا ہے اور حضرت عمر ؓ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے، حضرت علی ؓ نے ان لوگوں کو واپس حضرت عمر ؓ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عمر ؓ نے لوگوں سے واپسی کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حضرت علیؓ نے ہمیں واپس بھیجا ہے۔

حضرت عمر ؓ نے کہا کہ ضرور کوئی وجہ ہوگی۔ چنانچہ آپؓ کو بلایا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ تین گروہوں سے شرعی تکلیف اٹھالی گئی ہے۔

ایک بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے...... دوسرا سویا ہوا شخص جب تک بیدار نہ ہو جائے...... تیسرا دیوانہ جب تک عاقل نہ ہو جائے۔ یہ عورت دیوانی ہے اور فلاں قبیلہ سے اس کا تعلق ہے اور اس نے جنون کی حالت میں یہ کام کیا ہے۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا: مجھے اس کی دیوانگی کا حال معلوم نہیں۔

حضرت علی ؓ نے فرمایا: مجھے تو علم ہے۔

حضرت عمر ؓ نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور فرمایا:

"اللہ، علیؓ کے حالات میں فراخی عطا کرے ورنہ میں تو ایک دیوانی عورت پر حد جاری کر کے ہلاک ہونے والا تھا۔"

(ذخائر العقبیٰ محب طبری)

عدت کے ایام میں نکاح

حضرت مسروق تابعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر ؓ کے پاس ایک عورت کو لایا گیا، جس نے عدت کے ایام میں نکاح کیا ہوا تھا۔

حضرت عمر ؓ نے اس سے حق مہر واپس لیکر بیت المال میں جمع کر دیا، اور زن و مرد کو الگ کر دیا اور کہا کہ یہ اکٹھے نہیں ہو سکتے، اور ان ایام میں کوئی دوسرا مرد بھی اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔

جب یہ خبر حضرت علی ﷺ تک پہنچی تو آپؓ نے فرمایا: اگر دونوں مسئلہ سے جاہل ہوں تو یہ عورت حق مہر کی مستحق ہوگی، کیونکہ عورت نے اپنے آپ کو خود مرد پر حلال کیا ہے، ان دونوں کو جدا کر دیا جائے، یہاں تک کہ عدت کے ایام گزر جائیں، ایام عدت گزرنے کے بعد اگر یہ مرد چاہے تو اس سے شادی کر سکتا ہے۔ اس وقت حضرت عمر ﷺ نے خطبہ پڑھا اور کہا کہ جس چیز کے بارے میں علم نہ ہو تو اس وقت سنت کی طرف رجوع کیا جائے، یعنی میری طرح کریں کہ میں یہ مسئلہ نہیں جانتا تھا، اس لیے حضرت علی ﷺ کے قول پر عمل کرتا ہوں، کیونکہ علی کا قول سنت کے عین مطابق ہے۔ (ذخائر العقبیٰ، محب طبری)

چھ ماہ میں بچے کی پیدائش

اسلامی لشکر کے ایک سپاہی ہیثم سے روایت ہے کہ جب وہ سفر سے واپس آیا تو اس کی بیوی کے ہاں چھ ماہ کی مدت میں بچے کی پیدائش ہوگئی تھی، ہیثم نے اس بچے کو اپنا بیٹا ماننے سے انکار کر دیا، آخر کار دونوں میاں بیوی حضرت عمر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا ماجرا اُن کو سنایا۔ ہیثم نے کہا: چھ ماہ سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ میں سفر سے واپس لوٹا ہوں اور اس کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا ہے، یہ میرے نطفے سے نہیں ہو سکتا۔

یہ سن کر حضرت عمر ﷺ نے حکم دیا کہ عورت کو سنگسار کیا جائے۔ حضرت علی ﷺ نے سنگسار کرنے سے پہلے حضرت عمر ﷺ سے فرمایا: یہ عورت اپنے شوہر سے حاملہ ہوئی ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

حملهٗ و فصالهٗ ثلاثون شهرا......

''اس کی مدت حمل اور مدت رضاعت تیس ماہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے مدت رضاعت دو سال قرار دی ہے، جس کے چوبیس مہینے بنتے ہیں، لہٰذا اگر تیس سے چوبیس کو نفی کر دیا جائے تو مدت حمل چھ ماہ بنتی ہے اور شش ماہ بچہ پیدا ہو کر زندہ رہ سکتا ہے۔ لہٰذا یہ لڑکا اسی شوہر کا ہے۔

اس وقت حضرت عمر ﷺ نے عورت کو رہا کر دیا اور بچے کو باپ کے ساتھ ملا دیا،

اور فرمایا: **لو لا علی لهلک عمر ......**

(ذخائر العقبیٰ، از محب طبری)

شتر مرغ کے انڈے توڑنے کا کفارہ

سعید بن مسیب سے روایت کی گئی ہے کہ وہ لکھتا ہے:

"کان عمر یتعوذ من معضلة لیس لها ابو الحسن"

''اور عمرؓ کا قول ہے: میں اس لمحہ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جب مجھے کوئی مشکل آئے تو علی ابن ابی طالب میرے پہلو میں نہ ہوں!''

ابن زبیر کہتا ہے ایک دن میں شام کی مسجد میں داخل ہوا تو ایک سن رسیدہ بزرگ کو دیکھا جس کی رگیں ضعیفی کی وجہ سے خشک ہو چکی تھیں۔ میں اس کے سامنے گیا، سلام کرتے ہوئے میں نے کہا: اے بزرگ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ؓ میں سے کسی صحابیؓ کو دیکھا ہے؟

اس نے کہا: عمر ابن الخطاب ؓ کو۔

میں نے کہا: کیا تم ان کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے ہو؟

اُس نے کہا: ہاں میں جنگ یرموک میں حاضر تھا۔

میں نے کہا: اس سے مجھے کوئی حدیث (یا واقعہ) بیان کرو۔

اس نے کہا: ہم حاجیوں کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے، احرام کی حالت میں ہم نے شتر مرغ کے چند انڈے اس کے گھونسلے سے اٹھائے اور انڈوں کو پکا کر کھایا، جب ہم مناسک حج ادا کر چکے اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ہم نے احرام کی حالت میں شکار کیا ہے لامحالہ کفارہ ہے، بہتر ہے کہ مسئلہ کے بارے میں دریافت کریں۔ اتنے میں ہم حضرت عمر ؓ کے پاس پہنچے اور ہم نے یہ مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ چلو، ہم ان کے ساتھ چل پڑے اور ایک دروازے پر پہنچے، انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا اور آواز دی: کیا ابو

الحسن علی ابن ابی طالب یہاں ہیں؟ جواب ملا کہ آپؑ گھر میں نہیں ہیں۔

مناقب کی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے کہا: چلئے، اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے کسی سے یہ مسئلہ پوچھتے ہیں۔ آخر کار یہ مسئلہ چند اصحاب رسول ﷺ سے پوچھا، لیکن تمام اصحاب نے اس مسئلہ کے حکم میں اختلاف کیا۔

حضرت عمرؓ نے کہا: ان لوگوں کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، البتہ ہمارے درمیان ایک شخصیت موجود ہے، فیصلہ کے لیے ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے کسی شخص کو ایک عورت کے پاس بھیجا تا کہ اس سے گدھا مانگ کر لائے، ہم سوار ہو کر حاجیوں کے ساتھ حضرت علیؓ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپؑ ینبع میں کھیت میں کام کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ وہاں پہنچے اور مسئلہ پیش کیا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: مسئلے کا جواب یہ ہے کہ شتر مرغ کے انڈوں کی تعداد کے مطابق جوان اونٹنیاں یعنی ایک انڈے کے بدلے ایک اونٹنی، اگر پانچ انڈے پکا کر کھائے تھے تو پانچ اونٹنیوں کے درمیان ایک نر اونٹ چھوڑ دیا جائے، جو بھی اونٹنی بچہ دے تو وہ اس کو خانہ خدا میں قربان کرے۔

عمر نے فرمایا: ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ اونٹنیاں حاملہ ہوں اور کچھ حاملہ نہ ہوں۔ آپؑ نے عرض کیا یہ بھی تو نہیں ہوسکتا کہ تمام انڈوں سے بچے نکلیں، کیونکہ کچھ انڈے خراب بھی ہو جاتے ہیں، جواب سن کر اس وقت حضرت عمرؓ نے فرمایا:

اللّٰهم لا تنزل بی شدیدة الا ابو الحسن الی جنبی،

"خدایا! جب بھی مجھ پر کوئی مشکل آئے تو ابوالحسنؑ میرے پاس موجود ہوں۔"

بیت المال کے بارے میں آپؓ کا مشورہ

ذخائر العقبیٰ میں موسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس کچھ مال جمع ہوا تھا اسے تقسیم کیا گیا، جو کچھ مقدار باقی رہ گئی، باقی ماندہ مال کے بارے میں اصحاب کے ساتھ مشورہ کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس مال کو محفوظ رکھنا چاہیے تا کہ بوقت

ضرورت کسی کام میں لگایا جائے، وہاں حضرت علیؓ بھی موجود تھے۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا: اے ابوالحسنؓ آپ کیوں خاموش ہیں اور کوئی بات بھی نہیں کرتے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: صحابہ کرام بات کر رہے تو ہم بھی سن رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: آپ بھی تو کچھ ارشاد فرمائیں تا کہ ہم بھی سن لیں!

حضرتؓ نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ باقی ماندہ مال کو بھی تقسیم کیا جائے۔

(ذخائر العقبیٰ، از محب طبری)

حضرت عمرؓ نے آپؓ کے فرمان پر عمل کیا۔

قدامہ بن مظعون پر حد جاری کرنا

روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ خلافت میں قدامہ بن مظعون نے شراب پی تو حضرت عمرؓ نے ان پر حد جاری کرنے کا حکم دیا، قدامہؓ نے کہا مجھ پر کوئی حد نہیں ہے، کیونکہ خداوند عالم کا فرمان موجود ہے:

لیس علی الذین امنو و عملوا الصالحات جناح فیما طعموا اذا ماتَّقَوْا وَاٰمَنُوا.

"ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں پر کوئی حرج نہیں ہے جو کچھ انہوں نے کھایا پیا ہو۔"

میں مہاجرین اولین اور مجاہدین بدر میں سے ہوں۔

حضرت عمرؓ نے کہا: اس نے درست کہا ہے، آخر کار قدامہ کو بغیر سزا دیے چھوڑ دیا گیا اور اس پر کوئی حد جاری نہ کی گئی، یہ بات حضرت علیؓ تک پہنچی تو آپؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ قدامہ پر حد جاری کیوں نہیں کی اور اسے رہا کیوں کیا؟

حضرت عمرؓ نے ماجرا سنایا۔

آپؓ نے عرض کیا، امیر المومنین! قدامہ اس آیت کا اہل نہیں ہے، نہ وہ شخص جو اس کی راہ پر چل کر اور حرام خدا کا مرتکب ہوا اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ شخص خدا اور

رسول پر ایمان لایا اور نیک کام بھی کیے، البتہ یہ لوگ خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال نہیں کر سکتے، پس قدامہ جو کچھ کہہ چکا ہے اس سے توبہ کرنا واجب ہے۔

اگر وہ توبہ کرے تو اس پر صرف حد جاری کی جائے، اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی گردن اڑا دی جائے، کیونکہ وہ ملت اسلام سے خارج ہو گیا ہے۔

حضرت عمرؓ سمجھ گئے کہ قدامہ کو چھوڑ کر غلطی کی ہے، انہوں نے دوبارہ قدامہ کو طلب کیا اور اس کو توبہ کرنے کو کہا، قدامہ کو بھی علم ہو گیا کہ میرے بارے میں شرعی سزا کیا ہے، تو اس نے توبہ کا اظہار کیا۔ اب اس سے قتل کی سزا تو ختم ہو گئی مگر حد کا مسئلہ باقی تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا اے علیؓ آپ فرمایئے کس طرح حد جاری کرنی چاہیے۔

آپؓ نے فرمایا: اسے اسی (۸۰) تازیانے مارے جائیں، کیونکہ جو بھی شراب پیتا ہے وہ مست ہو جاتا ہے جب مست ہو جاتا ہے تو بہکی بہکی باتیں کرتا ہے جب ہذیان کرتا ہے، جھوٹ باندھتا ہے، پس حضرت عمرؓ نے اس کو اسی (۸۰) تازیانے مارے۔

(قرۃ العین از شاہ ولی اللہ محدث دہویؒ)

اس طرح کا ایک اور واقعہ

تنبیہ الغافلین میں ابولیث نے عطا سے اور عطا نے سائب سے اور سائب نے عبدالرحمان سلمی سے واقعہ نقل کیا ہے کہ شام میں یزید بن ابی سفیان کے مکان پر تین آدمیوں نے شراب پی اور ساتھ یہ ثبوت بھی لائے کہ ہم پر شراب حلال ہے، چونکہ خداوند عالم قرآن مجید میں خود ارشاد فرماتا ہے:

لیس علی الذین امنو وعملوا الصالحات جناح فیما طعموآ
اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا......

یزید بن ابی سفیان نے یہ واقعہ حضرت عمرؓ کی طرف لکھا تو حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا کہ ان کو میری طرف روانہ کر دیجئے۔

جب ان کو حضرت عمرؓ کی طرف بلایا گیا تو حضرت عمرؓ نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو جمع کیا تا کہ ان سے شرعی حکم کے بارے میں پوچھیں، لوگوں نے اس مسئلہ کے

جواب میں اختلاف کیا۔ ان میں سے کچھ نے گردن زنی کا فیصلہ کیا اور بعض نے نفی کی، حضرت علیؓ ان کے درمیان خاموشی سے بیٹھے ہوئے تھے۔

حضرت عمرؓ نے کہا: اے ابوالحسن آپ اس مسئلے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: حکم شرعی یہ ہے کہ ان کو توبہ کی مہلت دی جائے، اگر یہ توبہ کر لیتے ہیں تو ہر ایک کو اسّی تازیانے مارے جائیں اگر توبہ نہیں کرتے تو ان کی گردن زنی کی جائے۔ حضرت علیؓ کا یہ فیصلہ سن کر حضرت عمرؓ نے اس پر عمل درآمد کیا۔

(تنبیہ الغافلین، ابوالیث ثمرقندی)

کعبہ میں رکھے گئے زیورات کا حکم

روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ کے سامنے یہ گفتگو ہوئی کہ خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے جواہرات کی کیا ضرورت ہے، اگر ان کو لشکر اسلام میں تقسیم کر دیں تو اس کا بہت زیادہ ثواب ہوگا، حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے اس کے بارے میں سوال کیا، آپؓ نے عرض کیا کہ قرآن مجید رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا ہے، اس میں مال کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے ان میں ایک مال فئی ہے اس کو مستحقین میں تقسیم کیا، ایک ان میں مال خمس ہے اس کی تقسیم کا بھی اللہ نے حکم دیا ہے، اور ایک مال صدقہ ہے اس کی تقسیم کا بھی حکم موجود ہے، یہ بھی اسی طرح تقسیم ہونگے ان میں زیورات کعبہ بھی تھے، خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنے حال پر رہنے دیا اور بھول کی وجہ سے بھی اس مال کی تقسیم کا حکم ترک نہیں کیا، اس ذات سے تو کوئی مقام پوشیدہ نہیں ہے، تو بھی اللہ اور اس کے رسول کی طرح اس مال سے ہاتھ کھینچ لے، جہاں وہ زیورات موجود تھے تو بھی وہاں رہنے دے، حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے فرمان پر عمل کیا، زیورات کعبہ وہاں رہنے دیئے جہاں پہلے موجود تھے اور کہا: اے ابوالحسنؓ

"اگر آپؓ نہ ہوتے تو میں رسوا ہو جاتا۔" (حضرت علیؓ کے فیصلے)

مقدسی کا واقعہ

حضرت عمر بن الخطابؓ کے دور خلافت میں بیت المقدس سے ایک مسلمان

مدینہ آیا، اس نے مزار رسول ﷺ کی زیارت کی اور مسجد نبوی میں ڈیرا ڈال لیا، شب و روز عبادت میں صرف کرتا تھا، وہ دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات کو مصروف عبادت رہتا تھا، وہ نوجوان، حسین اور خوشرو تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور تھا مدینہ میں اس کا زہد و تقویٰ ضرب المثل بن چکا تھا، وہ شخص مقدسی کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص سے اس قدر متاثر ہوئے کہ سخت طبیعت کے باوجود اس کے پاس آ کر بیٹھتے تھے اسے کہتے تھے کہ کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتانا، مقدسی صرف ایک ہی جواب دیتا تھا کہ خالق کے ہوتے ہوئے مخلوق سے کیسے مانگوں؟ آپ بھی تو میری طرح محتاج ہیں، جب حج کا موسم آیا اور لوگ حج پر جانے کی تیاری کرنے لگے تو مقدسی بھی حج کے لیے تیار ہو گیا۔ جس دن قافلۂ حج کوچ کرنے لگا تو خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقدسی کے پاس الوداع کرنے کے لئے آئے۔

مقدسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا! اے ابو حفص! میں حج کو جا رہا ہوں! میرے پاس ایک چیز ہے، اگر آپ میرے حج سے واپسی تک اپنے پاس امانت رکھنے کی زحمت گوارہ فرمائیں تو مہربانی ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا! یہ بھی کوئی بات ہے، امانت میرے سپرد کر دے واپسی پر سنبھال لینا۔

مقدسی نے ہاتھی کے دانت کی ایک ڈبیہ دی جو لوہے کے قفل سے مقفل تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی اور آپؓ نے وہ ڈبیہ اپنے پاس رکھ لی۔

ایک عورت کی فریفتگی

مقدسی حج پر چلا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ قافلہ حج کو بیرون مدینہ تک الوداع کہنے گئے اس تمام راستہ میں وہ مقدسی کے ساتھ چلتے رہے، الوداع کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر کارواں کو مقدسی کے بارے میں وصیت کی اور اسے کہا کہ راستے میں اسے کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے، اس قافلۂ حج میں ایک انصاری عورت بھی تھی اسے رفتہ رفتہ اس مقدسی

کے شباب اور حسن و جمال نے لبھانا شروع کر دیا، ابتداء میں تو اس نے اپنی دلچسپی کو اس حد تک محدود رکھا کہ مقدسی جس جگہ قیام کرتا تھا یہ اس کے قریب جگہ بنا لیتی تھی، بالآخر جب مقدسی نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی تو اس نے خود پیش قدمی کی اور اس سے کہا کہ مجھے تو آپ کے اس جوان، رعنا اور نرم و نازک جسم پر یہ اونی لباس اچھا نہیں لگتا، یقیناً یہ چبھتا ہوگا اور آپ کو تکلیف ہوتی ہوگی۔

مقدسی نے جواب دیا: اری بھلے مانس! اس جسم پر ترس کا کیا فائدہ؟ جو مٹی کی غذا ہے۔

انصاریہ نے کہا: آپ کا چہرہ کتنا حسین ہے؟ جب اس پر دھوپ پڑتی ہے اور حرارت سے چہرے کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے تو مجھے بڑی کوفت ہوتی ہے۔

مقدسی نے کہا: ہوش کے ناخن لے! ایسی باتیں نہ کر! مجھے اپنے رب کریم کے حضور سے باز رکھنے کی کوشش نہ کر، اب عورت کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو اس نے کہا عابد صاحب آپ سے ایک کام ہے، اگر آپ نے میری مرضی کے مطابق کر دیا تو بہتر ورنہ اپنا کام نکالنے تک میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔

مقدسی نے کہا! آپ کام بتائیں۔ اگر میرے بس میں ہوا تو ضرور کروں گا!

عورت نے کہا: میں بھلا ایسا کام آپ کو کیونکر کہوں گی جو آپ کے بس میں نہ ہوگا۔

مقدسی نے کہا: آپ زیادہ پریشان نہ کریں، کام بتائیں۔

عورت کا انتقام

عورت نے مسکرا کر کہا: میری صرف ایک خواہش ہے کہ آپ رات کا کچھ حصہ میرے ساتھ میرے مالک کی حیثیت سے گزاریں، مقدسی نے کانوں کو ہاتھ لگائے، اللہ کا خوف دلایا، سختی سے جھڑک دیا اور کہا: دیکھ میں اس قماش کا آدمی نہیں ہوں، تو بھی خانہ خدا کی زیارت کو جا رہی ہے اپنے ذہن کو اس شیطانی خیالات سے پاک کر دے۔

عورت نے کہا: مجھ پر تیری ایسی کوئی بات اثر نہ کرے گی، میں عورت ہوں اور

کبھی اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتی عورت کا انتقام بہت برا ہوتا ہے، آپ سوچ لیں۔

مقدسی نے کہا: تو یہاں سے چلی جا، تیرے دل میں جو آئے کر گزر، مجھ سے اس قسم کی کوئی توقع وابستہ نہ رکھ، چند دن گزرنے کے بعد ایک رات مقدسی حسب معمول رات گئے تک عبادت کرنے کے بعد اپنی جگہ پر سو گیا، بدنیت عورت اٹھی اپنی تھیلی جس میں پانچ سو دینار تھے اٹھائی مقدسی کے پاس جو اپنا سامان تھا اس کے تھیلے میں رکھ کر واپس اپنی جگہ جا کر سو گئی، صبح کو جب اٹھی اور سامان سنبھالا تو تھیلی نہ تھی۔ اس نے رونا پیٹنا شروع کر کے ایک اودھم مچا دیا، قافلہ والوں نے پوچھا کہ بات کیا ہے؟

اس نے کہا: میں عورت ذات ہوں، سفر میں لٹ گئی ہوں، کسی نے میری تھیلی پر ہاتھ صاف کر دیا ہے، میرا تو زادراہ اسی میں تھا اور اب میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے، پورے قافلہ میں حیرت کی لہر دوڑ گئی، سالار قافلہ نے تمام قافلہ کے سامان کی تلاشی کا حکم دیا ایک ایک کی ایک ایک چیز کی تلاشی لی گئی لیکن تھیلی برآمد نہ ہوئی۔

سالار قافلہ نے کہا: اس پورے قافلہ کا سامان دیکھا جا چکا ہے تیری تھیلی کسی کے پاس برآمد نہیں ہوئی، البتہ مقدسی پر چونکہ اس قسم کا شبہ کرنا بھی میں گناہ سمجھتا ہوں اس لیے اس کی تلاشی نہیں لی گئی۔

عورت نے کہا: یہ درست ہے کہ وہ مقدسی ہے لیکن جہاں تمام مہاجرین وانصار کی تلاشی لی گئی ہے تو اس کی تلاشی لینے میں کیا حرج ہے؟ ممکن ہے اس کا ظاہر کچھ ہو اور باطن کچھ ہو۔ آخر یہ باہر ہی سے مدینہ میں آیا ہے کون جانتا ہے کہ اس کے سابقہ اعمال کیا تھے؟

کچھ دوسرے لوگوں نے بھی عورت کی تائید کی!

مقدسی سے برآمدگی

سالار قافلہ مقدسی کے پاس آیا، مقدسی نماز صبح کے بعد سو رہا تھا، سالار قافلہ نے اسے جگایا اور قافلہ میں چوری کا تذکرہ کرنے کے بعد اس سے تلاشی کی اجازت لی۔ مقدسی بے چارہ تو بے فکر تھا، اسے کیا معلوم تھا کہ مجھے نیکی کی سزا ملنے والی ہے اس نے سالار قافلہ

سے کہا: جب تمام کی تلاشی لی جا چکی ہے تو مجھے ان سے الگ رکھنا خلاف انصاف ہے، آپ نے جس طرح دوسروں کی تلاشی لی ہے میری بھی لیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

سالار قافلہ نے سامان کو الٹنا پلٹنا شروع کیا جوں ہی تھیلے کو الٹا تو اس سے اس عورت کی تھیلی باہر آ گئی، وہ بھی کھڑی دیکھ رہی تھی، اپنی تھیلی کو دیکھ کر جھپٹی اور کہنے لگی کہ یہی میری تھیلی ہے، دیکھا میں نہ کہتی تھی کہ اس کی نمازوں پر نہ جا، اندر سے کچھ اور معلوم ہوتا ہے۔

اب کیا تھا پورے قافلہ نے اس بے چارے کو لاتوں اور مکوں پر رکھ لیا۔ جب مار مار کر تھک گئے تو اسے زنجیر پہنا دیئے کہ حج سے واپسی کے بعد مدینہ لے جائیں گے اور حضرت عمرؓ کو بتائیں گے کہ جس کی آپ نے وصیت کی تھی اس کے کرتوت یہ ہیں۔

مقدسی معاملہ کی تہہ تک پہنچ گیا۔ اس نے اپنا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا اور جو کچھ بھی اسے کہا گیا یا کیا گیا اس نے کسی سے ایک لفظ تک نہ کہا، طعنہ زنی کے نشتر اور مار سب کچھ خاموشی سے سہتا گیا۔

جب مکہ پہنچے تو اس نے سالار قافلہ سے دست بستہ گزارش کی کہ آپ بھی حج کے لیے آئے ہیں اور میں بھی اسی نیت سے آیا ہوں، آپ جو ضمانت لینا چاہیں لے لیں اور مجھے حج کے لیے آزاد کر دیں، میں اپنی مرضی سے حج کرنا چاہتا ہوں، مناسک حج کی ادائیگی کے بعد جس دن جس جگہ آپ کہیں میں پیش ہو جاؤں گا آپ مجھ سے جو سلوک بھی کریں گے میں اسے رضائے خدا سمجھ کر برداشت کرلوں گا۔ جس طرح پہلے آپ لوگوں سے شکوہ نہیں کیا پھر بھی نہیں کروں گا۔

مقدسی کے قول کی پختگی

قافلہ والے دو حصوں میں بٹ گئے، کچھ کہتے تھے کہ جان چھڑانا چاہتا ہے، پھر کب ہاتھ لگے گا اور کچھ کہتے تھے کہ نہیں معلوم اس نے چوری کیوں کر لی ہے، ایسا نہیں لگتا جو کہہ رہا ہے وعدہ پورا کرے گا، بالآخر اس بات پر اتفاق ہوا کہ اسے حج کے لیے آزاد کر دیا جائے، اگر آ گیا تو حضرت عمرؓ کے پاس لے جائیں گے اگر نہ آیا تو حضرت عمرؓ کو جا

کر بتا دیں گے، آخر ایک انجان شخص کی خاطر حضرت عمر ﷺ ہم تمام جاننے والوں کی بات مسترد نہیں کریں گے، اس فیصلہ کے بعد ان لوگوں نے مقدسی کو چھوڑ دیا اور اسے کہہ دیا کہ حج سے فراغت کے بعد تو فلاں دن فلاں جگہ ہمارے پاس آجانا۔

مقدسی نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان سے رخصت ہو گیا۔ حج سے فراغت کے بعد وہ ان کی بتائی ہوئی جگہ پر واپس آ گیا۔ تمام قافلہ والے اس کی دیانت سے متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ اب اسے پابہ زنجیر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اگر اسے بھاگنا ہوتا تو بھاگ گیا ہوتا، جب آ ہی گیا ہے تو اسے ساتھ لے چلو، لیکن پابند سلاسل نہ کرو، چنانچہ قافلہ کے ساتھ مدینہ کی راہ پر گامزن ہو گیا۔

عورت کے پاس زادِ راہ ختم ہو گیا تھا واپسی میں دوران سفر قافلہ سے بچھڑ کر ایک جگہ زادِ راہ کی خاطر ایک بستی میں گئی، بستی سے باہر ایک گڈریا ملا، عورت نے اس سے کچھ مانگا، گڈریے نے کہا: میرے پاس تو دینے کو سب کچھ ہے میں دے دوں گا لیکن بدلے میں مجھے کیا ملے گا؟

عورت نے کہا: تجھے اللہ کی طرف سے جزا ملے گی، میں مسافر ہوں قافلہ والوں میں سے بھی کسی کے پاس اپنی ضرورت سے زائد نہ تھا، ورنہ میں ادھر کا رخ نہ کرتی۔

گڈریے نے کہا، اللہ تو ثواب قیامت میں دے گا مجھے اس وقت کچھ چاہیے۔

عورت نے کہا: اگر اس وقت میرے پاس کچھ دینے کو ہوتا تو یہاں کیوں آتی؟

گڈریے نے کہا: میں ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کر رہا جو تیرے پاس نہیں، مجھے تو وہی کچھ چاہیے جو تیرے پاس ہے اور مجھے کچھ دینے سے اس میں کمی بھی نہیں آئے گی تو میرا مطالبہ مان لے میں تیری ضرورت پوری کر دیتا ہوں۔

عورت نے جب دیکھا کہ اب کوئی چارہ نہیں ہے تو اس نے گڈریے سے حامی بھر لی، وہیں ٹیلے کے اوٹ میں عورت نے گڈریے کا مطالبہ پورا کر دیا، اور گڈریے نے عورت کو زادِ راہ دے دیا، وہاں سے فارغ ہو کر عورت پھر قافلہ میں واپس آ گئی، ابھی تک قافلہ سستا رہا تھا، کوچ نہیں ہوا تھا، سفر میں دو یا تین دن گزرنے کے بعد ایک دن عورت رفع

حاجت کی خاطر خلوت میں گئی وہ فارغ ہو کر واپس آ رہی تھی کہ ایک ضعیف العمر شخص نے اس عورت کا چہرہ دیکھ کر پوچھا کہ کیا تو حاملہ ہے؟

عورت نے کہا: نہیں میں تو حاملہ نہیں ہوں۔

بوڑھے نے کہا: مجھ سے چھپانے کی ضرورت نہیں دو دن پہلے تو نے جس گڈریے سے زادراہ مانگا ہے تو اس سے حاملہ ہو چکی ہے۔ عورت یہ سن کر رونے لگی۔

مقدسی پر ایک اور افتاد

بوڑھے نے کہا پگلی کہیں کی روتی کیوں ہے؟ جس کو گڈریے کا واقعہ معلوم ہے، اسے اور بھی بہت کچھ معلوم ہے، تیرے قافلہ میں جو مقدسی ہے اور تو اس سے ایک فریب پہلے کر چکی ہے پھر حمل بھی اس کے سر تھوپ دے اور ابھی ابھی جا کر سالار قافلہ کو بتادے کہ مقدسی نے مجھے کمزور سمجھ کر مجھ سے زبردستی کی ہے۔

یہ سن کر عورت خوش ہو گئی جیسے ہی قافلہ کے قریب آئی تو واویلا شروع کر دیا قافلہ والوں نے پوچھا پھر کیا ہوا؟ عورت نے رو رو کر کہا کہ اس مقدسی ظالم نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا، اس نے زبردستی مجھے گھیر کر بالجبر زنا کیا ہے میں شرم کے مارے کچھ نہ کہہ سکی اور نہ کسی کو بتا سکی مجھ سے زبردستی ہوئی ہے، لیکن اب معاملہ چونکہ میرے بس میں نہیں رہا، مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اس کی زبردستی کا نتیجہ بہرصورت ظاہر ہو کر رہے گا، میں زبان کھولنے پر مجبور ہو گئی ہوں۔

یہ سنتے ہی قافلہ والے ایک مرتبہ پھر مقدسی پر پل پڑے، لاتوں، گھونسوں اور مکوں سے اس کا برا حال کر دیا، لیکن مقدسی نے کسی کو کچھ نہ کہا، اور نہ اپنی صفائی میں زبان کھولی، جتنی گالیاں پڑتی رہیں جتنی مار پڑتی رہی اور جس قدر طعن و تشنیع ہوتی رہی سب کچھ خاموشی سے سنتا رہا۔

مدینہ قریب تھا، اہل مدینہ کو قافلہ کی واپسی کی اطلاع مل چکی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل مدینہ بیرون مدینہ قافلہ کے استقبال کے لئے رکے ہوئے تھے۔

مقدسی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے روبرو

جب قافلہ پہنچا تو ہر ایک دوسرے سے بغل گیر ہونے لگا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ مقدسی کو تلاش کر رہی تھی کہ سالار قافلہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چوری اور زنا بالجبر کی دونوں داستانیں سنا دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا مقدسی پابند سلاسل سب کچھ خاموشی سے سن رہا تھا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ظالم یہ تو نے کیا کیا؟ تیرا ظاہر تو بڑا اچھا تھا، لیکن تیرا باطن اتنا برا! بخدا میں تجھے وہ سزا دوں گا کہ تیرے جیسے بد باطن پھر کبھی لباس زہد پہن کر کسی کو فریب نہ دے سکیں گے۔
مقدسی نے زبان تک نہ کھولی، خاموشی سے بیٹھا رہا اور سنتا رہا دوسری طرف لوگوں کی بھیڑ میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا چلا گیا اور لوگ انتظار کرنے لگے کہ اب دیکھیں کیا فیصلہ ہوتا ہے کہ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گوش گزار کیا آپ نے مقدسی کو دیکھا کہ وہ سر جھکائے پابند سلاسل خاموش بیٹھا زمین کو دیکھ رہا ہے۔

عورت کے بیانات

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں علی خود گواہی دیتا ہوں کہ اس شخص نے نہ تو زنا کیا ہے اور نہ چوری کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنتے ہی اپنی جگہ چھوڑ دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے اے علی! بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ بھلا کوئی عورت اپنے آپ کو داغدار کرتی ہے؟
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عورت کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا: شرافت سے اپنی پوری داستان ان لوگوں کے سامنے بیان کر دے۔
عورت نے کہا: قافلہ نے میری تھیلی اس کے مال سے برآمد کی ہے یہ قافلہ چوری کا گواہ ہے، جہاں تک زنا کا تعلق ہے تو زنا گواہوں کے سامنے نہیں کیا جاتا، بات یہ ہے کہ

اس کی قرأت بڑی حسین اور دلکش تھی، قافلہ والے جانتے ہیں کہ میں اس کی قرأت سننے کی خاطر اس سے قریب تر رہتی تھی، ایک رات جب قافلہ والے سو گئے تو میں اس کے قریب ہی پڑی اس کی قرأت سن رہی تھی جب میں سماع میں منہمک ہوگئی تو اس نے اچانک اتنی جلدی سے مجھے دبوچ لیا کہ میں ہل نہ سکی اور رسوائی کے خوف سے فریاد تک نہ کر سکی، جب مجھے حمل کا یقین ہوگیا تو میرے پاس اظہار کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: اللہ تجھ پر لعنت کرے تو نے دونوں باتوں میں جھوٹ بکا ہے۔

پھر حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے امیر المومنین! اس نوجوان نے حج پر جاتے ہوئے آپ کو امانت دی تھی؟

حضرت عمرؓ نے فرمایا بالکل میرے پاس اس کی امانت موجود ہے۔

حضرت علیؓ کی عدالتی جرح

حضرت علیؓ نے عرض کیا:

آپ ایسا کریں وہ ہاتھی دانت کی ڈبیہ جس پر لوہے کا قفل پڑا ہے اس جوان کی امانت دربار میں منگوا کر اپنے پاس رکھیں، پھر میں آپ کو اصل واقعہ سے آگاہ کرتا ہوں، حضرت عمرؓ نے وہ ڈبیہ منگوائی اور اپنے پاس رکھ لی!

حضرت علیؓ نے عورت کو اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا: اب میں جو کچھ پوچھتا جاؤں سیدھی سیدھی بات بتاتی جانا، ورنہ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں اس بھرے مجمع میں تیرے سابقہ کرتوت مع گواہوں کے کھول کر رکھ دوں گا۔

عورت کا جسم پسینہ سے شرابور ہوگیا اور تھر تھر کانپنے لگی۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: کیا تو نے فلاں مقام پر اس جوان کے پاس جا کر اسے دعوتِ گناہ دی تھی، آپؓ نے عورت کے وہ جملے دھرائے جو اس نے اس مقدس جوان کے جسم کی نرمی اور چہرے کی بشاشت کے متعلق کہے تھے۔

آپ ﷺ نے مقدسی کے دونوں جواب ہی دھرائے۔

عورت نے کانپتے ہوئے عرض کیا: قبلہ میں نے دعوت گناہ دی تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اس جوان کے انکار پر تو نے اسے دھمکی دی تھی کہ اگر تو نے میری بات نہ مانی تو میں عورتوں جیسا مکر کروں گی اور تو ذلیل ہو جائیگا۔

عورت نے عرض کیا: میں نے کہا تھا۔

حضرت علی ﷺ نے فرمایا: ایک رات جب مقدسی نوجوان شب بیداری سے تھک کر سو رہا تھا تو تو نے اپنی تھیلی اپنے ہاتھ سے اس کے سامان میں جا چھپائی تھی؟

عورت نے عرض کیا: میں نے یہ کام کیا تھا۔

حضرت علی ﷺ نے سالار قافلہ سے فرمایا: جب تو نے تمام قافلہ کی تلاشی لے لی تھی اور اس عورت کو بتایا تھا کہ مقدسی کے سوا تمام قافلہ کا سامان دیکھا جا چکا ہے تیری تھیلی برآمد نہیں ہوئی تو اس نے تجھے مقدسی کی تلاشی پر آمادہ کیا تھا؟

سالار قافلہ نے کہا: بالکل! اس نے یہی الفاظ کہے تھے جو آپ نے فرمائے ہیں۔

آپ ﷺ نے عورت سے کہا: واپسی پر جب تیرے پاس زادراہ ختم ہو گیا تھا تو تو فلاں مقام پر قافلہ سے جدا ہو کر زادراہ کی تلاش میں فلاں بستی کی طرف گئی تھی۔

عورت نے عرض کی: جی ہاں! ضرور گئی تھی۔

آپؓ نے فرمایا: بستی کے باہر تجھے فلاں بن فلاں رنگ و شکل کا گڈریا ملا تھا؟

عورت نے کہا: ہاں ملا تھا!

آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اس سے زادراہ کا سوال کیا تھا؟

عورت نے کہا: میں نے اس سے زادراہ مانگا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جواب میں اس نے بھی تجھ سے کچھ مانگا تھا؟

عورت نے کہا: اس نے بھی مانگا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کافی تکرار کے بعد تو اس کا مطالبہ پورا کرنے پر رضامند ہو گئی تھی؟

عورت نے کہا: ہاں میں رضامند ہو گئی تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے گڈریے کا مطالبہ پورا کیا اور گڈرے نے تیری ضرورت پوری کر دی تھی، تجھے خیال نہ رہا، لیکن تجھے حمل ہو گیا دو دن بعد فلاں مقام پر تو رفع حاجت کے لیے گئی تھی؟

عورت نے کہا! گئی تھی؟

آپؓ نے فرمایا: واپسی پر تجھے شیطان ملا تھا؟

عورت نے کہا: نہیں علی! میں نے شیطان کو کبھی نہیں دیکھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: رفع حاجت سے واپسی پر تجھے اس حلیے کا ایک بوڑھا آدمی ملا تھا۔ جس کی بھوئیں آنکھوں پر گری ہوئی تھیں، کمر جھکی ہوئی تھی رنگ کالا تھا، سفید کپڑے پہنے ہوا تھا ایک ہاتھ میں دانوں والی لڑی کی تسبیح تھی اور دوسرے ہاتھ میں بڑا سا ڈنڈا تھا؟

عورت نے کہا: ہاں ایسا شخص ملا تھا!

آپ ﷺ نے فرمایا: وہی شیطان تھا، اور اس نے تجھے بتایا تھا کہ تجھے گڈریے سے حمل ہو گیا ہے؟

عورت نے عرض کیا: مجھے اسی نے بتایا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بات سن کر تو رونے لگ گئی تھی اور اس نے تجھے ان الفاظ سے تسلی دے کر بتایا تھا کہ مقدسی کا نام لے کر قافلہ والوں کو بتا دے، تو نے قافلہ میں واپسی کے بعد واویلا کر کے قافلہ والوں کو بتایا۔

عورت نے کہا: بالکل اے علیؓ ایسے ہی جیسے آپؓ نے فرمایا ہے، ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے آپ قافلہ کے ساتھ تھے، اور میرے قدم قدم پر آپ میرے سایہ کی طرح تھے۔

آپؓ نے فرمایا: اے ابو حفصؓ! اس جوان نے شوق عبادت میں انتہا پسندی سے کام لیکر اپنے آپ کو عورت کے ناقابل بنا رکھا تھا اور اس نے جو آپ کو امانت دی تھی اور جو اس وقت آپ کے پاس ہے، اس میں اس کی انتہا پسندی کا نتیجہ ہے اس جوان نے اپنا آلہ تناسل کاٹ کر اسی ڈبیہ میں رکھا ہوا ہے، جو سبز ریشم کے کپڑے میں لپٹا ہے، پہلے آپ ڈبیہ کو

کھول کر اس میں میری بات کی تصدیق کرلیں بعد میں جن لوگوں کو میری بات میں شک رہ جائے وہ اس نوجوان کو بھی ملاحظہ کرلیں۔

حضرت عمر ﷜ نے فرمایا ابوالحسنؓ اب اس خبیثہ سے کیا سلوک کیا جائے؟

آپ ﷜ نے عرض کیا: قبرستان یہود میں گڑھا کھود کر اسے سینہ تک دبا کر رجم کیا جائے، اس عورت کو سنگسار کیا گیا، وہ مقدس نوجوان تا وفات مسجد نبوی میں مصروف عبادت رہا۔ حضرت علی ﷜ پر اللہ تعالیٰ نے یہ حالات منکشف کردیئے تھے اور آپ ﷜ کے اس فیصلے کو آپ ﷜ کی کرامت قرار دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ پر تمام واقعات منکشف کر دیئے تھے۔ (مولائے کائنات کے فیصلے)

جلق یعنی مشت زنی کی سزا

حضرت علی المرتضیٰ ﷜ کی خدمت میں ایک ایسے شخص کو لایا گیا جو اپنے ہاتھ سے خود اپنے ذکر کے ساتھ کھیلتا تھا، آپؓ نے اس شخص کے ہاتھ پر اتنا مارا کہ وہ سرخ ہوگیا پھر بیت المال سے پیسے دے کر اس کی شادی کرادی۔ (کتاب قضاء امیرالمومنین ۱۶۱)

عورت کا مکروفریب اور حضرت علی ﷜ کا فیصلہ

کتاب طرق حکمیہ صفحہ ۴۷ میں حضرت عمر ﷜ کے زمانہ کا ایک واقعہ درج ہے کہ ایک دن حضرت عمر ﷜ کے سامنے ایک عورت لائی گئی جو انصار میں سے ایک جوان پر عاشق تھی لیکن جب اس صالح جوان نے اس سے کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی تو اس نے جذبہ انتقام سے مغلوب ہو کر اس کے خلاف یہ چال چلی کہ انڈے کی زردی نکال کر اس کی سفیدی اپنے کپڑوں پر ڈال لی اور اس کے بعد فریاد کرتی ہوئی حضرت عمر ﷜ کے پاس آئی اور کہا کہ اس شخص نے مجھ پر جبر کیا اور میرے خاندان میں مجھ کو رسوا کیا دیکھئے اس کی حرکت بد کے یہ نشانات موجود ہیں۔

- حضرت عمر ﷜ نے جب عورتوں کے ذریعہ تحقیق حال کروائی تو انہوں نے بھی جواب دیا ''جی ہاں'' اس کے لباس اور بدن پر منی کے آثار پائے جاتے ہیں، یہ سن کر

حضرت عمرؓ نے اس جوان کو سزا دینا چاہی لیکن وہ جوان چیخنے چلانے لگا اور اس نے کہا کہ اللہ کے واسطے، میرے واقعہ کی تحقیق کروالیجئے اس کے بعد پھر فیصلہ کیجئے کیونکہ بخدا میں نے یہ حرکت نہیں کی ہے اور نہ کبھی میں نے اس عورت کی طرف رخ کیا ہے بلکہ خود اس نے مجھ کو ورغلایا مگر میں نے اجتناب کیا۔

تب حضرت عمرؓ متوجہ ہوئے حضرت علیؓ کی طرف اور فرمایا: "اے ابو الحسنؓ، آپ فرمائیں کہ ان دونوں کے بارے میں کیا کیا جائے؟ یہ سن کر حضرت علیؓ نے اس عورت کے کپڑے منگوائے اور ان نشانات کو دیکھا اور فرمایا، کھولتا ہوا پانی لایا جائے جب پانی آیا تو آپ نے اس پانی کو ان نشانات پر گرایا گرم پانی پڑتے ہی انڈے کی سفیدی بالکل جم گئی اور معلوم ہو گیا کہ منی نہیں ہے۔ تمام لوگوں پر یہ راز فاش ہو گیا پھر آپ نے اس عورت کو ڈانٹا تو اس عورت نے اپنی حرکت کا اعتراف کیا۔

ضعیف کی اولاد ضعیف ہوتی ہے

ایک عورت کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں لایا گیا کہ اس پر زنا کا الزام تھا اس عورت کی شادی ایک ضعیف مرد سے ہوئی تھی قدرت الٰہی سے اس مرد ضعیف کی موت حالت جماع میں واقع ہو گئی اور اتفاقاً وہ عورت اس جماع سے حاملہ ہو گئی، بوڑھے کا انتقال ہو گیا اور بوڑھے کی پہلی اولاد نے اس عورت کے بچہ پیدا ہونے پر اس کو زانیہ قرار دیا کہ حرام کا بچہ جنا ہے اور اس عورت کو انہوں نے دربار خلافت میں پیش کیا اور تہمت لگائی اور گواہان بھی گزارے۔

اتفاق سے حضرت علیؓ بھی وہاں تشریف لائے آپ نے بھی تمام معاملہ سنا اور پوچھا کس روز شادی ہوئی، کس وقت مفارقت عمل میں آئی کس وقت اس کی جان نکلی عورت نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ فرمایا آپ سب لوگ چلے جائیں پھر دربار خلافت میں دوبارہ اس مقدمہ کو پیش کریں۔ جب دوبارہ یہ لوگ آئے تو حضرت علیؓ نے چھوٹے چھوٹے کئی بچوں کو دربار میں بلالیا اور اس عورت کے بچے کو ان میں شامل کر دیا اور کہا کھیلو، اس کے بعد

سب بچوں کو بلا کر کہا کہ تم سب ملکر زمین پر بیٹھ جاؤ پھر کہا اب کھڑے ہو جاؤ دوسرے بچے کھڑے ہو گئے لیکن اس عورت کے بچہ نے جب کھڑا ہونا چاہا تو پہلے اس نے زمین پر ہاتھ کو ٹیکا پھر کھڑا ہو گیا، آپ ﷺ نے فوراً کہا کہ یہ بچہ بھی اپنے باپ کا یعنی بوڑھے خاوند کا ہے اور یہ عورت زانیہ نہیں ہے کیونکہ یہ بچہ اپنی ناتوانی کی وجہ سے ہاتھ ٹیک کر کھڑا ہوا ہے اور بچوں میں یہ ناتوانی نہیں تھی، ضعیف کا نطفہ ہے اس لئے ضعیف طاقت لئے ہوئے ہے یہ اسی پیر مرد کی اولاد ہے پھر آپ نے اس بچہ کو اس کی میراث دلوادی اور جھوٹی گواہی دینے والوں پر جھوٹ کی حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ (مناقب، شہر آشوب ج ۲ صفحہ ۹۰)

خوبصورت باپ کا بدصورت بچہ

حضرت عمر ﷺ کے سامنے ایک مرتبہ ایک سیاہ بچہ لایا گیا جس کا باپ اس کو اپنانے سے انکار کرتا تھا خلیفہ نے اس کو سزا دینا چاہی، حضرت علی ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کہ تم نے اس بچہ کی ماں سے حیض کی حالت میں نزدیکی کی ہے؟ اس نے کہا ہاں، فرمایا بس اسی وجہ سے اللہ نے اس کو کالا کر دیا ہے حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ سن کر ارشاد فرمایا، اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔ (فضائل عشرہ از قضا امیر المومنین، تالیف محمد تقی ص ۳۴)

پاؤں میں بیڑی پہنے غلام اور آقا کی قسم

حضرت عمر ابن خطاب ﷺ کے دور خلافت میں دو غلاموں کو دیکھا گیا جن کے پاؤں میں وزنی زنجیر تھے ان میں سے ایک نے کہا اگر اس بیڑی کا وزن فلاں مقدار نہیں ہو گا تو میری بیوی کو تین طلاقیں ہونگی۔

دوسرے نے بھی یہی کہا: اگر اس بیڑی کو وزن اسی طرح ہوگا جس طرح تو نے کہا ہے تو میری بیوی کو بھی تین طلاقیں ہونگی ان غلاموں کے آقا سے التجا کی گئی کہ ان بیڑیوں کو کھول دے! ان غلاموں کے مالک نے کہا: اگر میں نے ان غلاموں کے پاؤں سے بیڑیاں اتاریں تو میری بیوی کو بھی تین طلاقیں ہیں، جب تک کہ میں ان بیڑیوں کے ہم وزن صدقہ وخیرات نہ کروں۔

یہ معاملہ حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا۔

حضرت عمرؓ نے کہا: ان آقا و غلام کے لیے بہتر یہی ہے کہ یہ تینوں اشخاص جائیں اور اپنی اپنی بیوی سے دوری اختیار کریں۔

بعد ازاں انہوں نے ان افراد کو حضرت علیؓ کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچے تو آپؓ نے فرمایا کہ قیدیوں کو لایا جائے اور ان کے پاؤں کی زنجیروں کو ڈور سے باندھا جائے، آپؓ نے ایک بہت بڑا برتن طلب کیا اس کے بعد فرمایا کہ ان غلاموں کے پاؤں بیڑیوں سمیت اس برتن کے درمیان رکھیں اور اس برتن میں پانی ڈالیں حتیٰ کہ پُر ہو جائے پھر بیڑیوں کو ڈور سے کھینچ لیا جائے تو پانی نیچے چلا جائے۔ اس حد پر نشان لگا دیا جائے پھر اس میں لوہے کے ٹکڑے ڈالے جائیں جب پہلی حد اور نشان تک پانی پہنچ جائے تو اس لوہے کے ٹکڑوں کا وزن کیا جائے تو وہی بیڑیوں کا وزن ہوگا۔
(بحار الانوار، مجلسی)

محراب میں لاش اور قاتل کی تلاش

حضرت علیؓ کی قوتِ فیصلہ کا ایک عجیب شاہکار

ایک روز کا واقعہ ہے کہ خلیفہ ثانی امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظمؓ حسب معمول مسجد میں نماز پڑھانے تشریف لائے کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص عین محراب عبادت میں پڑا سو رہا ہے آپ نے اپنے غلام سے کہا کہ اس کو اٹھاؤ غلام جب قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ یہ شخص زنانہ لباس میں ملبوس ہے وہ سمجھا کہ انصار میں سے کوئی عورت ہے اب جو بلایا تو انکشاف یہ ہوا کہ یہ عورت نہیں ایک مرد کی لاش ہے جس کے ہاتھوں میں مہندی لگی ہوئی ہے زنانہ کپڑے پہنے ہے اور اس کا گلا کٹا ہوا ہے، سیدنا عمرؓ نے اس کو ایک گوشہ میں رکھوا دیا بعد نماز حضرت علیؓ سے پوچھا آپ اس لاش کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا: اس کو دفن کر دو اور تھوڑا انتظار کرو تو کچھ دنوں کے بعد اسی جگہ ایک بچہ بھی پاؤ گے۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ آپ کیسے کہہ رہے ہیں؟

فرمایا، میرے حبیب برادر محمد مصطفیٰ ﷺ نے مجھ کو خبر دی ہے۔

چنانچہ جب نو مہینہ کا عرصہ گزرا اور حضرت عمرؓ نماز صبح کے لئے مسجد میں داخل ہوئے تو بچہ کے رونے کی آواز کان میں آئی جس کو سنتے ہی حضرت عمرؓ کی زبان سے نکلا، صدق اللہ و رسولہ و ابن عم رسولہ غلام سے کہا کہ اس بچہ کو حضرت علیؓ کے پاس لے جاؤ، حضرت نے اس کو دیکھ کر فرمایا اس پر ایک انا معین کرو جو اس کو دودھ پلائے، جب بچہ نو ماہ کا ہو گیا تو عید الفطر کے روز آپ نے حکم دیا کہ وقت نماز مسجد میں بچہ لایا جائے اور مرضعہ عورت اس کو پاس رکھے جب کوئی عورت اس بچہ کے پاس آ کر اس کو بوسہ دے اور کہے کہ اے مظلوم، مظلومہ کے فرزند اور ظالم کے فرزند تو اس کو پکڑ کر میرے پاس لے آنا۔

چنانچہ مرضعہ جب اس بچہ کو لے کر چلی تو ایک مرتبہ پیچھے سے آواز آئی میں تجھ کو محمد مصطفیٰ ﷺ کی قسم دیتی ہوں کہ ٹھہر جا، چنانچہ مرضعہ ٹھہر گئی اتنے میں ایک حسین و جمیل عورت دوڑتی ہوئی آئی اس نے بچہ کو گود میں لے کر بوسے لینا شروع کئے اور کہتی جاتی تھی اے مظلوم، مظلومہ کے فرزند! ظالم کے فرزند تو میرے مرے ہوئے فرزند سے کتنا مشابہ ہے، یہ کہہ کر اس نے بچہ مرضعہ کے حوالہ کیا اور چاہا کہ چلے، مرضعہ نے فوراً اس کا ہاتھ تھام لیا، عورت نے کہا چھوڑو، مرضعہ نے جواب دیا میں تجھ کو حضرت علیؓ کی خدمت میں لے چلوں گی۔ یہ سنتے ہی وہ عورت لرزنے لگی اور مرضعہ کی منت خوشامد کرنے لگی اس نے کہا اگر حضرت علیؓ کے پاس مجھ کو لے چلوگی تو لوگوں کے سامنے میری رسوائی ہوگی جس کو میں حشر تک معاف نہ کروں گی بہتر یہ ہے کہ میرے ساتھ مکان پر چلو میں وہاں تجھ کو دو یمنی چادریں خلعت فاخرہ اور تین سو درہم انعام میں دوں گی۔ مرضعہ اس عورت کے کہنے میں آ گئی اور اس کے ساتھ مکان پر چلی گئی عورت نے جو کچھ وعدہ کیا تھا پورا کیا، اور کہا کہ عید قربان کے موقعہ پر بھی اگر اس بچہ کو مجھے دکھا جاؤ تو پھر اتنا ہی انعام دوں گی۔

مرضعہ نے کہا بہت اچھا اور بچہ کو لے کر وہاں سے چلی آئی جب حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچی تو آپ نے اس سے کہا "کیا ہوا وہ عورت ملی تھی"؟

مرضعہ نے بہ مکاری جواب دیا، ''نہیں یا حضرت! میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا''

یہ سن کر حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا، اس صاحب قبر کی قسم تو جھوٹی ہے عورت آئی اس نے بچہ کو تجھ سے لیا روئی اور اس کو بوسہ دیا پھر جب تو نے میرے پاس لانے کی دھمکی دی تو اس نے تجھے رشوت دی ہے اور آئندہ کے لئے بھی ایسی ہی رشوت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ سن کر عورت ڈر گئی، بولی اے علیؓ! کیا آپ غیب کی باتیں بھی جانتے ہیں؟

فرمایا غیب تو صرف خدا ہی جانتا ہے لیکن یہ سب باتیں مجھ کو میرے بھائی محمد مصطفیٰ ﷺ نے بتلا دی ہیں۔

مرضعہ بولی، اچھا اب میں سچ سچ بتلائے دیتی ہوں، پھر اس نے پورا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ میں اس کا مکان جانتی ہوں اگر فرمائیں تو اس کو ابھی حاضر کروں۔

آپؓ نے فرمایا یہ عمل پہلے کام سے بھی بدتر ہے جب تو۔ نے اس کو آئندہ عید قربان تک مہلت دی ہے تو اب عید الاضحیٰ تک اس کا انتظار کر، عورت نے کہا بہت اچھا، اس کے بعد جب عید قربان کا روز ہوا تو حضرت نے پھر اس مرضعہ کو حکم دیا اور وہ بچہ لے کر مسجد میں حاضر ہوئی، بچہ کی ماں بھی حسب قرار داد آ گئی اور بچہ کو پیار وغیرہ کرنے کے بعد اس نے مرضعہ سے کہا اب میرے ساتھ مکان پر چلو تو اتنا ہی انعام پھر دوں، مرضعہ بولی اب یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت علیؓ کو سب کچھ معلوم ہو گیا ہے اب تو میں تم کو ان کی خدمت میں ہی لے چلوں گی یہ کہہ کر اس نے عورت کی چادر پکڑ لی اور عورت نے ایک آہ سرد بھر کر آسمان کی طرف دیکھا اور کہا یا غیاث المستغثین و یا جار المستجیرین پھر اس کے ساتھ ہوئی۔

مظلومہ عورت حضرت علیؓ کے روبرو

جب حضرت کے سامنے آئی تو آپ نے اس سے خطاب کیا کہ یا تو خود اپنا واقعہ بیان کرے گی یا میں بیان کروں۔''

اس نے کہا ''نہیں یا حضرت میں خود اپنا واقعہ بیان کئے دیتی ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ اس طرح گویا ہوئی۔

''میں ایک دختر انصاری ہوں، میرے باپ کا نام عامر بن سعد خزرجی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی میں شہید ہوا، اور میری ماں بھی ایام خلافتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ میں اللہ کو پیاری ہوگئی اس طرح میں بالکل یکہ وتنہا باقی رہ گئی اور اپنی ہجولیوں اور سہیلیوں کے ساتھ کھیل کود کر بڑی ہوئی۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ میں کچھ لڑکیوں کے ساتھ کھیل کود کر رہی تھی کہ ایک بوڑھیا ایک ہاتھ میں مالا جپتی دوسرے ہاتھ سے لٹھیا کھٹکھٹاتی میرے سامنے آئی اور اس نے مجھ سے سوال کیا۔

''تمہارا کیا نام ہے؟''

''جمیلہ'' میں نے جواب دیا۔

''باپ کا نام''؟

''عامر انصاری'' میں نے کہا۔

''کیا تمہارے باپ کا سایہ سر پر نہیں ہے؟ بوڑھیا بولی.

''نہیں''

''شادی شدہ ہو''

''نہیں'' میں شرما گئی۔

بوڑھیا نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر بہت سی دُعائیں دیں اور میری بیکسی پر رونے لگی پھر بولی تم کو ضرورت ہے کہ ایک عورت تمہاری خدمت کیا کرے؟ میں نے کہا، اس سے بڑھ کر کیا ہوسکتا ہے۔ وہ بولی تو میں تمہاری خدمت کرنے کے لئے حاضر ہوں، تم مجھ کو آج سے اپنی شفیق ماں سمجھنا۔

مکار بڑھیا کی عبادت گزاری

میں نے کہا بسر وچشم آیئے آج سے یہ مکان آپ کا ہے، چنانچہ وہ بوڑھیا میرے مکان میں آ گئی اس نے مجھ سے وضو کے لئے پانی مانگا میں نے پانی دیا اس نے وضو کیا اتنے میں میں اس کے لئے تازہ دودھ روٹی، خرمہ لے آئی، لیکن اس کی نگاہ جوں ہی کھانے پر

پڑی زار و قطار رونے لگی میں نے رونے کا سبب پوچھا بولی بیٹا! یہ چیزیں میری غذا میں نہیں داخل، میری غذا میں تو جو کی روٹی اور تھوڑا سا نمک ہے یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگی۔

اس کے بعد کہا وہ بھی عشاء کی نماز کے بعد میں کھایا کرتی ہوں یہ کہہ کر وہ نماز میں مشغول ہو گئی جب فارغ ہوئی تو میں نے اس کی خواہش کے مطابق نان جو اور نمک اس کے سامنے رکھ دیا، اس نے کہا تھوڑی راکھ بھی لا دو میں اس سوال پر متعجب ہوئی لیکن چونکہ اس کے زہد کی ہیبت میرے دل پر بیٹھی ہوئی تھی اسی لئے بے چون و چرا راکھ بھی میں نے اس کے آگے پیش کر دی اس نے اس میں سے تھوڑی راکھ اٹھا کر نمک میں ملائی اور صرف تین لقمہ کھا کر پانی پیا شکر خدا ادا کیا پھر جو وہ نماز کے لئے کھڑی ہوئی تو صبح کی خبر لائی۔ اب تو میرے دل پر اس کی عبادت کا بڑا سکہ بیٹھ گیا، صبح کو میں اس کے سلام کی غرض سے حاضر ہوئی تو بے اختیار میں نے اس کا سر چوم لیا، اور عرض کی کہ آپ میری مغفرت کے لئے دُعا کریں کیونکہ آپ کی دُعا ہرگز رد نہیں ہو سکتی۔

مکر کا جال

تھوڑے عرصہ کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ "بیٹا" تم ایک حسین و جمیل لڑکی ہو اگر میں باہر چلی گئی تو میں تمہارا یکہ و تنہا رہنا پسند نہیں کرتی بلکہ تمہارے پاس ایک انیس بھی ضرور ہونا چاہئے، میری ایک لڑکی ہے جو میری طرح بڑی عاملہ پارسا ہے اور سن میں تجھ سے بڑی ہے اگر تو کہے تو میں اس کو تیری خدمت کے لئے یہاں لے آؤں؟ میں نے جواب دیا عین مناسب ہے آپ ضرور لے آئیں یہ سُن کر وہ چلی گئی لیکن تھوڑی دیر کے بعد تنہا واپس آئی میں نے پوچھا کہاں ہے میری بہن؟ بولی وہ آنے پر تیار نہیں ہوتی کہتی ہے تمہارے مکان میں انصار و مہاجرین کی لڑکیاں بھری رہتی ہیں جس کی وجہ سے میری عبادت میں خلل پڑے گا، میں نے جواب دیا میں وعدہ کرتی ہوں کہ ایک لڑکی کو مکان میں نہیں آنے دوں گی اور بالکل تخلیہ رہے گا تا کہ وہ اطمینان سے عبادت کر سکے، آپ ابھی جائیں اور جس طرح ممکن ہو ان کو اپنے ساتھ لے کر آئیں۔ یہ سن کر بوڑھیا چلی گئی اس کے بعد جو واپس آئی تو

اس کے ساتھ ایک دراز قامت عورت، برقع پہنے ہوئے مکان میں داخل ہوئی اور کمرہ کے دروازہ پر آن کھڑی ہوئی۔ میں نے پوچھا اندر کیوں نہیں آتیں؟ بوڑھیا بولی یہ تم کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئی ہیں اپنی مسرت پر قابو پالیں تو اندر آئیں میں یہ سن کر دروازہ کی طرف دوڑی تا کہ دروازہ بند کر دوں اور کوئی غیر عورت اندر نہ آسکے واپس آ کر میں اس مرعومہ لڑکی سے لپٹ گئی اور میں نے کہا بہن اب تو نقاب اٹھاؤ تا کہ میں زیارت کر سکوں۔

بدمست کا قتل

لیکن جس وقت اس نے اپنے چہرہ سے نقاب بلند کی تو قریب تھا کہ میں غش کھا کر گر پڑوں کیونکہ میں نے دیکھا کہ بجائے کسی عورت کے میرے سامنے ایک لمبا تڑنگا گھنی داڑھی والا جوان کھڑا تھا جس کے ہاتھوں پیروں میں مہندی لگی ہوئی تھی اور عورتوں کا روپ دھارے ہوئے تھا میں نے بڑی مشکل سے اپنے اوسان بجا رکھتے ہوئے اس سے کہا یہ کیا حرکت ہے؟ اب بھی خیریت اسی میں ہے کہ جدھر سے آئے ہو واپس چلے جاؤ ورنہ خلیفہ عمر ؓ کو پتہ چلے گا تو تمہاری کھال تک ادھڑ جائے گی۔ یہ کہہ کر میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹی تا کہ اس کے شر سے خود کو بچا سکوں، مگر وہ میرے ارادہ کو بھانپ گیا اور اس نے دوڑ کر مجھے اپنے قبضہ میں کر لیا اس کے بازوؤں میں میری مثال ایسی تھی جیسے عقاب کے پنجہ میں ایک کمزور چڑیا...... تھوڑی دیر کے بعد میں زمین پر پڑی ہوئی اپنی عصمت کو رو رہی تھی۔

دوسری طرف وہ بدمستی میں پڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ اس کی کمر میں ایک خنجر آویزاں ہے خنجر پر نگاہ پڑتے ہی میرے دل میں آتش انتقام بھڑک اٹھی اور میں نے بغیر کسی سوچ بچار کے اس کا خنجر اس کی کمر سے نکال کر اس کے گلے پر پھیر دیا اور اس کو قتل کر چکنے کے بعد خدا کی بارگاہ میں عرض کی کہ پالنے والے! تو جانتا ہے کہ اس شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور کس طرح مجھ کو لاچار پا کر میری بے عزتی کی ہے اب تو ہی میری پردہ پوشی کرنے والا ہے، اس کے بعد جب رات آئی تو میں نے اس کی نعش کسی نہ کسی طرح مسجد کی محراب میں ڈلوا دی۔

بعد ازاں مجھ کو پتہ چلا کہ میں اس ظالم سے حاملہ بھی ہوں جب نو مہینہ کے بعد

بچہ جنا تو میں نے چاہا کہ اس کو بھی ختم کر دوں مگر میں نے کہا یہ دوسری غلطی ہوگی لہٰذا اس کو بھی میں نے محراب میں ڈال دیا۔ یہ ہے میرا قصہ اے ابن عم رسول!

حضرت علیؓ کا فیصلہ

یہ سن کر حضرت عمرؓ بول اٹھے میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ، انا مدینة العلم و علیٌّ بابها...... اور یہ بھی فرمایا

اخی علی ینطق بلسان الحق......

اس کے بعد انہوں نے فرمایا: اے ابوالحسنؓ! اب اس کا فیصلہ کیا ہو؟

حضرت علیؓ نے فرمایا:

"مقتول کی کوئی دیت نہیں ہے کیونکہ اس نے جرم کیا ہے اور عورت پر حد نہیں ہے کیونکہ اس پر جبر ہوا ہے۔"

اس کے بعد حضرت علیؓ نے اس عورت سے کہا کہ اگر تو اس بوڑھیا کو لے آئے تو اس کی اس کو قرار واقعی سزا دی جائے عورت نے جواب دیا حضرت! تین روز کی مہلت دیجئے کوشش کرتی ہوں شاید وہ مل جائے۔ یہ سُن کر حضرت نے مرضعہ سے کہا کہ یہ بچہ اب اس کے حوالہ کر دے چنانچہ وہ بچہ کو اپنے مکان پر لے گئی اور دوسرے روز اس آفت کی پرکالہ بوڑھیا کو ڈھونڈھنے نکلی اتفاقاً راستہ ہی میں اس سے مڈبھیڑ ہوگئی عورت نے اس کو فوراً گرفتار کر لیا ہر چند اس بڑھیا نے بھاگنا چاہا مگر عورت اس کو گھسیٹتی ہوئی حضرت علیؓ کے پاس لے آئی۔

بڑھیا کا انجام

حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا: اے دشمن خدا! کیا تو نہیں جانتی کہ میں علیؓ ابن ابی طالب ہوں اور میرے پاس گنجینہ علم رسول ﷺ ہے، تیری باتیں مجھ سے پوشیدہ نہیں لہٰذا جو گزرا ہے سچ سچ بتلا دے۔

"میں تو اس عورت کو پہچانتی نہیں کہ یہ کون ہے اور اس کا کیا قصور ہے"

بوڑھیا نے جواب دیا۔

قسم کھالو گی؟ حضرت علیؓ نے پوچھا

"جی ہاں"

اچھا تو اپنا ہاتھ قبر رسول ﷺ پر رکھ کر قسم کھاؤ۔

بوڑھیا، جھٹ آگے بڑھی اور قبر رسول ﷺ پر ہاتھ رکھ کر اس نے جوں ہی قسم کھائی تو اس کا چہرہ توے کی طرح سیاہ ہو گیا۔ حضرتؓ نے حکم دیا کہ آئینہ لایا جائے جب آئینہ میں اس نے اپنا منہ دیکھا تو بڑھیا چیخنے چلانے لگی حضرتؓ نے پھر دُعا مانگی کہ "یہ بڑھیا اپنی توبہ میں سچی ہو تو اس کے چہرہ کو سفید کر دے مگر چہرہ کی سیاہی دور نہ ہوئی، حضرتؓ نے کہا تو نے کیسی توبہ کی کہ اللہ نے تجھ کو معاف نہیں کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اس کو مدینہ سے باہر لے جا کر رجم کر دیا جائے۔

ابن ابوالحدید نے بھی شرح نہج البلاغہ میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

مریض مجرم کا حکم!

حضرت علیؓ کے پاس ایک مجرم لایا گیا جو واجب الحد تھا اور اس کے جسم پر بہت سے زخم تھے، آپؓ نے فرمایا اس پر ابھی زخم رہنے دو یہاں تک کہ یہ اچھا ہو جائے اس کے بعد حد جاری ہو گی۔ (وافی جزو ۹ صفحہ ۴۵)

امام جعفر صادقؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت مآب ﷺ کے پاس ایک نہایت بدصورت پستہ قد استسقاء کا مریض لایا گیا جس کے پیٹ کی رگیں باہر نکلی ہوئی تھیں اس نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا تھا آپ ﷺ نے اس عورت سے پوچھا تو اس نے جواب دیا یا حضرت! مجھ کو اس وقت خبر ہوئی جب اس نے حملہ کر دیا تب حضرت نے اس سے پوچھا تو نے زنا کیا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! یہ شخص شادی شدہ نہ تھا یہ سُن کر آپ نے کھجور کی شاخ منگوائی اس میں سے سو تنکے گن کر ہاتھ میں پکڑے اور اس سے اس کو مارا۔

(وافی جزو ۹ ص ۴۵)

روزہ کی حالت میں جماع

علامہ علی متقی کنز العمال کتاب صوم میں سید بن مسیب سے نقل کرتے ہیں: ایک دن عمر ابن خطاب ؓ رسول خدا ﷺ کے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، حضرت عمر ؓ نے کہا ایک فتویٰ دیجئے۔

صحابہ نے پوچھا معاملہ کیا ہے؟ کس چیز کا فتویٰ دینا ہے؟

حضرت عمر ؓ نے فرمایا: راستے میں میری اپنی کنیز سے ملاقات ہوئی ہے، اس کے حسن وخوبصورتی ناز وانداز نے مجھے اس کی طرف راغب کر دیا اور میں نے اس کے ساتھ جماع کیا، حالانکہ میں روزہ سے تھا۔ صحابہؓ نے اس بات کو بہت بڑا واقعہ شمار کیا اور حضرت علی ؓ ان کے درمیان خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر ؓ حضرت علی ؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

اے ابوالحسن! آپ کلام کیوں نہیں کرتے؟ مجھے بتایئے آپؓ کے نزدیک اس کا جواب کیا ہے؟

حضرت علی ؓ نے فرمایا: آپ نے اپنی حلال کنیز سے جماع کیا ہے! فقط آپؓ کا روزہ فاسد ہے، اس لئے آپ کے صرف قضا واجب ہے، یعنی ماہ رمضان نہیں ہے کہ کفارہ بھی ہو۔

ہاتھ پاؤں کٹے شخص کا چوری کرنا

عبدالرحمٰن بن عابد سے مروی ہے کہ: ایک شخص کو چوری کے الزام میں عمرؓ کے پاس لایا گیا، جس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے تھے، عمرؓ نے حکم دیا کہ اس کے پاؤں سے کچھ حصہ کاٹ دیا جائے، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ فرمان خداوند ذوالجلال ہے:

انما جزاء الذین یحاربون اللہ رسولہ......

"جو اللہ رسول سے جنگ کریں، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں......"

جب کہ یہ شخص تو دست بریدہ ہے۔ اس بات کا سزاوار نہیں کہ اس کے پاؤں

کاٹے جائیں۔ (اس کا پاؤں قطع کرنا جائز نہیں ہے) اس شخص کو شرعی حکم سے کم سزا دی جائے یا اس کو زندان میں ڈال دیا جائے۔ عمرؓ نے اس شخص کو زندان میں ڈال دیا۔

(کنز العمال علامہ علی متقی ہندی)

کنیز کی طلاق کے بارے میں سوال

روایت ہے کہ دو آدمی حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا آپ کنیز کی طلاق کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے یہ مسئلہ سن کر پیچھے بیٹھے ہوئے ایک ایسے شخص کی طرف دیکھا جس کے سر پر نسبتاً بال کم تھے۔ اس سے سوال کیا تو اس نے دو انگلیوں سے اشارہ کیا کہ دو طہر، تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: اے عمر! آپؓ امیر المومنین ہیں میں نے آپ سے کنیز کی طلاق کے بارے میں سوال کیا ہے تو بجائے خود جواب دینے کے آپ دوسروں سے سوال کرتے ہیں؟ آپ نے جواب میں انگلیوں کا اشارہ کیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، افسوس ہے تجھ پر کیا تو جانتا ہے یہ کون سی شخصیت ہے؟ یہ علیؓ ابن ابی طالب ہیں، میں نے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

لو ان ایمان اهل السموات والارض وضعت فی کفة و وضعت ایمان علی فی کفة لرجع ایمان علی ابن ابی طالب.

''اگر اہل زمین و آسمان کے ایمان کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھیں اور دوسرے پلڑے میں علیؑ کا ایمان ہو تو علیؑ کا ایمان ان سے بھاری ہوگا۔''

(مودۃ القربیٰ، سید علی ہمدانی شافعی)

شرابی کی حد کا تعین

محمد بن طلحہ سے بردہ نامی کتاب میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں شرابی کو چالیس تازیانے مارے جاتے تھے اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے

ابتدائی دور تک یہی دستور تھا لوگ اس تعداد کو بہت کم شمار کرتے تھے، جس کے باعث شراب نوشی کثرت سے ہونے لگی۔ حضرت عمرؓ نے اس مسئلہ کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا، حضرت علیؓ نے فرمایا: شرابی مست ہو جاتا ہے جب مست ہو جاتا ہے تو بہکی بہکی باتیں کرتا ہے اور جب بہکی بہکی باتیں کرتا ہے تو بہتان باندھتا ہے۔ مفتری کی حد اَسّی (۸۰) تازیانے ہے۔ حضرت عمرؓ نے آپؓ کے قول کو اختیار کیا۔ اس کے بعد شراب پینے والوں کو اَسّی (۸۰) تازیانے مارے جانے لگے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "علیؓ ہم میں سے سب سے بڑا قاضی ہے۔"

شاہزادیوں کی فروخت ناجائز

جب حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں فارس کے قیدیوں کو لایا گیا تو ان قیدیوں میں بادشاہ یزدگرد کی تین بیٹیاں بھی شامل تھیں، ان قیدیوں کو فروخت کرنے لگے تو حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ یزدگرد کی بیٹیوں کو بھی فروخت کیا جائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: دخترانِ بادشاہ کا معاملہ دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہے، یعنی کنیز بنا کر نہیں بیچنا چاہیے۔

حضرت عمرؓ نے کہا: پھر کیا کرنا چاہیے، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

حضرت علیؓ نے فرمایا: انہیں خود اختیار دیا جائے، جس کو وہ چاہیں اس کو اختیار کریں، یہی اس کی قیمت ہوگی۔ ان میں سے ایک عبداللہ بن عمرؓ کو دی گئی، دوسری حضرت امام حسینؓ اور تیسری محمد بن ابی بکر کو دی گئی۔ (وفیات الاعیان از ابن خلکان)

مؤرخین کے درمیان مشہور یہ ہے کہ یزدگرد کی صرف دو بیٹیاں تھیں، شہربانو اور مروارید: شہربانو سے حضرت امام زین العابدین پیدا ہوئے اور مروارید سے قاسم بن محمد بن ابی بکر کی پیدائش ہوئی۔

وجوبِ غسل کا ایک مسئلہ

رفاعہ بن رافع سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں حضرت عمر بن الخطابؓ

کے پاس موجود تھا، ایک مرد نے وہاں آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فتویٰ دیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرے اور منی کا انزال نہ ہو تو غسل ضروری نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو بھیج کر زید رضی اللہ عنہ کو بلالیا اور ڈانٹ کر کہا: اے اپنے نفس کے دشمن! کیا تو واقعی اس قابل ہو گیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے سامنے فتوے دینے لگا ہے؟

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم ایسا نہیں ہے۔ میں نے اپنی طرف سے کوئی فتویٰ نہیں دیا، بلکہ یہ تو روایت ہے جو میں نے ابی طالب ایواب، ابی بن کعب اور رفاعہ بن رافع سے سنی ہے وہی نقل کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رفاعہ کی طرف متوجہ ہو کر اس مسئلے کے بارے میں اس سے سوال کیا۔

رفاعہ نے کہا: ایسا ہی ہے۔ ہم عہد رسالت میں جماع کرتے تھے جب تک انزال نہیں ہوتا تھا تو ہم غسل نہیں کیا کرتے تھے اور خدا اور رسول نے بھی ہم کو منع نہیں فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا رسول اللہ تمہارے اس عمل سے آگاہ تھے؟ انہوں نے کہا: البتہ ہمیں اس بات کا علم نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو جمع کیا ایک گروہ نے کہا:

اذا جاوز الختان الختان ولم ينزل لم يجب الغسل.

”جب مقام ختنہ دوسرے مقام ختنہ سے مل جائے اور انزال نہ ہو تو غسل واجب نہیں ہوتا۔“

مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غسل کرنا واجب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: دیکھو آج تم آپس میں اختلاف کر رہے ہو تو اس کے بعد لوگوں کے درمیان اس مسئلے کے بارے میں بہت شدید اختلاف ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی شخص بھی اس مسئلے کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے زیادہ مطلع نہیں ہے، آپ کسی شخص کو بھیج کر اس مسئلہ کی تحقیق کر لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا، سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں کہا:

اذا جاوز الختان الختان فقد واجب الغسل.

''جب مقام ختنہ دوسرے مقام ختنہ سے مل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔''

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کے قول پر عمل پیرا ہو کر اصحاب کے درمیان بلند آواز سے کہا: آج کے بعد اگر میں نے یہ سنا کہ تم میں سے کسی شخص نے اپنی بیوی سے جماع کیا اور غسل نہ کیا اور مسجد رسول میں داخل ہو کر اس نے یہ عذر پیش کیا کہ انزال نہیں ہوا تو میں ہر حال میں اس کو سزا کا مستحق قرار دے کر اسے سخت سزا سے دوچار کروں گا۔ (کنز العمال علی متقی ہندی، ازالۃ الخفاء حضرت شاہ ولی اللہ)

اونٹ بغیر پلان کے خریدنا

ابن شہر آشوب مناقب میں، کتاب شرح اخبار قاضی نعمان میں اس نے عمرؓ بن حماد سے اپنی سند کے ساتھ انس بن مالک سے یہ واقعہ نقل کیا ہے ایک دفعہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ منیٰ میں موجود تھا کہ اتنے میں ایک مرد اعرابی ہمارے پاس آیا اور اس کے ساتھ کچھ اونٹ بھی تھے۔

حضرت عمرؓ نے کہا: اس مرد سے معلوم کرو کہ اونٹ فروخت کرنا چاہتا ہے؟

میں وہاں سے اٹھ کر اس بدوی شخص کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تو اونٹ فروخت کرنا چاہتا ہے؟

اس نے کہا: ہاں میں فروخت کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت عمرؓ اٹھے: اس اعرابی کے پاس چلے آئے، اس سے چودہ اونٹ خرید کیے اور کہا: اے انس!! ان اونٹوں کو پکڑ کر ہمارے پاس لے آؤ۔

اعرابی نے کہا: اونٹ پر موجود پالان اور کمبل میرے سپرد کیجیے۔

حضرت عمرؓ نے کہا: پالان اور کمبل بھی تو اونٹوں کے ساتھ شامل ہیں!

اعرابی نے کہا: ایسا نہیں ہے میں نے صرف اونٹ دیئے ہیں۔

آخر کار انہوں نے حضرت علی ﷺ کو اپنا منصف بنایا۔ حضرت علی ﷺ نے حضرت عمر ﷺ سے عرض کیا آپ نے اونٹ خریدے تھے اور پالان اور کمبل شامل ہونے کی شرط رکھی تھی؟

حضرت عمر ﷺ نے فرمایا نہیں، میں نے یہ ان کی شرط نہیں رکھی تھی۔

حضرت علی ﷺ نے فرمایا: پالان اور کمبل اس اعرابی کے ہیں۔ حضرت عمر ﷺ نے انس کو حکم دیا کہ پالان اور کمبل اعرابی کے واپس کر دے اور اونٹوں کو برہنہ لیکر آئے۔

(حضرت علیؓ کے فیصلے)

یتیم بچی کے ساتھ بدسلوکی

روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص کے ہاں یتیم لڑکی پرورش پا رہی تھی۔ وہ شخص کسی کاروباری سلسلے میں اکثر و بیشتر اس لڑکی سے دور رہتا تھا، یہاں تک کہ وہ یتیم لڑکی بالغ و راشد ہوگئی۔ وہ بہت خوبصورت اور بے مثال حسن و جمال کی مالک تھی، اس شخص کی بیوی پر ہر وقت یہ خوف غالب رہتا تھا کہ اگر اس مرتبہ میرا شوہر واپس آئے گا تو ضرور اس لڑکی کے حسن و جمال کی وجہ سے اس پر شیدائی اور فریفتہ ہو جائے گا، مجھ سے زیادہ اسے چاہنے لگے گا، اس نے لڑکی کو نشہ آور دوائی پلانے کے بعد چند عورتوں کو بلایا، اور ان عورتوں کے سامنے انگشت کے ساتھ لڑکی کا پردہ بکارت زائل کر دیا۔

جب شوہر سفر سے واپس آیا تو اس نے اپنی بیوی سے یتیم لڑکی کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا کہ لڑکی نے اپنی عصمت کو برباد کر دیا ہے۔ لڑکی نے قسم کھائی کہ کسی نامحرم ہاتھ نے مجھے چھوا تک نہیں۔

عورت نے گواہ پیش کر دیئے، آخر کار یہ قضیہ حضرت عمر ﷺ کے پاس لایا گیا، وہ اس فیصلے سے عاجز ہو گئے، اس شخص نے کہا کہ ہمیں حضرت علی ﷺ کے پاس بھیج دیں۔

جب حضرت علی ﷺ کے پاس پہنچے اور اپنا قصہ بیان کیا تو آپؓ نے اس عورت سے فرمایا: کیا تو اس لڑکی کے زنا پر شواہد و برھان رکھتی ہے؟ اس عورت نے کہا: جو بات میں

کہتی ہوں اس کی ہمسایہ عورتیں گواہ ہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے گواہوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا، جب وہ گواہی دینے والی عورتیں حاضر ہوئیں تو آپؓ نے اپنی تلوار نیام سے نکال کر اپنے سامنے رکھ دی اور ان میں ایک گواہ کو بلایا اور اس سے سوال کیے تو اس نے بھی وہی بات دہرائی، اسے واپس اس جگہ نہ جانے دیا جہاں دوسری عورتیں گواہی کے لیے بیٹھی ہوئی تھیں، دوسرے گواہ کو بلایا دو زانو ہو کر بیٹھے اور فرمایا: اے عورت! کیا تو مجھے پہچانتی ہے؟

''میں علی بن ابی طالب ہوں اور یہ میری ذوالفقار ہے''

تو اس شخص کی بیوی کی طرح سچ بات کہہ دے جس طرح اس نے سچ کہا ہے، میں نے اس کو امان دے دی ہے، اگر تو نے سچ کہا تو تجھے بھی امان ملے گی اور اگر تو نے جھوٹ کہا تو اس تلوار سے دو ٹکڑے کر دوں گا، اس عورت نے کہا: الامان الامان مجھے امان دیجیے، میں سچ بتاتی ہوں۔

حضرت علیؓ نے کہا: ٹھیک ہے، بتاؤ۔ اس عورت نے کہا، لا واللہ اس لڑکی نے کوئی زنا نہیں کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ جب اس شخص کی بیوی نے دیکھا کہ لڑکی بہت حسین وجمیل ہے تو وہ اپنے شوہر کے فریفتہ ہونے سے خوف زدہ ہوگئی تو اس نے لڑکی کو نشہ آور دوائی پلا دی، ہمیں بھی اپنے گھر بلایا، ہمارے سامنے اس کا پردہ بکارت زائل کر دیا۔

حضرت علیؓ نے بلند آواز میں اللہ اکبر کہا اور فرمایا:

انا اول من فرق بین الشھوہ الا دانیال النبی......

اس کے بعد آپؓ نے حکم دیا، شوہر نے حضرت علیؓ کے حکم پر اس کو طلاق دے دی اور لڑکی سے شادی کر لی اور گواہوں میں سے ہر ایک کے لئے ''عقر'' کی سزا قرار دی (عقر کی سزا چار سو درہم ہے) حضرت علیؓ نے اس لڑکی کا حق مہر اپنے مال سے دیا اور مرد سے کوئی چیز نہ لی۔

قصۂ دانیال علیہ السلام

اس وقت حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا: اے ابا الحسن! دانیال کا کیا قصہ ہے

ہمیں بھی بتائیے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: حضرت دانیالؑ ایک یتیم بچہ تھے۔ آپؑ کے ماں باپ دونوں فوت ہو چکے تھے۔ بنی اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت نے اسے گود میں لے کر پرورش کی اور اس کی تربیت کرنے لگی۔ اس زمانے کے بادشاہ کے دو قاضی تھے۔ یہ لوگ ایک مرد صالح کی محبت کی آزمائش کرنا چاہتے تھے۔ اس مرد صالح کا بادشاہ کے پاس آجانا تھا۔ اور اس سے گفتگو ہوا کرتی تھی۔ ایک دن بادشاہ کو ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی ضروری کام کے لیے بھیجے۔ قاضی کی طرف رخ کرتے ہوئے بادشاہ کو ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی کو میرے کام کے لیے تیار کرو۔ میں اسے اپنے کام کے لیے بھیجنا چاہتا ہوں۔ دونوں قاضیوں نے مرد صالح کی طرف اشارہ کیا اور اسی کو کام کے لیے چنا گیا۔ اس مرد صالح کی حسین پارسا بیوی تھی جسے وہ بہت چاہتا تھا۔ جب دونوں قاضیوں نے سفر کی سفارش کی تو مرد صالح نے دونوں قاضیوں سے کہا کہ میری بیوی کی روزانہ خبر گیری کرنے میں کوتاہی نہ کرنا اور مزید کہا

اوصیکما بامراتی خیرً:......

"میں تم دونوں کو اپنی بیوی کے بارے میں اچھے سلوک کی نصیحت کرتا ہوں۔"

ان دونوں قاضیوں نے اس بات کو قبول کیا اور جب مرد صالح سفر پر روانہ ہو گیا تو وہ دونوں قاضی اس عورت کے محل سرے پر آئے۔ جب ان کی نظریں عورت کے حسن و جمال پر پڑیں تو دونوں اس کے حسن و جمال کی وجہ سے دل و دین سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ انہوں نے عورت کو اپنی طرف دعوت دی۔ عورت نے ان کی بات کو ٹھکرا دیا۔ وہ دونوں قاضی کہنے لگے اگر تو نے ہمارا مطالبہ پورا نہ کیا تو ہم بادشاہ کے سامنے تجھ پر زنا کا الزام لگائیں گے اور تیری زنا کاری پر گواہی دیتے ہوئے تجھے سنگسار کریں گے۔

عورت نے کہا: میں تمہاری کسی حال میں بھی بات نہیں مانوں گی تم جو کچھ کر سکتے ہو بے شک کر گزرو! وہ دونوں بادشاہ کے پاس چلے آئے اور حاضر ہو کر گواہی دی کہ اس عورت نے زنا کیا ہے۔ بادشاہ اس خبر سے حیرت زدہ ہوا کیونکہ اس عورت کی پاکدامنی اور پارسائی مشہور تھی۔ کچھ لمحہ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ سر اٹھانے کے بعد کہا کہ تمہاری گواہی قبول

ہو۔لیکن عورت کو تین دن کی مہلت دو۔

منادی نے شہر میں اعلان کیا کہ فلاں روز جمع ہونا ہے۔فلاں عورت پر حد جاری کرتے ہوئے سنگسار کرنا ہے۔یہ خبر تمام شہر میں پھیل گئی۔

بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ تجھے کیا نظر آتا ہے؟

"میں تو گمان بھی نہیں کرسکتا کہ یہ عورت اس فعل کی مرتکب ہوئی ہے۔"

وزیر نے کہا: مجھے بھی اس کے فعل پر تعجب ہے۔"

آخرکار تیسرے روز جو مہلت کا آخری دن تھا' وزیر اپنے گھر سے باہر نکلا تو اس کا گزر چند بچوں کے پاس سے ہوا جو کھیل میں مشغول تھے۔اوران بچوں کے درمیان دانیال بھی موجود تھا۔اس وقت دانیال نے بچوں سے کہا: مجھے بادشاہ سمجھو اور ایک بچے سے کہا! تو مرد صالح کی بیوی بن جا! دوسرے دو بچوں سے کہا تم دونوں قاضی بن جاؤ اور اس عورت کے زنا کی گواہی دو! کرسی کی مانند تھوڑی سی مٹی اکٹھی کی اور اس کے اوپر بیٹھ گیا اور لکڑی کی تلوار اپنے ہاتھ میں لی اور کہا: دونوں قاضیوں کو ایک دوسرے سے جدا رکھا جائے۔ایک بچے سے کہا: اس کا ہاتھ پکڑ کر فلاں مکان پر لے جا' ان دونوں قاضیوں سے ایک کو طلب کیا اور کہا سچ بتا! اس عورت کے بارے میں تیری کیا گواہی ہے؟ جھوٹ بولنے پر اس تلوار سے تیرا سر تن سے جدا کردوں گا۔

وزیر پوری توجہ سے ان کا تماشا دیکھ رہا تھا اوران کی باتیں سن رہا تھا۔اس بچے نے کہا۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اس مرد صالح کی بیوی نے زنا کیا ہے۔

دانیال نے کہا کس کے ساتھ؟

اس نے کہا: فلاں بن فلاں کے ساتھ۔

دانیال نے کہا: کس وقت کس دن اور کس مکان میں یا کس مقام پر؟

قاضی نے ہر ایک کا جواب دیا۔

دانیال نے حکم دیا کہ اس کو اپنے مکان پر لے جایئے اور دوسرے قاضی کو میرے سامنے پیش کرو۔جب اس کو حاضر کیا گیا۔وہی سوالات اس سے کیے' تو اس نے پہلے سے

مختلف جواب دیئے۔

دانیال نے کہا: اللہ اکبر! اے لوگو! ان دونوں قاضیوں نے جھوٹی گواہی دی ہے اور ان دونوں کو قتل کیا جائے۔

وزیر نے فیصلہ سنا تو اسی وقت بادشاہ کے پاس گیا اور بادشاہ کو اس فیصلے سے آگاہ کیا۔ بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ دونوں قاضیوں کو حاضر کیا جائے اور دونوں کو الگ الگ رکھا جائے۔ جس طرح دانیال نے فیصلہ کیا تھا اسی طرح فیصلہ کیا۔

ان دونوں قاضیوں نے بھی گواہی میں اختلاف کیا۔ جس طرح بچوں نے اختلاف کے ساتھ گواہی دی تھی۔ اس بادشاہ نے لوگوں کے درمیان آواز دی کہ ان دونوں جھوٹے قاضیوں کو قتل کر دیا جائے۔

کالا باپ گورا بیٹا

حضرت امام جعفر صادقؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص نے ایک عورت کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عمرؓ کے پاس لے آیا اور کہا کہ میں ایک سیاہ فام شخص ہوں اور میری بیوی بھی اسی طرح ہے۔ لیکن میری بیوی نے بچہ سفید جنا ہے یہ بیٹا میرا نہیں ہو سکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اس معاملے میں تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: اس عورت کو سنگسار کرنا چاہیے' کیونکہ دونوں مرد و زن سیاہ ہیں۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ان کا فرزند سفید ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ عورت کو جا کر سنگسار کیا جائے۔ اس واقعہ کی اطلاع حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے استدعا کی کہ اس عورت کی سزا پر عملدرآمد موقوف کر کے مقدمہ میرے حوالہ کر دیا جائے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی استدعا کو قبول کیا۔ اس واقعہ کی تحقیق کے بعد حضرت علیؓ نے اس عورت کے شوہر کی طرف رخ کرتے ہوئے فرمایا:

"تو اپنی بیوی پر تہمت لگا رہا ہے"

اس شخص نے کہا: نہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: کیا تو نے حالت حیض میں اس سے ہم بستری کی ہے؟

اس مرد نے کہا: ایک رات میں نے اس سے جماع کرنا چاہا تو عورت نے کہا کہ میں حائض ہوں۔ میں نے اپنے آپ سے کہا یہ فقط بہانہ کر رہی ہے' کیونکہ ہوا سرد ہے اور اس پر غسل کرنا مشکل ہے تو میں نے اس سے جماع کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا! کیا حالت حیض میں تیرے شوہر نے جماع کیا ہے؟

اس عورت نے عرض کیا! ہاں! میں نے اسے بہت سمجھایا مگر اس نے قبول نہ کیا' میرے ساتھ جماع کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ یہ تمہاری اپنی کارستانی ہے اور بیٹا بھی تمہارا ہے کیونکہ جب نطفہ ٹھہرا تو اس پر خون غالب ہوا ہے، اگر حرکت کرتا تو تمہارا بیٹا بھی سیاہ ہو جاتا۔

مناقب ابن شہر آشوب سے نقل کردہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ سفید تھے اور ان کا فرزند سیاہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خون نطفہ پر غالب آیا ہے۔ اس نے بیٹے کے چہرے کو سیاہ کر دیا ہے۔

بیٹا اس کا جس کا دودھ وزنی

ابن شہر آشوب قیس بن ربیع سے واقعہ نقل کرتے ہیں' وہ کہتا ہے کہ دو عورتوں کے درمیان لڑکی اور لڑکے کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ ہر ایک دعویٰ کرتی تھی کہ لڑکا میرا اور لڑکی تیری ہے۔ یہ تنازعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر آئیں' تاکہ وہ اس تنازعہ کا فیصلہ کریں۔

روایت کے مطابق جب یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تو سنتے ہی بے چینی سے اٹھے اور بیٹھے' اپنے آپ کو کبھی اس طرف جھکاتے اور کبھی دوسری طرف اور کہنے لگے۔ اے گروہ مہاجرین و انصار! آخر بتاؤ تمہارے نزدیک اس کا کیا فیصلہ ہے؟

حاضرین کہا ہمیں نہیں معلوم آپ ہی فیصلہ کریں۔

حضرت عمرؓ اس بات سے غضبناک ہوئے اور کہنے لگے:

یا ایھا الذین امنو اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً اما واللہ انا وایاکم لنصرفن ابن بجدتھا۔

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو محکم اور درست بات کہو قسم بخدا تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو اور پہچانتے ہو! اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ مجھ سے بڑا اہل علم کون ہے؟"

صحابہ نے کہا! گویا آپ علیؓ کو یاد کر رہے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے کہا: بھلا کیوں نہ کروں، کیا قدرت نے کسی کو حضرت علیؓ کی مثل بنایا ہے؟ کیا کسی عورت نے علیؓ کی مثل دوسرا بچہ جنا ہے؟

صحابہ نے کہا: کسی کو بھیج دیں، تا کہ وہ حاضر ہوں۔

حضرت عمرؓ نے کہا: افسوس ہے علی ہماری طرف آئیں! علی کی منزل و مقام اس سے زیادہ بلند و ارفع ہے۔

"وہ ہاشمی ہیں علیؓ کا گوشت رسول ﷺ کا گوشت ہے۔"

"وہ اتنے بلند ہے کہ ان کا کوئی ثانی نہیں ہے اور ایسے فلک بوس پہاڑ ہیں کوئی پرندہ بھی ان کی بلندی کو چھو نہیں سکتا۔ وہ یادگار رسول خدا اور علم کی انمول کان ہیں۔

حق تو یہ ہے کہ ہمیں ان کی طرف جانا چاہیے۔ چہ جائیکہ وہ ہماری طرف آئیں۔ ساتھیو اٹھو میرے ساتھ علیؓ کے پاس چلو۔

حضرت عمر صحابہؓ کے مجمع کے ساتھ حضرت علیؓ کے پاس تشریف لائے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دست مبارک میں کدال لیے ہوئے باغ کی زمین کھود رہے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ اس آیت مجیدہ کی تلاوت فرما رہے ہیں:

ایحسب الانسان ان یترک سدیً O الم یک نطفۃً من منی یُمنیٰ O ثم کان علقۃ فخلق فسوّیٰ O

اور آپؓ کی آنکھوں سے سیلاب اشک رخساروں پر بہہ رہا ہے۔

اور صحابہ بھی حضرت علیؓ کے ارد گرد جمع ہوئے۔ اتنے میں حضرت علیؓ خاموش ہوئے اور پوچھا امیر المومنین یہاں کیسے تشریف آوری ہوئی؟

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اے ابوالحسن! دو عورتوں کا لڑکے اور لڑکی کے بارے میں تنازعہ ہے ان میں سے ہر ایک یہی دعویٰ کرتی ہے کہ لڑکا میرا ہے' لڑکی دوسری عورت کی ہے اور اس مشکل مسئلہ کا حل کرنے سے عاجز ہوں۔ اس لیے آپؓ کے دروازے پر حاضر ہوا ہوں۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا: اس مسئلے کا جواب اس تنکے کے توڑنے سے بھی آسان ہے۔ ایسا کیجئے کہ ان دونوں عورتوں کو حکم دیں کہ وہ اپنا اپنا دودھ کسی برتن میں لائیں۔ پھر ان کے دودھ کا وزن کرائیے۔ جس عورت کا دودھ وزنی ہوگا تو لڑکا اسی عورت کا ہوگا اور جس کا دودھ ہلکا ہوگا اس کی لڑکی ہے۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے

"لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ"

حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کی ذہانت پر عش عش کر اٹھے۔

(حضرت علیؓ کے فیصلے)

قیصر روم کے سوالات اور حضرت علیؓ کے جوابات

سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب تذکرۃ الخواص میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے یہ بات کب کہی کہ "میں اسی مشکل سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں جس کے حل کرنے کے لیے ابوالحسنؓ میرے پاس نہ ہوں"۔ اس کی وجہ احمد نے اپنی کتاب فضائل میں یہ لکھی ہے کہ قیصر ورم نے چند سوالات لکھ کر حضرت عمرؓ کے پاس بھیجے' لیکن آپؓ اور دیگر صحابہ جواب دے نہ سکے۔

بالآخر وہ سوال حضرت علیؓ کے پاس آئے تو آپ نے بغیر دیر کیے مختصر وقت میں تمام سوالات کے جواب ارشاد فرمائے۔ سوال یہ تھے:

ابن مسب کا کہنا ہے کہ بادشاہ روم نے لکھا کہ یہ خط ہے بادشاہ روم قیصر بنی الاصغر کا حضرت عمرؓ کی جانب۔

اما بعد! میں خط بھیج رہا ہوں اور اس میں چند سوال بھی ہیں براہ کرم مجھے ان کے جوابات ارسال فرمائیں۔ سوال یہ ہیں:

سوالات کی تفصیل

(۱) وہ کونسی چیز ہے جسے خدا نے پیدا نہیں کیا؟
(۲) وہ کونسی چیز ہے جسے خدا نہیں جانتا؟
(۳) وہ کونسی چیز ہے جو خدا کے پاس نہیں ہے؟
(۴) وہ کونسی چیز ہے جو سب کے سب بال ہیں؟
(۵) وہ کونسی چیز ہے جس کا صرف منہ ہی منہ ہے؟
(۶) وہ کونسی چیز ہے جس کے صرف پاؤں ہی پاؤں ہیں؟
(۷) وہ کونسی چیز ہے جس کی صرف آنکھیں ہی آنکھیں ہیں؟
(۸) وہ کونسا شخص ہے جس کا خاندان نہیں
(۹) وہ کونسی چیز ہے جو شکم مادر میں نہیں رہیں؟
(۱۰) وہ کونسی بے جان چیز ہے جو سانس لیتی ہے؟
(۱۱) ناقوس کی آواز کا معنی کیا ہے؟
(۱۲) وہ کونسی چیز ہے جس نے ایک مرتبہ پرواز کیا؟
(۱۳) وہ کونسی چیز ہے جس پر ایک بار سورج چمکا؟
(۱۴) وہ کونسا درخت ہے جس کے سایہ کو تیز رفتار سوار سو سال دوڑ کر بھی عبور نہیں کر سکتا؟
(۱۵) وہ کونسا درخت ہے جو دھوپ اور پانی کا محتاج نہیں دنیا میں اس کی مثال کیا ہے؟
(۱۶) جنت کے برتن جن میں مختلف قسم کے کھانے ہوتے ہیں ایک دوسرے سے ملتے ہیں دنیا میں اس کی مثال کیسی ہے؟
(۱۷) جنت کے سیب سے حوران برآمد ہونگی لیکن اس میں ذرا بر کی بھی واقع نہیں ہوتی۔ دنیا میں اس کی مثال کیا ہے؟

(۱۸) دنیا میں موجود شے کونسی ہے کہ دنیا میں لوگوں کے لیے، آخرت کے لیے ایک شخص کے لیے ہوگی؟

(۱۹) بہشت کی چابیاں کیا ہیں؟

جوابات کی تفصیل

جب یہ سوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنے تو فرمایا علیؑ آپ ان سوالوں کے جواب لکھیں۔ بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امابعد۔ تیرا خط موصول ہوا اور میں اپنے رب کی عطا کردہ طاقت اور اس کے رسول کی برکت سے تجھے جوابات بھیج رہا ہوں۔

وہ چیز جو مخلوق نہیں وہ شریک خدا ہے کہ جس کو اللہ نے خلق ہی نہیں فرمایا۔

وہ چیز جس کا خدا سے تعلق ہی نہیں وہ تمہاری یہ بات ہے کہ خدا کا بیٹا فلاں ہے، حالانکہ خدا کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے اور نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ ہی بیٹا ہے۔

وہ چیز جو اللہ کے پاس نہیں وہ ظلم ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے:

''تیرا رب اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا''

وہ چیز جو صرف بال ہی بال ہیں وہ ہوا ہے۔

وہ چیز جس کا صرف منہ ہی منہ ہے وہ آگ ہے۔

وہ چیز جس کے صرف پاؤں ہی پاؤں ہیں وہ پانی ہے۔

وہ چیز جس کی صرف آنکھیں ہیں وہ سورج ہے۔

وہ شخص جس کا کوئی خاندان نہیں وہ صرف حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں۔

وہ چیز جو شکم مادر میں نہیں رہیں پانچ یہ ہیں:

(۱) آدم علیہ السلام (۲) حوا

(۳) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا دنبہ

(۴) حضرت موسیٰ کا عصا

(۵) حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی

وہ بے جان چیز جو سانس لیتی ہے وہ صبح ہے۔

ناقوس کی آواز کے معنی یہ ہے:

حقاً حقاً مهلاً مهلاً

عدلاً عدلاً صدقاً صدقاً

حق ہے حق ہے ٹھہرو ٹھہرو

خدا عادل ہے اور وہ سچا ہے۔

کوہ طور پر وہ پرندہ جس نے ایک مرتبہ پرواز کی۔

وہ زمین جس پر سورج ایک مرتبہ چمکا دریائے نیل کی وہ زمین ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا مار کر راستہ بنایا تھا۔

وہ درخت جس کے سایہ کو تیز رفتار سو سال میں بھی عبور نہیں کر سکتا وہ شجر طوبیٰ ہے جس کی شاخ جنت کے ہر محل میں پہنچی ہوئی ہے۔ اور دنیا میں اس کی مثال سورج ہے کہ جس کی گردن ہر گھر میں پہنچتی ہے اور تمام زمین اس کی روشنی سے منور ہوتی ہے۔

وہ درخت جو پانی کے بغیر اُگا وہ درخت ہے جو حضرت یونسؑ کے لیے پیدا ہوا۔ اللہ نے فرمایا: ہم نے نبی کے لیے کدو کا درخت پیدا کیا۔"

جنت کے برتن میں مختلف اقسام کے انعامات ہوں گے وہ ایک دوسرے میں مخلوط نہ ہوں گے۔ اس کی مثال دنیا میں مرغی کے انڈے کی سی ہے کہ جس میں سفید اور زرد دونوں پانی موجود ہیں لیکن ایک دوسرے سے ملتے نہیں ہیں۔

سیب جنت سے حور برآمد ہوگی لیکن سیب میں کمی نہ آئے گی۔ اس کی مثال یہ ہے جیسا کہ سیب سے کیڑا نکلتا ہے لیکن اس میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

وہ چیز جو دنیا میں مومن اور کافر کے لیے یکساں ہے لیکن آخرت میں وہ صرف مومن سے مخصوص ہوگی۔ وہ کھجور کا میوہ ہے جسے آخرت میں صرف مومن ہی کھائیں گے۔

جب کہ دنیا میں اسے مومن اور کافر دونوں کھا رہے ہیں۔

جنت کی چابیاں کلمہ توحید ہے۔(لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ)

قیصر کا خط اور مزید سوالات

ابن میسب کا بیان ہے کہ خط بادشاہ روم کو ملا۔ پڑھ کر کہنے لگا خدائے واحد کی قسم یہ جوابات خاندان رسالت سے ہی مل سکتے ہیں۔

پھر پوچھا یہ جواب کس نے دیئے ہیں؟

ایلچی نے بتایا: رسول خدا کے چچازاد حضرت علی ابن ابی طالب نے دیئے ہیں۔

اس کے بعد قیصر روم نے حضرت علیؓ کو یہ خط لکھا جس کا مضمون یہ ہے:

سلامٌ علیک، اما بعدا فقد وقفت علی جوابک وعلمت انک من اهل بیت النبوة ومعدن الرسالة وموصوف بالشجاعة والعلم والو ان تکشف لی من مذهبکم والروح التی ذکرها الله فی کتابکم فی قوله "ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی".

"قیصر روم نے حضرت کو لکھا۔ سلام علیک۔ مجھے آپ کا بھیجا ہوا جواب موصول ہوا۔ وہ پڑھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ آپ اہل بیت نبوت ہیں اور رسالت کا خزانہ ہیں۔ حقیقی شجاعت اور علم کے وارث ہیں۔"

میری خواہش ہے کہ مجھے مذہب اور دین کی مزید معلومات بھیجیں اور خاص طور پر مجھے روح کی وضاحت فرمائیں جس کا ذکر اللہ نے قرآن مجید میں ان الفاظ سے فرمایا ہے کہ:

"اے نبیؐ لوگ روح کے بارے میں تجھ سے پوچھتے ہیں تو انہیں بتا دو کہ روح میرے پروردگار کا امر ہے یہ روح کیا چیز ہے؟"

حضرت علیؓ کا جوابی مکتوب

حضرت نے جواب میں لکھا:

اما بعد! روح ایک نورانی نکتہ ہے اور ایک غیر مرئی مخلوق ہے جس کو اللہ نے اپنی

قدرت کاملہ سے خلق فرمایا ہے اور اپنے خاص خزانہ سے نکال کر اپنی ملکیت میں رکھا ہے۔ اور یہی روح ہی اصل میں ہر چیز کا سبب زندگی ہے اور ذی روح کے پاس ایک وقت مقررہ تک امانت ہے۔ جب اس کی مدت مکمل ہوتی ہے تو خدا اسے واپس کر لیتا ہے۔

(تذکرۃ الخواص مصنفہ سبط ابن جوزی' مولائے کائنات کے فیصلے' ریاض حسین)

دو نصرانیوں کے سوالات اور حضرت علی ؓ کے جوابات

علامہ علی متقی نے کنز الاعمال میں یہ روایت لکھی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس دو نصرانی آئے اور انہوں نے پوچھا' ہمیں بتاؤ کہ:

محبت اور عداوت میں کیا فرق ہے' حالانکہ دونوں کا تعلق دل سے ہے؟

اسی طرح نسیان اور یادداشت میں کیا فرق ہے حالانکہ دونوں کا مخزن ایک ہے۔

اور یہ بھی بتاؤ کہ خواب سچا ہے یا جھوٹا ہے حالانکہ دونوں ایک ہی جگہ سے واقع ہوتے ہیں؟

حضرت عمر بن خطاب ؓ نے حضرت علی ؓ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: یہ مسائل ان سے جا کر پوچھ لو۔

حضرت علی ؓ نے فرمایا: آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ محبت وعداوت کا سبب یہ ہے کہ اللہ نے تمام ارواح کو اجسام کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل پیدا کیا۔ اب جو ارواح عالم ذر میں ایک دوسرے سے مانوس تھیں اظہار محبت کرتی تھیں۔ دنیا میں آ کر بھی انہیں ایک دوسرے سے محبت ہوتی ہے۔ اور جن ارواح کو عالم ارواح میں ایک دوسرے سے نفرت تھی۔ اس دنیا میں بھی وہ ایک دوسرے سے متنفر ہوتی ہیں۔

یادداشت اور نسیان کا راز یہ ہے کہ اللہ نے جب آدمی کو پیدا فرمایا تو اس کے دل پر ایک پردہ لگا دیا۔ جب وہ پردہ ہٹ جاتا ہے تو انسان کچھ چاہے تو یاد رکھ سکتا ہے اور جب اس کے دل پر وہ پردہ آ جائے تو اس کو کچھ بھی یاد نہیں ہوتا۔ اور وہ نسیان کا مریض ہو جاتا ہے۔

خوابوں کے سچے اور جھوٹے ہونے کا سبب یہ ہے کہ اللہ نے روح پر ایک حاکم مقرر کیا ہے اس کا عکس موجود ہوتا ہے۔ اب روح کو عالم بالا میں اگر فرشتوں کے ساتھ

ملاقات کا شرف نصیب ہو تو اس کے خواب سچے ہوتے ہیں، اور روح اگر بھٹکنے کے بعد شیاطین کے چنگل میں پھنس جائے تو اس کے خواب جھوٹے ہوتے ہیں ان نصرانیوں نے جب یہ جواب سنے تو مسلمان ہو گئے۔ اور حضرت کے نوکر بن کر رہ گئے حتیٰ کہ وہ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

قیصر روم کے سوالات اور حضرت علی ﷛ کے جوابات

احمد بن علی العاصی الشافی اپنی کتاب ''زین الفتی'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ﷛ کو جب بھی کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو وہ حضرت علی ﷛ کی طرف رجوع فرماتے۔ من جملہ ان واقعات کے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ جب حضرت عمر ﷛ تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو ان کے اصحاب میں سے ایک شخص حارث بن سنان نامی صحابی تھا۔ جس کو نصرانی شخص نے تھپڑ رسید کیا۔ حارث بن سنان نے آخر حضرت عمر ﷛ سے شکایت کی کہ حضرت عمر ﷛ نے حکم دیا کہ تو اس سے بدلہ لے اور اس کے منہ پر تھپڑ مار دے۔

حارث کہنے لگا: اتنا کافی نہیں بلکہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔

حضرت عمر ﷛ نے جواب دیا نہیں یہ دور جاہلیت کا رواج ہے کہ جو کسی کو تھپڑ مارتا، اس کا ہاتھ کاٹا جاتا اسلام میں صرف اور صرف چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔

حارث بن سنان کا ارتداد

حارث اس بات سے ناراض ہو گیا اور باہر چلا گیا۔ لوگ سمجھے کہ شاید کسی جنگل میں جا کر بسیرا کرنے لگا ہے۔ لیکن وہ قیصر روم کے پاس جا پہنچا اور اس نے دین نصاریٰ اختیار کر لیا۔ قیصر روم کو حیرانگی ہوئی کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ ایک شخص دین حنیف کو چھوڑ کر نصرانیت اختیار کرتا ہے۔ اور ساتھ یہ بھی مشہور ہے کہ حارث وہ پہلے نصرانی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور اب پھر مرتد ہو کر نصرانی بن گیا۔ حالانکہ جو اسلام سے مرتد ہو جائے وہ نصرانی ہوتا ہے نہ یہودی اور نہ ہی مجوسی۔ بلکہ وہ کہتے ہیں صرف نماز پڑھو اور روزہ رکھو اور باقی کچھ نہیں۔ آخر کار قیصر روم نے حارث بن سنان کے لیے ایک سنہری تخت لگوایا۔ اور حاشیہ

نشینوں سے کہا کہ اس کو جھک کر سلام کرو اور ہر مہینہ اس کو ایک ہزار دینار بطور انعام دو۔ اس زمانہ میں قیصر روم کے قید خانہ میں تین سو مسلمان قید تھے۔

قیصر نے حکم دیا کہ ان قیدیوں کو حارث کے سامنے لاؤ اور انہیں اس کی شان و شوکت دکھاؤ اور ساتھ یہ اعلان بھی کرو کہ جو شخص تم میں سے اسلام چھوڑ کر نصرانیت اختیار کرے گا اس کو یہ انعام ملے گا۔

مسلمان قیدیوں کا رنج والم

مسلمان قیدیوں نے جب حارث کی یہ حالت دیکھی تو وہ گریبان چاک کر کے با آواز بلند کہنے لگے۔ اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا تو ہم نقصان اٹھائیں گے اور حارث سے کہنے لگے: حارث تجھ پر سخت افسوس ہے، کیا تو نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی؟ فرمان خدا ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ.

"اگر تو نے شرک کیا تو تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔"

وہ قیدی با آواز بلند رونے لگے، انہیں حارث کے نصرانی ہو جانے کا بڑا دکھ ہوا۔ قیدیوں کو روتا دیکھ کر حارث کو افسوس تو ہوا مگر کہنے لگا سنو! میں نے تمام قرآن بھلا دیا ہے اور البتہ یہی آیت مجھے یاد ہے کہ فرمان خدا ہے:

ومن يبتغ غير الاسلام دينًا فلن يقبل منه وهو في الأخرة من الخاسرين. (القران)

"جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے تو اس سے وہ قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

قیصر کی پریشانی

قیصر روم قیدیوں اور حارث کی گفتگو کو بڑے غور سے سن رہا تھا۔ یہ باتیں سن کر وہ

زیادہ متفکر ہوا اور سوچنے لگا۔ پھر فوراً درباریوں کی میٹنگ بلائی۔ جس میں تمام حاشیہ نشینوں اور بڑے بڑے پادریوں کو بلایا گیا۔ جب یہ تمام علماء نصاریٰ اور پادری اکٹھے ہو گئے تو قیصر روم نے انہیں بتایا اے میرے ہم نشینو اور علماء نصاریٰ! آج مجھ پر ایک عظیم مصیبت نازل ہوئی ہے کہ جس کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں۔

پادریوں نے پوچھا وہ کونسی پریشانی ہے جو تمہیں لاحق ہے؟

قیصر روم نے بتایا میں حارث بن سنان کے بارے میں متفکر ہوں کہ یہ اسلام کو چھوڑ کر دین نصاریٰ میں کیوں داخل ہوا ہے۔ کیا دین اسلام میں اس نے کوئی کمزوری دیکھی ہے یا پھر مال و دولت کے لالچ میں آ کر اس نے ایسا کیا ہے۔ یا پھر مکر اور جاسوسی کی خاطر ہمارے مذہب کو قبول کیا ہے۔ کیونکہ میں نے آج جب مسلمان قیدیوں کو حارث کے سامنے کھڑا کیا اور انہیں بتایا کہ یہ مذہب نصرانی قبول کر چکا ہے۔ تو وہ قیدی اتنا روئے کہ بے ہوش ہو گئے اور میں نے لاکھ کوشش کی کہ انہیں نصرانیت کی طرف راغب کیا جائے۔ لیکن میری انہوں نے کوئی بھی نہ سنی اور میری ترغیب کا ان پر ذرا بھر اثر نہیں ہوا۔

وہ علماء نصاریٰ اور پادری کہنے لگے۔ یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں۔ آپ ان کے بادشاہ کو خط لکھیں جس میں حارث بن سنان کا واقعہ لکھنے کے بعد چند سوالات ہم پیش کرتے ہیں۔ وہ بھی لکھ بھیجیں۔ اگر وہ ان کے سوالات کے صحیح جواب دے دیں تو پھر سمجھ لینا کہ دین اسلام حق ہے اور پھر تجھے یقین کرنا چاہیے کہ لشکر اسلامی فتوحات کرتے ہوئے تیرے ملک روم سے بھی گزر جائے گا۔ اور اگر وہ ان سوالات کے جواب نہ دے سکیں تو پھر سمجھ لینا کہ اس دین میں کوئی صداقت نہیں اور یہ از خود ختم ہو جائے گا اور ان کا غلبہ تیرے ملک روم پر نہ ہو سکے گا اور اس کے بعد آپ کی مرضی ہو تو مسلمان قیدیوں کو رہا کر کے ان سے پوچھ۔ اگر وہ نصرانیت اختیار کریں تو ٹھیک ورنہ ان کے سر قلم کر دینا۔

قیصر روم کہنے لگا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کسی وقت بھی ہم پر غالب آ سکتے ہیں۔

پادری کہنے لگے: اگر یہ اس نبی محمد کا دین ہے جس کی بشارت عیسیٰ نے دے رکھی

ہے۔ تو پھر صرف روم کیا پوری دنیا میں پھیلے گا اور اگر محمدؐ وہ نبی نہیں تو یہ دین خود بخود ختم ہو جائے گا۔ آخرکار انہوں نے باہمی مشورہ کر کے یہ خط لکھ کر مدینہ روانہ کیا۔

قیصر روم کا خط سیدنا فاروق اعظم ؓ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط ہے قیصر روم کا حضرت عمر بن خطاب کی طرف

امابعد!

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حارث بن سنان تمہارا دین اسلام چھوڑ کر ہمارے دین نصاریٰ میں داخل ہو چکا ہے مجھے یہ معلوم نہیں کہ تمہارا دین سچا ہے یا نہیں، اور یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہارا دین وہی ہے جس دین کے پیغمبر کی بشارت ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے سنائی ہے کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد ﷺ ہوگا، اور اس کا ذکر انجیل میں بھی ہے کہ وہ احمد ﷺ نبی تمہارے ہر اختلاف کو مٹا دے گا اور آپ کو چاہیے کہ خدا سے ڈریں اور اس نبی کے اطاعت گزار بن جائیں اور اس کی مخالفت کبھی نہ کرنا ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے، اور اگر تم نے محمد ﷺ سے جنگ کرنے کی کوشش کی تو تمہیں شکست فاش ہوگی، کیونکہ خدا کا وعدہ ہے کہ میں اپنے محمد ﷺ کا مددگار ہونگا اور دشمنوں کے دلوں میں اس کا رعب و دبدبہ ڈال دوں گا، اب اگر آپ کے دین کا پیغمبر وہی محمد ﷺ ہے تو ہمارے ان سوالات کا جواب بھیجیں اور یہ سوالات تورات و انجیل اور زبور میں بھی موجود ہیں، ہمیں چونکہ آپ کے دین کے بارے میں شک ہے لہٰذا ان مسائل کے حل ہو جانے سے ہمیں یقین حاصل ہوگا کہ آپ کا دین صحیح ہے، سوالات یہ ہیں:

سوالات کی تفصیل

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا معنیٰ کیا ہے؟

(۲) الحمد للہ رب العالمین کا معنیٰ کیا ہے؟

(۳) مالک یوم الدین کا معنیٰ کیا ہے؟

(۴) ایاک نعبدو وایاک نستعین کا معنی کیا ہے؟ آپ لوگ کس چیز کے لیے مدد چاہتے ہیں، اگر تمہیں خدا کی مدد حاصل ہے تو پھر تم برائی میں کیوں مبتلا ہوتے ہو اور خدا کی مدد کے ہوتے ہوئے تم دوسروں کی حکومتوں پر قبضہ کیوں کرتے ہو؟

(۵) اھدنا الصراط المستقیم کا معنی کیا ہے؟ اگر آپ کو اپنے دین میں شک نہیں تو پھر تم کونسی ہدایت کے طالب ہو؟

(۶) صراط الذین انعمت علیھم کا معنی کیا ہے؟ اور کونسا انعام ہے جو امت محمد پر ہوا ہے۔

(۷) غیر المغضوب علیھم کا معنی ہے؟ اور ولا الضالین سے مراد کیا ہے؟

اور یہ وہ کلام ہے جو ہمیں نہ تورات میں ملا اور نہ ہی ہم نے انجیل وزبور میں پڑھا ہے، ان کے علاوہ ہمیں بتاؤ کہ خدا کی ردا کونسی ہے؟ اور ہمیں خدا کا مقام بتائیں؟

وہ کونسا پیغام رساں ہے جو نہ جن تھا اور نہ ہی فرشتہ اور انسان تھا؟

ہمیں وہ چیز بتائیں جس کو وحی ہوئی لیکن وہ نہ جن تھا نہ ہی انسان اور فرشتہ تھا؟

حضرت موسیٰ کے عصا کا نام کیا تھا؟ اور وہ عصا کونسے درخت کا تھا؟

وہ ایک کونسا ہے جس کے ساتھ دوسرا نہیں؟......

وہ دو کونسے ہیں جن کے ساتھ تیسرا نہیں؟......

وہ تین کونسے ہیں جن کے ساتھ چوتھا نہیں؟......

وہ چار کونسے ہیں جن کے ساتھ پانچواں نہیں؟......اسی طرح بیس تک گنتے گئے۔

اس کے بعد خط کو بند کر کے ایلچی کو دیا اور حکم دیا کہ جلدی جلدی یہ خط مدینہ پہنچاؤ، ایلچی خط لیکر مدینہ پہنچا اس نے پوچھا تمہارے بادشاہ کا مکان کہاں ہے؟ لوگ اسے حضرت عمرؓ کے گھر لے گئے، نصرانی نے دق الباب کیا، دروازے پر ایک سیاہ فام کنیز باہر آئی، نصرانی ایلچی نے پوچھا، تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟

کنیز نے جواب دیا، بادشاہ ہر چیز کا خدا ہے البتہ اس وقت مسلمانوں کے خادم

حضرت عمرؓ ہیں، جو اس وقت بازار گئے ہوئے ہیں۔
نصرانی انتظار میں بیٹھ گیا، جب وہ بازار سے واپس آئے تو ایلچی نے انہیں قیصر روم کا خط پہنچایا۔

حضرت علیؓ کے جوابات

حضرت عمرؓ نے خط کھولا، اور جب حارث کے نصرانی ہو جانے کے بارے پڑھا تو انہیں سخت افسوس ہوا۔
ایلچی کو بٹھا کر صحابہ کرامؓ کو بلایا، جن میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے، حضرت عمرؓ نے وہ خط حضرت علیؓ کے حوالے کر دیا اور کہا اس کا جواب آپ نے دینا ہے۔
حضرت نے وہاں پر قلم دوات منگوایا، اور خط کا جواب لکھنا شروع کیا۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
قیصر روم کی طرف یہ خط ہے۔
اما بعد! تو نے حارث بن سنان کا واقعہ لکھا ہے تو یہ کوئی بات نہیں کیونکہ جسے خدا گمراہ کر دے اس کو ہدایت کوئی نہیں کر سکتا۔
یہ حارث صرف حصول مال و دولت کی خاطر اسلام میں داخل ہوا تھا اور جب اسے کوئی مال و زر نہ مل سکا تو پھر وہ واپس لوٹ گیا، اور اب تیرے باقی سوالات کے جواب یہ ہیں۔

(۱) بسم اللہ، یہ وہ نام ہے جو ہر بیماری کی دوا ہے اور ہر دوا کا معاون ہے۔
(۲) الرحمٰن، اللہ تعالیٰ کا نام ہے جو اس کی ذات سے مخصوص ہے۔
(۳) الرحیم، یہ بھی خدا کا نام ہے اور اللہ اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے کہ جو ایمان لا کر نیک عمل کرنے لگے اور پھر توبہ کا طلب گار ہو تو اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔
(۴) الحمد للہ رب العالمین یہ وہ تعریفی جملہ ہے جو خدا سے مخصوص ہے اور

تعریف اس کے انعام کی ہے۔

(۵) مالک یوم الدین خدا ہی اپنی مخلوق کا مالک ہے اور بروز قیامت مخلوق پر حکمرانی اسی کی ہوگی، جو نیکوکار ہونگے انہیں بہشت بھیجا جائے گا اور جو بدکار ہوگا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

(۶) ایاک نعبد کا معنی یہ ہے کہ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور کسی کی نہیں اور نہ ہم اس کا شریک بناتے ہیں۔

(۷) ایاک نستعین ہم اللہ سے یہ مدد چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں شیطان کے مکروفریب سے بچائے اور شیطان ہمیں گمراہ نہ کر سکے، جس طرح کہ شیطان نے تم لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے۔

(۸) اھدنا الصراط المستقیم یہ راستہ واضح ہے جو کہ جنت کی راہ ہے۔

(۹) صراط الذین انعمت علیھم اس سے مراد وہ انعام ہے جو اللہ نے تمام سابقہ امتوں پر کیا ہے اور پھر بروز قیامت خدا انبیاء اور اولیاء سے پوچھے گا۔

(۱۰) غیر المغضوب علیھم اس سے مقصود وہ لوگ ہیں جو نعمات خدا کے منکر ہیں، اور پھر ان میں خدا کا قہر وغضب نازل ہوا اور ان کی صورتیں بھی بدل دیں، ہم خدا سے یہ دُعا کرتے ہیں کہ ہم پر اس کا غضب نہ ہو۔

(۱۱) ولا الضآلین اس سے مراد تم نصاریٰ جیسے گمراہ لوگ ہیں کہ تم نے عیسیٰ مسیح کے دین کو چھوڑ دیا ہے اور تم نے عیسیٰ اور اس کی ماں کو خدا کا شریک بنا دیا ہے، ہم خدا سے یہ سوال کرتے ہیں کہ ہمیں تمہاری طرح گمراہ نہ کرے۔

(۱۲) ردائے خدا، کے بارے ہمیں اپنے پیغمبر نے بتایا ہے کہ اللہ کا فرمان ہے:
(والکبریاء ردائی) ''بزرگی اور عظمت میری ردا ہے۔''

(۱۳) مقام خدا کے متعلق تمہیں معلوم ہوگا کہ کوئی جگہ اور مکان خدا سے خالی نہیں اور وہ ہر جگہ موجود ہے۔

(۱۴) وہ ایلچی جو جن وانسان اور فرشتہ نہ تھا، وہ کوا تھا، جسے خدا نے بھیجا اور ...

کوے سے لڑنے لگا ایک کوے نے دوسرے کو مار دیا اور پھر زمین میں گڑھا کھود کر مردہ کوے کو دفن کر دیا اس کو دیکھ کر قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کی لاش کو دفن کیا۔

(۱۵) وہ چیز جن کی طرف وحی کی گئی وہ شہد کی مکھی تھی، جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے: تیرے رب نے شہد کی مکھی کو پیغام بھیجا۔"

(۱۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا نام "ذائدۃ" تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے زمین پر ڈالتے تو وہ بڑھ جاتا، اور جب موسیٰ علیہ السلام اسے پکڑتے تو اپنی اصلی حالت پر آجاتا اور اس درخت کا نام عوسج تھا جس کی وہ لکڑی تھی اور جبرائیل نے حضرت شعیب کو عطا کیا تھا۔

(۱۷) وہ واحد جس کے ساتھ دوسرا نہیں وہ ذات خدا ہے کہ جس کا شریک نہیں۔

(۱۸) وہ دو، حضرت آدمؑ اور حضرت حوا تھے جن کے ساتھ تیسرا نہ تھا۔ وہ تین فرشتوں کے سردار، جبرائیل و میکائیل اور اسرائیل تھے جن کے ساتھ چوتھا نہیں۔

(۱۹) وہ چار کتابیں تورات و زبور و انجیل اور قرآن ہیں جن کے ساتھ پانچواں نہیں۔

خط کو بند کر کے مہر لگائی اور ایلچی کے حوالے کیا، خط قیصر روم کے پاس پہنچا تو اس نے کھولا اور پڑھا، خط پڑھنے کے بعد حکم دیا کہ تمام مسلمان قیدیوں کو حاضر کرو۔

قیدی لائے گئے، پھر حکم دیا کہ ان کو قیمتی لباس پہناؤ اور باعزت بری کیا جائے۔

حارث سے پوچھا تیرا کیا خیال ہے، اگر واپس مدینہ جانا چاہتا ہے تو تمہارا وظیفہ جاری رہے گا، حارث نے جواب دیا اگر مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں بھی جلا دے تب بھی واپس نہ جاؤں گا، آخر کار وہ اسی طرح نصرانی ہو کر مر گیا۔

بادشاہ روم کے بھیجے ہوئے مشکل سوالات

کتاب مناقب میں لکھا ہے کہ بادشاہ روم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا ایلچی بھیجا اور ان سے یہ سوال پوچھے:

(۱) وہ کونسا شخص ہے جو جنت کا خواہشمند نہیں؟ اور جہنم سے خائف نہیں، اور نہ ہی خدا

سے ڈرتا ہے؟

(۲) وہ کونسا شخص ہے جو نماز پڑھتا ہے لیکن رکوع و سجود نہیں کرتا، پھر بھی نماز صحیح ہے؟

(۳) وہ کونسا شخص ہے جو بغیر ذبح کے جانور کھاتا تھا اور حلال کھا رہا تھا؟

(۴) وہ کون ہے جسے فتنہ سے محبت ہے؟ اور ان دیکھی چیز کی تصدیق کرتا ہے اور حق کا مخالف ہے؟

حضرت علی ؓ کے جوابات

جب یہ سوال حضرت ابوبکر ؓ نے سنے تو فرمایا: یہ پہلے کافر تھا اب مزید کفر اختیار کرنے لگا ہے، تاہم ان کے جوابات حضرت علی ؓ دیں گے۔ چنانچہ صدیق اکبر ؓ کے حکم پر حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے ان سوالات کے یہ جواب ارشاد فرمائے:

۱۔ وہ خدا کا ولی ہے جس کی عبادت بہشت کے لالچ میں ہوتی ہے اور نہ ہی جہنم کے خوف سے اور اسی طرح ولی خدا کو خدا کے ظلم کا کوئی خوف نہیں، کیونکہ خدا ظالم نہیں بلکہ وہ عادل ہے۔ اس لیے تو خود حضرت امیر المومنین ؓ کا فرمان ہے:

ما عبدتک طمعاً فی جنتک ولا خوفاً من نارک بل وجدتک اھلًا لِلْعِبَادَةِ فعبدتک......

"اے رب میں علیؓ تیری عبادت جنت کے لالچ اور جہنم کے خوف سے نہیں کرتا، بلکہ تجھے لائق عبادت جان کر تیری عبادت کرتا ہوں"

(۲) وہ نماز جو بغیر رکوع و سجود کے نماز پڑھتا ہے وہ نماز جنازہ پڑھ رہا ہے۔ اس کی نماز میں نہ رکوع ہے نہ سجود پھر بھی اس کی نماز مکمل ہے۔

(۳) وہ شخص بغیر ذبح کے حلال جانور کھاتا ہے وہ مچھلی کھانے والا شخص ہے جو ذبح نہیں کرتا بلکہ مچھلی پانی سے باہر آ کر مر جائے وہ بھی حلال ہے۔

(۴) وہ شخص جو فتنہ کو پسند کرتا ہے وہ مال اور اولاد ہے جس کو خدا نے فتنہ کہا ہے لیکن ہر شخص ان سے محبت کرتا ہے، اسی طرح مومن نے جنت اور جہنم دیکھا نہیں لیکن

گواہی دے رہا ہے کہ جنت اور جہنم حقائق ہیں اور مومن موت کو حق سمجھتا ہے لیکن اس حق کو پسند نہیں کرتا۔

اسی قسم کے سوال حذیفہ یمانی نے حضرت عمرؓ سے بھی کیے اور حذیفہ کا اضافی ایک سوال یہ بھی تھا کہ زمین پر وہ کونسی چیز ہے جو میرے لیے ہے لیکن خدا کے لیے نہیں۔

حضرت عمرؓ پہلے تو غصہ میں آئے اور پھر فرمایا: یہ کیسے سوال ہو سکتا ہے؟ پھر حضرت علیؓ سے یہ سوال پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ سچ کہتا ہے کہ زمین پر میرے بچے اور بیوی ہیں، لیکن خدا کی ذات اس سے بلند و بالا ہے۔

ان سوالات کی وضع سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ تمام سوالات حضرت حذیفہ نے بھی پوچھے تھے، کیونکہ نصرانی شخص کے لیے مشکل ہے کہ اسلامی احکام پر اتنی دقیق نظر رکھے، اس قسم کی روایت کو شیخ محمد گنجی شافعی نے اپنی کتاب کفایت المطالب میں لکھا ہے کہ ان سوالات و جوابات کا تبادلہ حذیفہ یمانی اور حضرت عمرؓ کے مابین ہوا اور پھر ان تمام سوالات کو حضرت علی المرتضیٰؓ نے حل فرمایا۔ ممکن ہے کہ حذیفہ یمانی کو یقین ہو کہ یہ سوالات حضرت علیؓ حل کریں گے تو لوگوں کو پتہ چلے گا کہ علی بن ابی طالبؓ کتنے بڑے علم کے مالک ہیں۔

نجران کے پادری کے سوالات

کتاب عجائب احکام المومنین میں سعید بن رزبن نے ابو حازم سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق سے روایات بیان کی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ خلافت میں نجران کا پادری ان کے پاس آیا اور کہا اے امیر، جس زمین پر ہم رہتے ہیں وہ انتہائی سرد ہے اور وہاں پر برفباری ہوتی ہے، جہاں رہنا انتہائی مشکل ہے اور نہ ہی وہاں کوئی لشکر بسیرا کر سکتا ہے، لہٰذا اس کا سالانہ ٹیکس میں خود ادا کروں گا، موقع پر بھی اس کے پاس کچھ رقم موجود تھی۔

حضرت عمرؓ نے وہ رقم لے کر بیت المال میں جمع کرا دی اور پادری کو وصولی

کی رسید لکھ دی، ایک دن وہ پادری اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا، وہ پادری انتہائی خوش شکل اور خوش لباس تھا، جب تمام کے تمام حضرت کے پاس بیٹھ گئے تو حضرت عمر نے انہیں دعوت اسلام دی اور اسلام کے فضائل ومناقب بیان کئے۔

وہ نصرانی پادری کہنے لگا: تمہارے قرآن میں ہے کہ جنت کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے، اس سوال کا جواب حضرت علیؓ نے بتایا، پادری کہنے لگا مجھے تو امید نہیں تھی کہ کوئی مجھے اس سوال کا جواب دے گا، لیکن یہ کون شخص ہے جس نے میرے سوال کا جواب دیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے بتایا اس کا نام علی بن ابی طالب ہے یہ پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ کا داماد اور حسنؓ و حسینؓ کا والد گرامی ہے۔

نصرانی پادری کہنے لگا: اے عمر! وہ کونسی چیز ہے جو دنیا میں لوگوں کے پاس ہے لیکن اس کی مثال میوہ ہائے جنت جیسی ہے۔

حضرت عمرؓ نے جواب دیا یہ علیؓ! سے پوچھئے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: دنیا میں بہشتی میوؤں کی مثال قرآن مجید ہے کہ جس سے ہر شخص اپنے مقصد کے مطابق فائدہ حاصل کر سکتا ہے، لیکن قرآن میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی۔

پھر نصرانی پادری نے کہا کیا آسمان کے تالے ہیں؟ اور اس کی چابیاں کونسی ہیں؟

حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس جوان سے پوچھ۔

نصرانی نے حضرت علیؓ سے پوچھا! تو آپ نے فرمایا:

اے نصرانی۔ خدا کا شریک بنانا آسمان کا تالا ہے اور اس کی چابی خدائے واحد کی وحدانیت کی گواہی دینا ہے۔

وہ پادری باقی مسائل پوچھتا رہا اور آخر میں یہ پوچھا کہ ایک سوال یہ ہے کہ بتاؤ خدا کہاں ہے؟

حضرت علیؓ نے فرمایا: میں ایک دن رسول [illegible] کے ساتھ موجود تھا [illegible]

میں ایک فرشتہ آیا اور اس نے حضرت کو سلام کیا؟ آپ ﷺ نے پوچھا کہاں سے آیا ہے؟ فرشتے نے کہا، میں ساتویں آسمان سے خدا کی جانب سے آیا ہوں، پھر دوسرا فرشتہ آیا حضرت نے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے فرشتے نے جواب دیا منجانب خدا ساتویں زمین سے آیا ہوں، اسی طرح مشرق و مغرب سے ملائکہ آتے رہے اور کہتے رہے کہ ہم تمام منجانب خدا آرہے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے خدا کا کوئی مخصوص مکان نہیں بلکہ ہر جگہ آسمان یا زمین میں ہر جگہ خدا موجود ہے۔

(عجائب احکام امیر المومنین)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا غم

ابو جحیفہؒ روایت کرتے ہیں کہ "جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہو چکی ان کا جسد مبارک ایک چادر سے ڈھکا ہوا تھا میں ان کے پاس تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرہ کو کھولا، پھر کہا: "ابو حفص! آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں' اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہے جس کے نامۂ اعمال کے ساتھ میں اللہ کے سامنے جانا پسند کروں۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر رو رہے تھے، ان سے پوچھا گیا کہ کیوں رو رہے ہیں؟ تو فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر رو رہا ہوں، عمر رضی اللہ عنہ کی موت اسلام میں ایک ایسا شگاف ہے جو قیامت تک پُر نہیں کیا جا سکے گا۔

(الفتوحات الاسلامیہ ج ۲ صفحہ ۴۲۹، از سید احمد زینی دحلان)



چوتھا باب

خلیفۂ ثالث، دامادِ پیغمبر، ذوالنورین

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کے

دورِ خلافت میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے فیصلے



سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر کوئی اصرار نہ تھا کہ خلافت ان کو ضرور ملے۔ وہ صرف خلافت کے اُمیدوار تھے۔ جب استصوابِ رائے سے سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد فرمادیا تو بغیر کسی پس وپیش کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت فرمالی۔ بلکہ بخاری، ابن کثیر اور دوسرے کئی ایک مؤرخین کی روایات کے مطابق سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی تو دوسرے نمبر پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیعت فرمائی۔
بخاری کے الفاظ ہیں کہ:

قال ارفع يدك يا عثمان فبايعه فبايع لهٗ عليٌّ و ولج اهل الدار فبايعوه.

''سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا، عثمان! اپنا ہاتھ بڑھایئے، پس انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، پھر اہلِ مدینہ اندر داخل ہوئے اور انہوں نے باری باری ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔''

(بخاری جلد ۱ ص ۵۲۵، السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۵۱)

علامہ ابن کثیر کی روایت کے الفاظ ہیں:

وجآء اليه الناس يبايعونه وبايعهٗ عليّ ابن ابى طالب اوّلًا.

''لوگ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے آئے اور سب سے پہلے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔''

(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۴۷، طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۴۳)

یہ بیعت خوشی اور مسرت کے ساتھ تھی، جبر و اِکراہ سے نہ تھی۔ تبھی تو انہوں نے

سب سے پہلے بیعت کی۔ جو آدمی بادلِ نخواستہ بیعت کرتا ہے وہ سب سے پہلے بیعت نہیں کرتا، کیونکہ جب اس کو کسی بات پر دلی صدمہ ہوتا ہے تو نفسیاتی طور پر وہ اس کام کے کرنے سے ہچکچاتا ہے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر تاثرات

ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''میری اور عثمانؓ کی مثال تین بیلوں کی سی ہے۔ جو ایک جنگل میں رہتے تھے۔ ان میں سے ایک سفید تھا، دوسرا سیاہ اور تیسرے کا رنگ سرخ تھا۔ اس جنگل میں ایک شیر بھی رہتا تھا۔ شیر نے بہت حیلے اور جتن کیے کہ کسی طرح ان کو اپنا لقمہ بنائے لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا، کیونکہ جب بھی وہ ان کو اپنا لقمہ بنانے کے لیے ان پر حملہ کرتا تینوں بیل مل کر اس کا مقابلہ کرتے اور اسے پچھاڑ دیتے۔ شیر نے ان تینوں کے مابین تفریق ڈالنے کا منصوبہ بنایا تاکہ انہیں الگ الگ کر کے اپنا نوالہ بنا سکے۔ ایک مرتبہ اس نے سیاہ اور سرخ رنگ کے بیلوں سے کہا کہ سفید بیل کا رنگ ایسا ہے کہ جو دور سے دکھائی دیتا ہے اور شکاری لوگ جب جنگل میں شکار کے لیے آتے ہیں تو اس کا رنگ ہم سب کی جاسوسی کرتا ہے۔ اگر صرف ہم تینوں جن کا رنگ آپس میں ملتا ہے، اس جنگل میں رہیں تو کوئی شکاری ہمیں معلوم نہ کر سکے۔ اس سفید بیل کی وجہ سے ہم تینوں کی زندگیاں نہایت خطرے میں رہتی ہیں۔ اس لیے اگر تم دونوں مجھے اجازت دو تو میں اس کا کام تمام کر دوں تاکہ یہ جنگل ہم سب کے لیے محفوظ ہو جائے اور ہم نہایت آرام اور مسرت کی زندگی بسر کر سکیں۔ ان دونوں نے شیر کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر اسے سفید بیل کو کھانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ شیر نے ایک ہی حملہ میں اُسے اپنا لقمہ بنا

لیا۔اب صرف دو بیل باقی رہ گئے۔ایک دفعہ پھر اس شیر نے سرخ رنگ کے بیل سے کہا کہ یاد رکھو! میرا اور تمہارا رنگ تو آپس میں ملتا ہے لیکن سیاہ بیل اپنی رنگت کے اعتبار سے ہم دونوں سے اجنبی اور غیر محسوس ہے۔ اس غیریت سے مجھے نفرت ہے۔لہٰذا اگر تم مجھے اجازت دو تو میں اس کو اپنی غذا بنا کر اس غیریت اور اجنبیت کی خلیج کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاٹ دوں، پھر ہم دونوں اس جنگل میں بھائیوں کی طرح اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن گزاریں گے۔ کیونکہ ہم رنگت کے اعتبار سے دونوں ایک جیسے ہیں۔سرخ رنگ کا بیل اپنی حماقت کی وجہ سے شیر کی باتوں میں آ گیا اور اس نے شیر کو اس کے کھانے کی بھی اجازت دے دی۔شیر نے ایک ہی جست میں اس کو بھی اپنی غذا بنا لیا۔اب سرخ رنگ کا بیل اکیلا رہ گیا۔ چند روز کے بعد شیر اس بیل کو اکیلا دیکھ کر کہنے لگا کہ اب میں تم کو بھی اپنا پیٹ بھرنے کے لیے کھانا چاہتا ہوں۔سرخ بیل اب اکیلا تھا اور وہ تنہا شیر کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کو اپنی حماقت کی وجہ سے شیر کا لقمہ بنا دیا تھا۔اس لیے مقابلہ کی طاقت نہ پا کر اس نے شیر سے درخواست کی کہ مجھے تین مرتبہ بلند آواز سے فریاد کرنے کی اجازت دو۔شیر نے اس کی اس درخواست کو منظور کر لیا۔اس بیل نے جنگل میں تین دفعہ بلند آواز سے کہا کہ ''لوگو! سن لو، میں تو اسی روز ہی شیر کے ہاتھوں کھایا گیا تھا جس روز شیر نے سفید بیل کو کھا لیا تھا''۔

یہ مثال بیان کر کے سیدنا علی ؓ نے نہایت بلند آواز سے کہا کہ:

انّما انا وھنت یوم قتل عثمان......

''لوگو! جس روز عثمان ؓ شہید کر دیے گئے، میں تو اسی روز ہی غیر وقیع ہو گیا تھا۔'' (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۹۴)

یہ تھے وہ تاثرات جو سیدنا علی ؓ نے امیر المومنین سیدنا عثمان ؓ کی شہادت پر

بیان کیے۔ آپ کو سیدنا عثمانؓ کی شہادت کا نہایت صدمہ تھا۔ ابن قتیبہ کے بیان کے مطابق:

یبکون ویعولون حتّٰی غشی علی علیؓ ......

''سب صحابہ رو رہے تھے حتیٰ کہ سیدنا علیؓ پر غشی کی حالت طاری ہوگئی۔''

اور ایک دوسری روایت کے مطابق وخرج علیؓ وقد سلب عقلہٗ...... اور سیدنا علی قصرِ خلافت سے اس حالت میں باہر نکلے کہ آپ کے ہوش وحواس گم تھے۔

(الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۴۲)

دو عورتوں کا قضیہ

علامہ طبری شافعیؒ نے اپنی سند سے محمد بن یحییٰ بن حبان سے روایت نقل کی ہے کہ حبان بن منقذ کی دو بیویاں تھیں، ایک ہاشمی اور دوسری انصاری خاتون تھی، جب اس کا انتقال ہوا تو انصاری عورت دعویدار ہوئی کہ جس روز سے مجھے میرے شوہر نے طلاق دی تھی اس سے فوت ہونے کے دن تک میری عدت طلاق پوری نہیں ہوئی تھی لہٰذا میں بھی اس کی میراث کی حصہ دار ہوں۔

مقدمہ حضرت عثمانؓ کے پاس آیا تو آپؓ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ ہمارے قاضی، علی المرتضیٰؓ کریں گے۔

جب یہ لوگ حضرت علیؓ کے پاس پہنچے تو آپؓ نے اس انصاری عورت سے فرمایا تو منبر رسول کے پاس جا کر قسم دے کہ میں نے وقت طلاق سے اب تک تین دفعہ ماہواری نہیں دیکھی۔

پھر تو میراث متوفی میں حصہ دار ہو سکتی ہے، حضرت کے فیصلہ کے مطابق عورت نے جا کر قسم کھائی اور میراث کی حصہ دار بن گئی۔

علامہ نوری نے مستدرک کی تیسری جلد میں روایت یوں بیان کی ہے کہ اس مرد نے انصاری عورت کو طلاق دی پھر تھوڑے دنوں بعد وہ فوت ہو گیا۔ چنانچہ وہ انصاری عورت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئی، اور کہا کہ مجھے شوہر کی میراث کا حصہ دیا جائے کیونکہ اس وقت تک میری عدت طلاق مکمل نہیں ہوئی ہے، اس بات کے عورت کے پاس گواہ بھی تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عورت سے فرمایا کہ حلفیہ بیان دے کہ جس روز سے تجھے طلاق ہوئی ہے اب تک تو نے تین مرتبہ پاک ہونے کے بعد حیض نہیں دیکھا ہے، پھر تو میراث کی حقدار بن سکتی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہاشمیہ عورت سے فرمایا کہ سنا ہے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا ہے، ہاشمیہ عورت کہنے لگی کہ بے شک صحیح ہے، انصاری عورت حلف اٹھائے اور میراث کا حصہ وصول کرے۔

اس کے بعد انصاریہ عورت نے قسم کھانے سے انکار کر دیا اور حق میراث سے دست بردار ہو گئی۔ (ذخائر العقبیٰ، از محب طبری)

چھ ماہ میں بچہ جنم دینے والی عورت

نجبہ بن بدر جہنی سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک عورت لائی گئی، جس نے شادی کے چھ ماہ بعد بیٹا جنم دیا تھا۔

امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا فیصلہ تفویض کیا، حضرت علیؑ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

وحمله وفصاله ثلاثون شهرا......

''اس کی جھن اور رضاعت کی مدت تیس ماہ ہے۔''

پھر فرماتا ہے:

والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين......

''مائیں اپنی اولاد کو دو سال تک دودھ پلائیں۔''

اس صورت میں چوبیس ماہ دودھ پلانے کے ہوتے ہیں اور باقی چھ ماہ مدت حمل

صحیح ہے، چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے عورت کو چھوڑ دیا اور اس فیصلے کی بھرپور تحسین فرمائی۔
(بحارالانوار ملا باقر مجلسی)

احرام کی حالت میں شکار کا گوشت

سیدنا حضرت عثمان غنیؓ اور ان کے اصحاب حالت احرام میں تھے کہ کوفہ و عراق کے ایک شخص نے جنگلی کبوتر کا شکار کیا اور اس کا کباب بنا کر حضرت عثمان غنیؓ کے سامنے لے آیا، حضرت عثمانؓ کے ساتھی اسے کھانے سے اجتناب کر رہے تھے، لیکن حضرت عثمانؓ نے فرمایا: یہ شکار تو ہے لیکن شکاری حالت احرام میں نہیں اور ہم نے اسے شکار کرنے کو کہا بھی نہیں اور یہ اب ہماری خاطر لے آیا ہے تو اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

دوسرے لوگ کہنے لگے، ایسے شکار کھانے کو حضرت علیؓ مکروہ جانتے ہیں، حضرت عثمانؓ کو یہ بات عجیب لگی اور حضرت علیؓ کو بلانے کے لیے ایک شخص بھیجا، حضرت علیؓ آئے تو انتہائی تھکے ہوئے اور ہاتھوں پر سبز رنگ لگا ہوا تھا، حضرت عثمانؓ نے فرمایا: اے ابوالحسن ہر معاملہ میں آپ کی رائے ہمارے خیال سے مختلف ہوتی ہے۔

حضرت علیؓ نے لوگوں کی طرف منہ کیا اور فرمایا: خدا کو حاضر جان کر وہ شخص گواہی دے جو حالت احرام میں رسالت مآب کے ساتھ تھا، اور شکار کا گوشت حضورﷺ کو پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم حالت احرام میں ہیں یہ وہ کھائیں جو احرام سے باہر ہوں، اصحاب پیغمبر میں سے بارہ افراد نے اس کی گواہی دی۔

پھر آپ نے فرمایا: خدا کے لیے گواہی دو، جب حالت احرام میں حضورﷺ کے سامنے پانچ انڈے پیش کیے گئے تو آپﷺ نے فرمایا: میں احرام میں ہوں شتر مرغ کے یہ انڈے ان کو کھلاؤ جو احرام میں نہ ہوں پھر بارہ افراد نے اس کی گواہی دی۔

جب حضرت عثمان غنیؓ نے سنا تو کباب ''اہل حل'' کے حوالے کر دیئے اور اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔

بیوی کی کنیز سے جماع کا فیصلہ

ابی سعود سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عثمانؓ کے پاس آئی اور کہنے لگی میرے شوہر نے میری کنیز سے جماع کیا ہے، حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: اس پر کوئی حد اور سزا نہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: اے ابوعبدالرحمٰن یہ حکم حدود کے احکام نازل ہونے سے قبل تھا، اسی طرح ابی عبیدہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس عورت آئی اور کہنے لگی میرے شوہر نے میری کنیز سے زیادتی کی ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: اگر تیری بات سچی ثابت ہوئی تو تیرے شوہر کو سنگسار کیا جائے گا اور اگر تیرا جھوٹ ثابت ہوا تو تجھے کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔

(مناقب، ابن شہر آشوب)

بوڑھے مرد سے حاملہ ہونے والی

خلافت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں ایک بوڑھے شخص نے ایک نوخیز دوشیزہ سے شادی کر لی، شادی کے بعد وہ لڑکی حاملہ ہوگئی، بوڑھے شوہر کا خیال تھا کہ میں عمل جماع صحیح طور پر انجام نہیں دے سکا کہ لڑکی کا پردہ بکارت زائل ہو اسی طرح اس کا گمان قائم ہوگیا کہ حمل غیر کا ہے۔

یہ مقدمہ حضرت عثمان غنیؓ کے پاس آیا، معاملہ بڑا عجیب تھا، حضرت عثمان غنیؓ نے حیران ہو کر عورت سے پوچھا کیا اس مرد نے تیرا پردہ بکارت زائل کیا ہے؟

لڑکی نے جواب دیا۔ ''نہیں''

حضرت عثمانؓ نے فرمایا تب تو اس لڑکی پر حد نافذ ہوگئی اور اسے سنگسار کیا جائے گا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: امیر المومنین ایسا نہیں! کیونکہ عورت کے خون حیض آنے اور پیشاب کے مقامات جدا جدا ہوتے ہیں۔

ممکن ہے کہ بوقت جماع اس کی منی حیض آنے کے مقام پر چلی گئی ہو۔ پھر بھی عورت حاملہ ہوسکتی ہے اور یہ بات خود اس بوڑھے سے پوچھ لو، اس وقت بوڑھے سے پوچھا گیا کہ اس لڑکی سے جماع کے وقت تو نے اس کی اندام نہانی میں انزال کیا ہے جبکہ اس کا پردہ بکارت بھی زائل نہ ہوا ہو۔

بوڑھے نے جواب دیا ہوں ایسا کیا ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: یہ حمل اس بوڑھے کا ہے اور اگر یہ بوڑھا کھوسٹ اپنے بچے کا منکر بنے تو اسے سزا دی جائے، حضرت عثمانؓ نے آپ کا فیصلہ قبول کیا۔
(ارشاد شیخ مفید)

عورت کے رحم میں کیڑا

کتاب خرائج میں شیخ جلیل قطب راوندی نے روایت بیان کی ہے کہ عرب کے ایک قبیلہ میں دس بھائی تھے اور ان کی ایک بہن تھی۔

بھائیوں نے مل کر اپنی اکلوتی بہن سے کہا کہ ہم تمام بھائی مل کر تجھے زندگی کی ہر سہولت مہیا کر سکتے ہیں اور تیری ہر ضرورت پوری کریں گے لیکن شرط یہ ہے کہ تو نہ شادی کرا اور نہ ہی اس قسم کی خواہش کا اظہار کرے گی، کیونکہ تیرا شادی کرنا ہماری غیرت کے خلاف ہے۔

عورت نے اپنے بھائیوں کی خواہش کا احترام کیا اور ان کے ساتھ اپنی رائے بھی ملا دی۔ بھائی اس کی سرپرستی کرنے لگے، اس کی ہر خواہش پوری کرتے، ان کے قبیلہ کے نزدیک ایک چشمہ تھا، اتفاقاً وہ لڑکی ایک دن اسی پانی کے چشمہ پر غسل کرنے گئی اس کی لاعلمی میں ایک کیڑا اس کے رحم میں داخل ہو گیا، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ کیڑا بڑھنے لگا اور لڑکی کا پیٹ بھی بڑھنے لگا اور وہ مثل حاملہ معلوم ہونے لگی۔

بھائیوں نے جب یہ صورتحال دیکھی تو وہ لڑکی پر تہمت لگانے لگے اور بدگمانی بھی کرنے لگے کہ ان کی بہن نے خیانت کا مظاہرہ کیا ہے بالآخر لڑکی کو قتل کرنے کی ٹھان لی، حالانکہ جب لڑکی کی تفتیش کی گئی تو وہ باکرہ تھی۔

معاملہ مشکل ہو گیا، کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کا حل کیا تلاش کیا جائے۔

آخرکار یہ معاملہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے پاس پہنچایا گیا، آپؓ نے فرمایا کوئی مشکل نہیں، تم ایک طشت کائی (جو ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے) کا بھر لاؤ، جب وہ گھاس بھرا طشت لایا گیا تو آپؓ نے فرمایا: لڑکی اسی طشت پر بیٹھ جائے، جب لڑکی اس طشت پر بیٹھی اور کائی کی خوشبو اس کیڑے تک پہنچی تو اس نے فوراً اپنی جگہ چھوڑ دی اور باہر آ گیا، وہاں موجود لوگوں نے جب یہ حالت دیکھی تو عش عش کر اٹھے۔

ام ولد کنیز کا غلام سے عقد

ایک شخص کی کنیز تھی اس کا ایک بیٹا بھی تھا۔ بعد میں مالک نے اپنی کنیز سے علیحدگی اختیار کر لی' اور اس کا عقد اپنے ایک غلام سے کر دیا۔ تھوڑے دن گزرے کہ مالک کا انتقال ہو گیا تو مالک کی تمام جائیداد اس کے بچے کو منتقل ہو گئی' اور یہ کنیز بھی چونکہ مالک کی میراث کا حصہ تھی۔ لہٰذا یہ بھی اپنے بیٹے کی میراث بن گئی۔

چونکہ ماں بیٹے کی کنیز نہیں بن سکتی لہٰذا یہ کنیز خود آزاد ہو گئی، جبکہ اس کا شوہر اس کا غلام بن گیا۔ کیونکہ یہ غلام کنیز کے بیٹے کی میراث تھا۔ تھوڑے عرصے بعد اس کا بیٹا بھی فوت ہو گیا تو یہ کنیز مالک کی تمام میراث کی مالک بن گئی حتیٰ کہ اپنے شوہر غلام کی بھی مالک ہو گئی۔ آخرکار یہ جھگڑا حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچا۔ عورت نے کہا کہ میرا شوہر اب میرا غلام ہے۔ اور مجھے بیٹے کی طرف سے میراث میں آیا ہے۔

غلام نے کہا' نہیں حضور یہ عورت میری زوجہ ہے اور میں نے اسے آزاد نہیں کیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ علی ہمارا قاضی موجود ہے ان سے پوچھ لو۔ معاملہ حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچا تو آپؓ نے فرمایا: عورت سے پوچھو کہ تیرے بیٹے کے فوت ہونے کے بعد یہ شوہر تیرے ساتھ ہم بستر ہوا ہے۔؟

عورت نے جواب دیا نہیں ہوا۔

آپؓ نے فرمایا: اگر اس نے ہم بستری کی ہوتی تو اس کو میں سزا دیتا۔ کیونکہ یہ

اب تیرا غلام ہے اور غلام اپنی مالکہ کے ساتھ ہم بستر نہیں ہوسکتا۔ اب یہ تیرا غلام ہے اور تیری مرضی اسے اپنا غلام بنا کر رکھ یا پھر آزاد کردے یا بازار میں بیچ دے۔
(الرشاد شیخ مفید مولائے کائنات کے فیصلے)

آنکھ کا قصاص لینے کے بارے میں

حضرت امام جعفر سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے ایک اعرابی نوکر نے ایک شخص کو پتھر مارا اور اس کی آنکھ اندھی کردی، اس شخص نے یہ معاملہ حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش کیا۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ اس کی دیت ادا کروں گا۔

اس بدوی نے کہا: نہیں میں دیت نہیں چاہتا' بلکہ قصاص چاہتا ہوں۔ حضرت عثمان نے فرمایا ہم تمہیں دیت کا دوگنا ادا کریں گے۔

اعرابی پھر بھی آمادہ نہ ہوا۔ اور وہ برابر انکار کرتا رہا' اور کہتا تھا کہ میں قصاص کے بغیر کسی چیز پر بھی راضی نہ ہوں گا۔

چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے یہ فیصلہ حضرت علیؓ کے پاس بھیجا۔

حضرت علیؓ نے بھی پہلے پہل مدعی کو دیت ادا کرنے کو کہا۔ لیکن وہ اعرابی راضی نہ ہوا۔ پھر حضرت نے اس دیت کو دگنا کردیا۔ پھر بھی وہ راضی نہ ہوا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا: تھوڑی سی کپاس اور ایک شیشہ لاؤ۔ حضرت نے وہ کپاس تر کرکے آنکھ کی پلکوں اور آنکھ کے اطراف میں رکھ دی اور مجرم سے فرمایا: اب تو اپنی آنکھ کھول کر بیٹھ۔ اس نے وہ آنکھ کھول دی۔ آپ نے آئینہ کو سورج کے سامنے رکھا اور سورج کی شعاعوں کو اس کی آنکھ کے ڈھیلے پر مرتکز رکھا۔ کچھ دیر بعد اس کی آنکھ کی بصارت پانی بن کر بہہ گئی اور اس کی آنکھ کی بینائی ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔

غلام شوہر

ایک شخص نے اپنی کنیز سے ہم بستری کی جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا اس کے بعد

اس کو اپنے سے جدا کر دیا۔ اور اپنے غلام سے اس کا عقد کر دیا اور اس کے بعد آقا مر گیا اب یہ کنیز آزاد ہو گئی کیونکہ اب اس کا لڑکا اس کے مالک کا وارث ہوا اور کنیز اپنے لڑکے کی ملک میں نہیں آسکتی اس لئے آزاد ہو گئی اس کے بعد لڑکا بھی مر گیا اس لئے اب یہ اپنے لڑکے کی وارث شرعی ہوئی جن چیزوں کی وارث ہوئی ان میں اس کا شوہر بھی تھا کیونکہ وہ پہلے اس کے مالک کا غلام تھا اس کے مرنے کے بعد اس کے فرزند کی ملکیت میں آیا اس کے مرنے کے بعد خود اس کی ملک میں آگیا اب دونوں میں نزاع ہوئی۔ مرد عورت سے کہتا تھا کہ میں تیرا واجب الاطاعت شوہر ہوں عورت کہتی تھی تو میرا غلام ہے جب یہ قصہ حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش ہوا تو وہ بھی حیران ہوئے اور بولے واقعاً عجب مشکل معاملہ ہے۔ اس کو سوائے حضرت علی المرتضیٰؓ کے اور کوئی حل نہیں کر سکتا۔

آپ سے دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا اس غلام سے پوچھو کہ اس نے اپنی بیوی سے اس کے وارث ہونے کے بعد جماع کیا ہے اس نے کہا نہیں۔ فرمایا خیر گزری ورنہ میں تم پر حد جاری کرتا کیونکہ اب یہ تیری زوجہ نہیں رہی بلکہ مالکہ ہے۔ پھر آپ نے اس عورت سے کہا کہ اب تو اس کی غلام کی مالک ہے۔ چاہے اس کو اپنی بندگی پر باقی رکھ چاہے آزاد کر دے چاہے بیچ ڈال۔ (مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۹۲)

اچھی دکھا کر بدصورت بیٹی سے شادی

ایک شخص کی دو بیٹیاں تھیں ایک اپنی قوم کی عورت سے اور دوسری غیر قوم کی عورت سے اس نے ایک جوان سے اپنی قوم کی عورت والی بیٹی کا رشتہ کر دیا لیکن دھوکہ سے دوسری قوم کی عورت والی بیٹی سے اس کا نکاح پڑھوا دیا۔ مرد کو ہمبستری کے بعد اس دھوکہ کا پتہ چلا حضرت علیؓ کے پاس یہ مقدمہ امیر معاویہ نے بھیجا۔ حضرت علیؓ نے فیصلہ کیا کہ چونکہ مرد مہر ادا کر چکا ہے لہٰذا لڑکی کا باپ دوسری لڑکی وا تنے جہیز کے ساتھ رخصت کرے جتنا داماد نے مہر ادا کیا ہے۔ اور جوان پہلی بیوی کو چھوڑ دے پھر عدت گزارنے کے بعد دوسری کو بیاہ لائے اس کے بعد باپ کو دھوکہ دہی کے جرم میں سزا دی جائے۔ (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۲۰۳)

حضرت عثمان ؓ کے مشکل دور میں حضرت علی ؓ کا کردار

باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو گھر کے اندر محصور کر دیا اور ہر طرف سے ناکہ بندی اور گھیراؤ کر لیا بہت سے صحابہ گھروں سے نکلے نہیں' صحابہ کرام کے صاحبزادوں کی ایک جماعت حضرت عثمان غنی ؓ کے گھر گئی جس میں حضرات حسن' حسین عبداللہ بن زبیر' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم تھے' وہ سب حضرت عثمان غنیؓ کی طرف سے باغیوں سے بحث کرنے سمجھانے اور حضرت عثمانؓ کے لئے سینہ سپر تھے کہ کوئی ان کو ے مکان کے اندر نہ جانے پائے' حضرت عثمانؓ نے مسجد میں آنا چھوڑ دیا۔ یہ محاصرہ آخر ذیقعدہ سے ۱۸ ذی الحجہ روز جمعہ تک ختم نہیں ہوا۔ اس سے ایک روز پہلے ان لوگوں سے جو ان کے مکان پر موجود تھے' جن میں مہاجر و انصار دونوں تھے اور ان کی تعداد سات سو کے قریب تھی۔ اور جن میں حضرات عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن زبیرؓ حسنؓ حسینؓ ابو ہریرہؓ جیسے جلیل القدر صحابہ اور ان کے غلاموں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی' جو باغیوں کے روکنے کے لئے اگر ان کو اجازت ہوتی) کافی تھی' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس پر بھی میرا کوئی حق ہے اس کو قسم دیتا ہوں کہ وہ اپنا ہاتھ روک لے اور اپنے گھر چلا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اعیان صحابہ اور ان کے صاحبزادوں کی بڑی جماعت تھی' انہوں نے اپنے غلاموں سے بھی کہا' جو تلوار میان میں کر لے وہ آزاد ہے اور روایت ہے کہ آخری شخص جو حضرت عثمان غنیؓ کے پاس سے نکلا وہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت علی ؓ کا غلام زخمی ہو گیا

البلاذری نے ''انساب الاشراف'' میں لکھا ہے کہ لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تیر سے وار کیا جس سے حضرت حسن جو اس وقت ان کے دروازہ پر تھے۔ خون سے رنگین ہو گئے اور حضرت علیؓ کے غلام قنبر زخمی ہو گئے۔

ابو محمد الانصاری سے روایت ہے کہ میں نے خود حضرت عثمان غنیؓ کو گھر کے اندر اس حال میں دیکھا کہ باہر کھڑے ہوئے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما ان کی مدافعت کر

رہے تھے' اور اس میں حضرت حسن ؓ زخمی ہو گئے اور میں ان لوگوں میں ہوں جو ان کو زخمی حالت میں اٹھا کر لائے۔

امام کی موجودگی میں نماز نہیں پڑھاؤں گا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی ؓ کی طرف سے مدافعت اور باغیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے اجازت طلب کی تو حضرت عثمان ؓ نے کہا میں خدا کا واسطہ اس شخص کو دیتا ہوں جو اللہ کو مانتا اور اس کو حق سمجھتا ہے اور اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ میرا اس پر کوئی حق بھی ہے۔ ایک پچھنے لگا بھر بھی میری خاطر خون نہ بہائے' حضرت علی ؓ نے دوبارہ اجازت طلب کی اور انہوں نے دوبارہ یہی جواب دیا۔ پھر وہ حضرت علی ؓ مسجد میں آئے' اذان ہوئی' لوگوں نے کہا: ابا الحسن! آگے بڑھے اور نماز پڑھایئے!'' حضرت علی ؓ نے جواب دیا: امام جب کہ خانہ قید ہے' میں نماز نہیں پڑھاؤں گا لیکن میں تنہا اپنی نماز پڑھوں گا'' چنانچہ تنہا نماز پڑھ کر اپنے گھر واپس گئے۔

حضرت علی ؓ کے ہاتھوں پانی گرا دیا گیا

حضرت عثمان ؓ کی ناکہ بندی اور بھی سخت ہو گئی' اور ان کے لئے باہر سے کسی قسم کا رابطہ رکھنے کا موقعہ نہیں دیا گیا' ان کے پاس جو پانی تھا' وہ ختم ہو گیا' مسلمانوں سے انہوں نے پانی طلب کیا حضرت علی ؓ خود اپنی سواری پر گئے اور پانی کا ایک مشکیزہ لے کر اندر داخل ہوئے' بڑی مشقت سے وہاں پہنچ سکے' باغیوں نے ان کو برا اور سخت وسست کہا اور ان کی سواری کے جانور کو بھگا دیا۔

البلاذری نے ''انساب الاشراف'' میں لکھا ہے:

''یہ بات جب حضرت علی ؓ کو معلوم ہوئی تو آپ نے تین مشکیزے پانی سے بھرے ہوئے بھیجے' بنو ہاشم اور بنو امیہ کے متعدد موالی اس کو پہنچانے میں زخمی ہوئے' ورنہ وہ پہنچ ہی نہیں سکتے تھے۔ شیعی کتابوں سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے مثلاً ناسخ التواریخ'' اور ''الفوائد الرضویہ' مطبوعہ ایران وغیرہ

جمع قرآن پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقوف

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا سب سے عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے پورے عالم اسلام کو ایک مصحف اور ایک ہی قرأت (بہ اعتبار حروف و ترتیب آیات وسور) پر متفق کر دیا...... مصحف کے متعدد نسخے لکھوا کر تیار کرنا تمام اسلامی ملکوں کے دارالحکومت میں ایک ایک سرکاری نسخہ بھیج دینا اور ایک قرات کو طے کر دینا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اہم ترین کارنامہ ہے۔

امام بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) لکھتے ہیں:

''لوگوں کو اختیار تھا کہ ان کو جس قدر قرآن یاد ہے اس کو جس قرأت میں بھی پڑھنا چاہیں پڑھیں' یہ صورت حال اس قدر بڑھی کہ فساد کا خوف ہونے لگا' لہٰذا ایک قرأت ان سب پر لازم قرار دیدی گئی جس طرح آج تک ہم لوگ پڑھتے ہیں۔ عوام میں مشہور یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ''جامع القرآن'' ہیں مگر یہ بات صحیح نہیں ہے۔ جو بات صحیح اور ثابت ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں پر یہ لازم قرار دیا کہ ایک قرأت کے پابند رہیں۔ وہ قرأت جس پر انصار مہاجرین کا اتفاق ہے کیونکہ اہل عراق اور اہل شام حروف کے تلفظ اور زبر زیر کو مختلف انداز سے پڑھنے لگے تھے اور ایک بڑا فتنہ سر اٹھا رہا تھا' سب سے پہلے جس نے قرآن کو ایک مصحف میں جمع کیا وہ ابوبکر صدیق ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رحم فرمائے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن کو دو لوحوں کے درمیان محفوظ کر دیا ہے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں کسی صحابی نے اس ترتیب پر اعتراض نہیں کیا جس ترتیب پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو نقل کرایا' کیوں کہ ان دونوں (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کے زمانہ میں اس کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی' کیونکہ وہ اختلاف پیدا نہیں ہوا تھا' جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سامنے آیا' اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک بڑی خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس

سے اختلافات دور ہو گئے اور امت کو یکسوئی نصیب ہوئی۔

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' اگر عثمان کے بجائے مجھے اس صورت حال سے سابقہ پڑتا تو میں بھی مصاحف کے سلسلہ میں وہی کرتا جو عثمان نے کیا۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ'' میں سوید بن غفلہ سے روایت نقل کی ہے' وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

> ''اے لوگو! عثمانؓ کے بارے میں نا انصافی سے کام نہ لو تم کہتے ہو کہ انہوں نے مصاحف میں ردو بدل کر دیا' خدا کی قسم انھوں نے (ایک قرأت پر جمع کر دینے کے بارے میں) جو طرز عمل بھی اختیار کیا' وہ صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں تھا۔ اور اُن کو اُن کی تائید حاصل تھی' اگر میں ان کی جگہ پر ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو انہوں نے کیا۔''





حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
کے فیصلے
اُن کے
اپنے
دورِ خلافت میں



خلافت امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۳۵ھ میں مدینہ منورہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔

بعض مؤرخین کی رائے تو یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے جمع ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی درخواست کی لیکن انہوں نے انکار فرمایا۔ جب صحابہ کرامؓ نے حد سے زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے قبول فرمالیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت

جعفر بن عبداللہ محمدی نے عمرو بن حماد علی بن حسین، حسین بن ربیعہ، عبدالملک بن ابی سلیمان فراری اور سالم بن ابی الجعد کے واسطے سے محمد بن حنفیہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ جس دن حضرت عثمان قتل کیے گئے میں اس دن اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ جب انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر ملی تو وہ فوراً اپنے گھر سے نکلے اور حضرت عثمانؓ کے گھر پہنچے، وہاں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے ہیں اور لوگوں کے لیے ایک نہ ایک امام کا موجود ہونا ضروری ہے، جس کے بغیر چارۂ کار نہیں اور آج روئے زمین پر ہم آپ سے زیادہ کسی کو اس کا حق دار نہیں پاتے نہ تو آج کوئی ایسا شخص موجود ہے جو اسلام میں آپ پر سبقت رکھتا ہو اور نہ کوئی ایسا فرد موجود ہے جسے آپ سے زیادہ نبی کریم ﷺ کا قرب اور آپ سے زیادہ رشتہ داری حاصل ہو، اس لیے یہ بار آپ اپنے کاندھوں پر اٹھایئے اور لوگوں کو اس بے چینی اور پریشانی سے نجات دلایئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''بہتر یہ ہے کہ تم کسی اور کو اپنا امیر بنالو''......

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ''خدا کی قسم! ہم آپ کے علاوہ کسی کی بیعت کے لیے تیار نہیں ہیں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب تم مجھے مجبور کر رہے ہو تو بہتر یہ ہے کہ بیعت

مسجد (نبوی) میں ہونا چاہئے تا کہ لوگوں پر میری بیعت مخفی نہ رہے"۔ عبداللہ بن عباس ﷺ کہا کرتے تھے کہ مجھے حضرت علی ﷺ کا مسجد میں جانا بہتر معلوم نہیں ہوا، کیونکہ مجھے خوف تھا کہ لوگ ان کے خلاف شور نہ مچائیں۔ لیکن حضرت علی ﷺ نے میری بات قبول نہ فرمائی اور مسجد تشریف لے گئے وہاں تمام مہاجرین وانصار نے جمع ہو کر آپ کی بیعت کی، اور ان کے بعد دوسرے لوگوں نے حضرت علی ﷺ کی بیعت کی۔ (تاریخ طبری ج ۴)

بیت المال کے بارے میں حضرت علی ﷺ کی روش

جعفر بن عبداللہ محمدی نے عمرو بن حماد، علی بن حسین، حسین عن ابیہ اور ابو میمونہ کے واسطے سے ابو بشیر عابدی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان ﷺ شہید کر دیئے گئے تو میں مدینہ میں موجود تھا۔ مہاجرین وانصار جمع ہو کر جن میں طلحہ اور زبیر بھی تھے، حضرت علی ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی "اے ابوالحسن! اپنا ہاتھ بڑھایئے، ہم آپ کی بیعت کریں۔" حضرت علی ﷺ نے جواب دیا مجھے خلافت کی کوئی حاجت وضرورت نہیں، تم جسے بھی خلیفہ بنانا چاہو میں خوش ہوں اور اس میں تمہارے ساتھ ہوں۔

مہاجرین وانصار نے جواب دیا:

"ہم آپ کے علاوہ کسی کو خلیفہ بنانے کے لئے تیار نہیں ہیں"۔

الغرض حضرت عثمان ﷺ کی شہادت کے بعد مہاجرین وانصار حضرت علی ﷺ کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتے رہے اور انہیں خلافت قبول کرنے پر مجبور کرتے رہے، حتیٰ کہ ان مہاجرین وانصار نے ایک بار یہاں تک کہا کہ خلافت کے بغیر معاملات طے نہیں پا سکتے اور آپ کے ٹال مٹول سے معاملہ طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا ہے۔ حضرت علی ﷺ نے فرمایا:

"چونکہ تم مجھے بار بار آ کر مجبور کر رہے ہو تو میں بھی تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں اگر تم میری بات قبول کرو گے تو میں خلافت قبول کروں گا ورنہ مجھے خلافت کی کوئی ضرورت نہیں"۔

مہاجرین وانصار نے وعدہ کیا کہ آپ جو کچھ بھی حکم دیں گے ہم انشاء اللہ اسے

ضرور قبول کریں گے یہ وعدہ لے کر حضرت علیؓ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے لوگ آپؓ کے اردگرد جمع ہو گئے آپ نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''میں نے تمہاری اس خلافت کا بار مجبور ہو کر قبول کیا ہے کیونکہ تم لوگوں نے مجھ کو اس پر انتہائی مجبور کر دیا ہے اور میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ میں تمہاری درخواست کو قبول کر لوں۔

اب میری شرط صرف یہ ہے کہ تمہارے خزانوں کی چابیاں اگرچہ میرے قبضہ میں ہوں گی لیکن میں تمہاری رضامندی کے بغیر اس میں سے ایک درہم بھی نہ لوں گا۔''

صحابہ کرامؓ نے یہ بات قبول کر لی۔ حضرت علیؓ نے ان کا جواب سن کر فرمایا ''اے اللہ! تو ان پر گواہ رہ''۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے لوگوں سے بیعت لی۔ ابو بشیر کہتا ہے میں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے پاس کھڑا تھا اور حضرت علیؓ کا خطبہ سن رہا تھا۔ (تاریخ طبری۔ ج ۳)

حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ کی گفتگو

حضرت عبداللہ بن عباسؓ امارت حج کی خدمت کو سرانجام دے کر واپس آئے تو مدینہ نہایت پرآشوب ہو رہا تھا' خلیفہ ثالث شہید ہو چکے تھے' اور حضرت علیؓ کو بار خلافت اٹھانے پر لوگ مجبور کر رہے تھے۔ انہوں نے ان سے مشورہ طلب کیا۔

حضرت علیؓ خلافت کے متعلق تمہاری کیا رائے ہیں؟ میں خیال کرتا ہوں کہ اس حادثہ عظیم کے بعد کوئی شخص اس بار کو اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتا''

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ''یہ ضرور ہے کہ اب جس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی اس پر خون ناحق کا اتہام لگایا جائے گا' تاہم لوگوں کو اس وقت آپ کی ضرورت ہے۔''

غرض اہل مدینہ کے اتفاق عام سے حضرت علیؓ مسند آرائے خلافت ہوئے اور نئے سرے سے ملکی نظم ونسق کا اہتمام شروع ہوا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے مشورہ دیا کہ سردست موجودہ عمال واحکام برقرار رکھے جائیں۔ لیکن جب حضرت علیؓ نے سختی کے ساتھ

اس سے انکار کیا تو انہوں نے دوسرے روز اپنی رائے واپس لے لی اور کہا ''امیر المومنین! میں نے رائے دینے کے بعد غور کیا تو آپ ہی کا خیال نسب نظر آیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس فوراً اصل حقیت کو تاڑ گئے اور بولے میرے خیال میں مغیرہ کی پہلی رائے خیر خواہی پر مبنی تھی' لیکن دوسری دفعہ انہوں نے آپ کو دھوکہ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: خیر خواہی کیا تھی؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ: آپ جانتے ہیں کہ معاویہ اور ان کے احباب دنیادار ہیں' اگر آپ ان کو برطرف کر دیں گے تو وہ تمام ملک میں شورش و فتنہ پردازی کی آگ بھڑکا دیں گے' اور اہل شام و عراق کو خلیفہ ثالث کے انتقام پر ابھار کر آپ کے خلاف کھڑا کر دیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اس میں شک نہیں کہ تمہاری رائے مصالح دنیاوی کے لحاظ سے نہایت صائب ہے تاہم میرا ضمیر اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں جن لوگوں کی بداعمالیوں سے واقف ہوں ان کو اپنے عہدوں پر برقرار رہنے دوں' خدا کی قسم میں کسی کو نہ رہنے دوں گا' اگر سرکشی کریں گے تو تلوار سے فیصلہ کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ: میری بات مانئے' گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جایئے یا اپنی جاگیر پر ینبع چلے جایئے' لوگ تمام دنیا کی خاک چھان ماریں گے' لیکن آپ کے سوا کسی کو خلافت کے لائق نہ پائیں گے' خدا کی قسم اگر آپ ان مصریوں کا ساتھ دیں گے تو کل ضرور آپ پر عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا اتہام لگایا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اب کنارہ کش ہونا میرے امکان سے باہر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بجائے شام کا والی مقرر کرنا چاہا لیکن انہوں نے انکار کیا اور بار بار یہی مشورہ دیا کہ آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کو برقرار رکھ کر اپنا طرفدار بنا لیجئے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برہم ہو کر نہایت سختی سے انکار کر دیا اور فرمایا خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔''

غرض اس تشدد آمیز طرز عمل پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جو اندیشہ ظاہر کیا

تھا وہ واقعہ بن کر سامنے آیا' تمام ملک میں حضرت علیؓ کے خلاف مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی ایک طرف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مطالبہ اصلاح و انتقام کا علم بلند کر کے بصرہ پر قبضہ کر لیا اور دوسری طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام میں ایک عظیم الشان جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

خلافت کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ

جمعہ کا دن تھا' آپ منبر پر چڑھے' جن لوگوں نے اب تک بیعت نہیں کی تھی' انہوں نے بیعت کی' یہ جمعہ اس دن پڑا تھا' جب ماہ ذی الحجہ کو ختم ہونے میں پانچ روز رہ گئے تھے' خلافت کے بعد آپ کا یہ پہلا خطبہ تھا حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو ہادی بنا کر بھیجا ہے جو خیر و شر کو وضاحت کے ساتھ بتائی ہے' لہٰذا خیر کو اختیار کیجئے اور شر سے کنارہ کش رہیے' اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو حرمت کا درجہ دیا ہے ان میں سب سے فائق حرمت مسلمان کی ہے۔ توحید و اخلاص کے ذریعہ مسلمانوں کے حقوق کو اللہ نے مضبوطی سے مربوط کر دیا ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے تما مسلمان محفوظ رہیں الا یہ کہ دین واحکام شریعت ہی کا یہ تقاضا ہو کر مسلمان کا احتساب کیا نا ے اور اس پر قانون شرعی جاری کیا جائے کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو ایذا پہنچائے' الا یہ کہ ایسا کرنا واجب ہو عوام و خواص دونوں کے حقوق ادا کرنے میں عجلت سے کام لیجئے۔ لوگ آپ کے سامنے ہیں اور پیچھے قیامت ہے جو آگے بڑھ رہی ہے اپنے آپ کو ہلکا پھلکا رکھئے کہ منزل تک پہونچ سکیں' آخرت کی زندگی لوگوں کی منتظر ہے خدا کے بندوں اور ان کی سرزمین کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرتے رہئے بہائم اور زمین کے بارے میں بھی قیامت میں آپ سے وسوال ہوگا۔ پھر میں کہتا ہوں کہ اللہ کی طرف لپکئے اور اس کی معصیت و نافرمانی سے بچئے اگر آپ کو خیر کا کام

دیکھیں اس کو اختیار کیجئے اور اگر شر دیکھیں تو اس کو چھوڑ دیں:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ.

''اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم زمین (مکہ) میں قلیل اور ضعیف سمجھے جاتے تھے اور ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں اڑا نہ لے جائیں (یعنی) بے جان وطانہ کریں) تو اس نے تم کو جگہ دی اور اپنی مدد سے تم کو تقویت بخشی اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں' تا کہ (اس کا) شکر ادا کرو۔''

المرتضیٰ کے مصنف مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے اس خطبہ پر تبصرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں

یہ خطبہ اپنے ٹھیک وقت پر اور مناسب ترین مقام پر دیا گیا' امیر المومنین نے اپنے مخاطب لوگوں کی دکھتی رگ پکڑی اور نشانہ صحیح جگہ پر لگایا' تاریخ کے اس نازک مرحلہ میں مسلمان سب سے زیادہ جس ابتلاء سے گزر رہے تھے' وہ یہ تھا کہ حرمت مسلم کو کوئی اہمیت نا کے سامنے نہیں رہ گئی تھی' خون مسلم کی ارزانی اور اس کے وجود کی بے وقعتی حد کو پہنچ گئی تھی' امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان ؓ اس فتنہ شہر آشوب کا ہدف بنے' سارے مسلمانوں کی موجودگی میں ان کی آنکھ کے سامنے مدینۃ الرسول میں اور روضہ نبوی اور مسجد نبوی کے پہلو میں یہ حادثہ جانکاہ پیش آیا۔ لہٰذا جو شخص ان کے بعد خلافت کے منبر پر آیا تھا۔ اسکا فرض تھا کہ حرمت مسلم کے عنوان کو اپنے خطبہ کا مرکزی مضمون بنائے اللہ کا خوف دلائے اللہ سے ڈرتے رہنے کی دعوت دے اور بتائے کہ اس کے بندوں اور اس کے عطا کئے ہوئے ممالک اور قوت واقتدار کی کیا حرمت وقیمت ہے' یہاں تک کہ اللہ کے بندوں پر جانوروں اور بے زبان زمین کا بھی حق ہے۔

آپ نے حکمت وبلاغت کے ساتھ اس امر کی طرف واضح اشارہ کر دیا کہ نئے عہد خلافت کا کیا اصولی کردار اور ''منشور'' ہوگا' آپ نے فرمایا اگر آپ خیر (حق وصداقت

پر مبنی بات) دیکھیں اس کو اختیار کریں اور جو شر (ناجائز اور غلط بات) دیکھیں اس سے اعراض کریں' اس کے بعد آپ نے جو آیت تلاوت کی اس کا استحضار اس وقت بہت ضروری تھا، تا کہ مسلمان اپنی پہلی حالت اور موجود حالت کا موازنہ کر سکیں، ایک وہ دن تھے' جب یہ مسلمان تعداد میں کم تھے مادی لحاظ سے کمزور تھے' معاشرت وتمدن کے لحاظ سے پست تھے دنیا میں کوئی ان کی خاطر میں نہیں لاتا تھا جیسے گوشت کا پارچہ کسی ہتھیلی پر رکھا ہوا اور اس کو پرند جھپٹ کر لے اڑیں اور اب یہی وہ لوگ تھے، جن کو قوت حاصل تھی، وسیع اراضی پر قابض تھے۔ امن وسلامتی حاصل تھی' خوشحالی اور فارغ البالی نصیب تھی' اللہ نے اس کو قوت واقتدار عطا فرمایا۔ ان کا طوطی بولنے لگا' اور ان کا علم شوکت واقبال بلند ہوا' ہر طرح سے اللہ نے ان کو نوازا' ان کے جھنڈے بر وبحر پر لہرا رہے تھے، اور دنیا اور اہل دنیا کے قلوب پر ان کی ہیبت طاری تھی۔ (المرتضیٰ:۲۳۱)

مرکز خلافت کوفہ منتقل کرنے کا فیصلہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوفہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا (جو عراق میں ہے) اور یہی آپ کی تمام فوجی سرگرمیوں اور انتظامی وتربیتی نظام کا مرکز تھا' قادری کے ذہین میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ امیر المومنین نے کوفہ کو اپنی اقامت کے لئے اور عالمی خلافت اسلامیہ کا پایۂ تخت بنانے کے لئے کیوں منتخب کیا' یہ حیثیت تو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک مدینہ منورہ کی تھی؟

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا صرف اس لئے کیا کہ مدینہ منورہ کو جو ان کا محبوب تھا اور رسول اللہ ﷺ کا دار الہجرت اور مدفن مبارک تھا' اس کو داخلی جنگوں اور فوجی تنازعات سے دور الگ تھلگ رکھیں' کیونکہ اندرونی خلفشار شروع ہو چکا تھا۔ اور حالات کے رخ سے پتہ چل رہا تھا کہ ایسا ہوگا' لہٰذا مسجد نبوی' حرم جانی اور آرام گاہ رسول اکرم کے ادب کا تقاضہ تھا کہ وہ کسی قسم کے فتنہ کا مرکز نہ بنے، حضرت علیؓ جیسے شخص کو اس معاملہ میں ذکی الحس اور صاحب غیرت ہونا ہی چاہیے تھا، اور عملاً وہ ہوا جس کا خطرہ تھا، چند برسوں بعد یزید کے عہد میں حرہ کا واقعہ ہوا جس نے مسلمانوں کے احساسات کو بری

طرح مجروح کیا' اور مدینۃ الرسول کی بے ادبی اور وہاں کے باشندگان کی بے توقیری ہوئی'
لیکن استاد عقاد نے اس کی جو توجیہ کی ہے اس میں وہ جغرافیائی مصلحت اور انتظامی وثقافتی ضرورت پر زور دیتے ہیں' لکھتے ہیں:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عالمی امارت کا مرکز کوفہ کو بنایا وہ مصلحت وضرورت کے عین مطابق تھا' کیونکہ اسلامی سلطنت اس وقت جس مرحلہ میں تھی' اس میں ضرورت تھی کہ مرکز ایسے مقام پر ہو جہاں تمام قومیں آ کر ملتی ہوں' اور ہند و فارس ویمن' عراق وشام کی باہمی تجارتوں کے لئے مشترکہ گزرگاہ ہو چنانچہ کوفہ ثقافتی پایہ تخت بھی تھا جہاں کتابت زبان قرأت اور انساب اور فنون شعر و داستان گوئی اس زمانہ میں کمال کے درجہ میں تھا۔ یہ مقام اس وقت کے لحاظ سے دارالخلافہ بننے کی تمام خصوصیات رکھتا تھا۔

(المرتضیٰؓ۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

جنگ جمل کے شرکاء کے بارے میں آپؓ کا ارشاد

ابو بکر' ابوالبختری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ جمل میں ان کا مقابلہ کرنے والوں کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ:

کیا وہ سب مشرک تھے؟

فرمایا: شرک تو وہ افراد اختیار کر چکے تھے۔

تو کیا وہ منافق تھے؟

فرمایا: منافق اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

تو پھر وہ کیا تھے؟

فرمایا: میرے ہی بھائی تھے میرے خلاف بغاوت کر رہے تھے۔

اور مزید فرمایا میں دعا کرتا ہوں کہ ہم اور وہ سب ان لوگوں میں شامل ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ونزعنا مافی صدورھم من غل اخواناً علی سُرُر متقابلین. (المرتضیٰ)

خراج وصول کرنے والوں کو نصیحتیں

خراج اور صدقات تحصیل کرنے والوں کو جو آپ نصائح کرتے رہتے تھے ان میں سے چند اقوال:

"جب زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے جاؤ تو وقار اور سنجیدگی کے ساتھ جاؤ جب ان لوگوں کے درمیان پہونچو تو سلام کرو (اور بھرپور انداز میں سلام کے الفاظ ادا کرو) اس میں کمی یا اختصار نہ کرو' پھر ان سے کہو کہ اللہ کے مقرر کردہ والی اور خلیفہ نے آپ کے پاس مجھے بھیجا ہے کہ آپ کے مال میں جو اللہ کا حق ہے وہ آپ سے وصول کروں تو کیا آپ کے اموال میں ایسا حق ہے جو اس کے والی کو آپ کو ادا کریں؟

اس پر اگر کوئی کہے' نہیں تو دوبارہ اس کو کچھ نہ کہیں اور اگر وہ دے تو اس کے ساتھ جاؤ بغیر اس کے کہ اس کو ڈرائیں دھمکائیں سختی کریں یا مصیبت ومشقت میں ڈالیں' جو سونا چاندی دے کر اس کو قبول کرلو' اگر اس کے پاس اونٹ یا دوسرے قسم کے جانور کے ریوڑ ہوں تو بلا اجازت اس کے باندھنے کی جگہ پر نہ چلے جائیں کیونکہ ان میں اکثر مال اسی کا ہے اور اگر وہاں جاؤ تو ایسے نہ جاؤ جیسے کوئی شخص کسی پر مسلط ہوتا ہے یا سختی ودرشتی سے پیش آتا ہے کسی جانور کو بدکاؤ نہیں' اور نہ اس کو خوفزدہ کرو اور انکے مالکوں سے اس سلسلہ میں کوئی بدسلوکی روا نہ رکھی جائے اور مال (غلہ وغیرہ) کو جب لینا ہو تو اس کو دو برابر ناپ کے برتنوں میں تقسیم کرو اور اس سے کہو کہ ان میں دو میں سے کوئی ایک لے لو جس کو چاہے وہ لئے اور اس پر اعتراض نہ کریں پھر باقی ماندہ کو دو حصوں میں تقسیم کردو اور کہو کو ان میں سے ایک لے لو جس کو او وہ لے اس پر اعتراض نہ کریں" اسی طرح تقسیم کرتے کرتے جب وہ حصہ آجائے جس قدر اللہ کا حق ہے اس کو اللہ کا حق سمجھ کر لے لیں اور اگر وہ واپس لینا چاہے تو یا دوبارہ ناپنا چاہے تو اس کی

بات مان کر واپس کر دیں۔"

قرآن وسنت کے عالم جلیل

ابوعمر ابو طفیل کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا' میں نے حضرت علیؓ کو اس وقت دیکھا جب لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے' اور کہہ رہے تھے' کتاب اللہ کے بارے میں جو چاہو پوچھ لو بخدا قرآن کریم میں کوئی بھی ایسی آیت نہیں ہے جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو (ہموار) راستے میں چلتے ہوئے نازل ہوئی ہے یا اس وقت جب آپ کسی پہاڑی پر تھے۔

"مسح علی الخفین" کا مسئلہ

شریح بن ہانی سے روایت ہے کہ انہوں کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسح علی الخفین کا مسئلہ دریافت کیا انہوں نے کہا علی سے پوچھو' ان کو میری نسبت یہ مسئلہ زیادہ معلوم ہے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں جایا کرتے تھے' پھر میں نے حضرت علی ﷺ سے دریافت کیا' انہوں نے کہا' فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لئے تین راتیں اور دو دن ہیں اور مقیم کے لئے ایک دن ورات حضرت علی ﷺ سے روایت کی ہوئی ۵۸۶ حدیثیں ہیں۔

ایک نرم دل اور مونس انسان

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اپنی شجاعت' دلیری' دل کی مضبوطی اور ارادہ کی پختگی کے ساتھ ساتھ انتہائی نرم دلی اور اُنس ومحبت رکھنے والے انسان تھے' نازک انسانی احساسات کے مالک تھے' بہت ہی ملنسار' دلنواز' نرم خو طبیعت پائی تھی' انسان کی یہ خصوصیات اپنے تمام جمال وکمال کے ساتھ اس وقت نمایاں ہوتی ہیں جب اس کا قاتل اس کے روبرو کھڑا ہو۔ روایت ہے کہ اس کے بارہ میں جس نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے آپ پر حملہ کیا تھا آپ نے اپنے صاحبزادہ سیدنا حسنؓ سے فرمایا:

دیکھو حسن! اگر میں اس کے حملہ سے جانبر نہ ہوسکوں تو اس پر ایک ہی وار کیا

جائے اس کا مثلہ ہرگز نہ کیا جائے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے خبردار کسی کا مثلہ نہ کیا جائے خواہ کٹھا کتا ہی کیوں نہ ہو۔

جب ابن ملجم کو آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے فرمایا اس کو گرفتار کرو اور اس سے نرمی کا معاملہ کرو اگر میں زندہ رہ گیا تو رائے قائم کروں گا کہ اس کو معاف کردوں یا قصاص لوں اور اگر میں مرجاؤں تو ایک جان کا بدلہ صرف ایک جان ہے۔

سیدنا علی ﷺ کا پھوٹ پھوٹ کر رونا

جب سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ حضرت طلحہؓ کی لاش پر گئے تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اپنے دست مبارک سے ان کے رخسار پر پڑی ہوئی گرد صاف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ ابو محمد برداشت نہیں ہوتا کہ تم کو آسمان کے تاروں کے سایہ میں زخموں سے چور اور پٹیوں میں بندھا دیکھوں اس موقع پر آپ کی زبان سے نکلا کہ کاش اس دن کو دیکھنے سے بیس برس پہلے وہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہوتے۔

حضرت علیؓ جس طرح اپنے چھوٹوں پر شفقت کرنے میں مشہور تھے اسی طرح اپنے بڑوں کی بزرگ داشت اور عزت کرنے میں ممتاز تھے بچوں سے پیار کرتے اور ان سے ہنسی کھیل کی بات کرتے اور ایسے لوگوں کو پسند کرتے جو بچوں کو دلجوئی اور دل بستگی کی باتیں کرتے تھے آپ فرمایا کرتے تھے۔

باپ اور بیٹے کے حق کی وضاحت

باپ کا بیٹے کا باپ پر حق ہے باپ کا یہ حق ہے کہ بیٹا ہر حال میں اس کی اطاعت کرے الا یہ کہ باپ کسی معصیت کی بات کا حکم دے اس میں اس کا اتباع نہیں کیا جائے گا" اور باپ پر بیٹے کا حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اچھی تربیت کرے اور قرآن پڑھائے"

اپنے اور پرائے سب برابر

جناب امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کی خلافت کا زمانہ ہے عدل اور

مساوات کا دور دورہ ہے۔ آپ کے حقیقی بھائی حضرت عقیل نہایت تنگی اور افلاس کے عالم میں زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں ایک دن آپکی زوجہ محترمہ نہایت پریشان ہو کر آپ سے اس طرح گفتگو فرماتی ہیں۔

زوجہ: اب تو اللہ کے فضل سے آپ کے چھوٹے بھائی علیؓ خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین ہو گئے ہیں، لہٰذا آپ اگر ان سے اشارتاً اپنی تنگی کا ذکر فرما دیں تو شاید ہمارے روزینہ میں کچھ اضافہ ہو سکے۔

عقیلؓ: اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم تنگی سے زندگی گزار رہے ہیں لیکن: بہت سے لوگ ہم سے بھی زیادہ پریشان حال ہیں، اس لئے میں اپنے لئے حضرت علیؓ سے کچھ مانگ کر ان کی پریشانیوں میں اور اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔

زوجہ: دوسرے لوگوں میں اور آپ میں بڑا فرق ہے آپ خاندان بنی ہاشم کے فرد ہیں اور خلیفۃ المسلمین کے بڑے بھائی اور رسول اللہ کے قرابت داروں میں سے ہیں، آپ کے لئے یہ پریشان حالی خاندانی عظمت پر ایک بدنما داغ ہے، آپ صرف اشارتاً ذکر فرمائیں وہ خود سمجھ جائیں گے اور آپ کی امداد کی کوئی سبیل نکالیں گے۔

عقیلؓ: جی تو نہیں چاہتا، دوسرے ہم اگر بلائیں تو کچھ ضیافت کا سامان بھی کرنا ہوگا جس کی ہم قدرت نہیں رکھتے۔

زوجہ: اس کا انتظام میں کرلوں گی روزانہ ایک درہم بچاؤں گی اور دو ہفتہ میں دعوت کے اہتمام کے لئے کچھ نہ کچھ سبیل نکل آئے گی۔

عقیلؓ: بہت اچھا اگر تم اصرار کرتی ہو تو میں انہیں دعوت پر بلاؤں گا اور اپنی حقیقت حال بیان کروں گا۔

آخر ایک دن حضرت عقیلؓ کی دعوت پر حضرت علیؓ ان کے ہاں آئے، کھانا کھاتے ہوئے جس میں کچھ شیرینی بھی تھی حضرت عقیلؓ نے اس طرح ذکر چھیڑا،

عقیلؓ: بھائی اللہ کا شکر ہے کہ اب آپ تمام مسلمانوں کے امیر ہو گئے ہیں میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔

علیؓ: بھائی جان میری ذمہ داریوں میں کہیں زیادہ اضافہ ہو گیا ہے، دُعا فرمائیں، خدا مجھے اپنے فرائض سے کما حقہٗ سبکدوش ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

عقیلؓ: یقیناً خداوند عالم آپ کی مدد کرے گا، آپ ہر ایک فرد کی تکالیف کا خیال رکھتے ہیں اور غرباء مساکین کی دادرسی کرتے ہیں۔

علیؓ: کوشش تو ضرور کرتا ہوں، لیکن خدا جانے

عقیلؓ: ہاں زمانہ بڑا نازک ہے، اکثر لوگ نہایت تنگی اور پریشانی سے گذر اوقات کرتے ہیں خود ہمارا یہ حال ہے کہ اپنی ضروریات بھی پوری نہیں ہوتیں روزینہ نہایت قلیل ہے، کئی دفعہ آپ کی بھاوج نے کہا کہ آپ سے ذکر کروں لیکن میں خاموش رہا۔

علیؓ: آپ تو ماشاء اللہ بہت اچھا کھانا کھاتے ہیں (کھانے کی طرف اشارہ کر کے) ایسا کھانا تو متوسط لوگوں کو بھی نصیب نہیں ہوتا۔

عقیلؓ: یہ تو آپ کی بھاوج نے روزانہ ایک درہم بچا کر دو ہفتہ میں یہ اہتمام کیا ہے۔ ورنہ......

علیؓ: تو پندرہ روز تک روزانہ ایک درہم کم میں آپ کا گذارہ ہو گیا، مزید امداد کی کیا ضرورت ہے۔

عقیلؓ: آپ تو بال کی کھال نکالتے ہیں، آدمی اگر اپنی تکلیف کا ذکر اپنے بھائی سے نہ کرے تو اور کس سے کرے، آپ تو بجائے امداد کرنے کے......!

علیؓ: تو لیجئے۔

عقیلؓ نے ہاتھ بڑھایا، حضرت علیؓ نے دست پناہ جو چولہے میں پڑا تھا اور سرخ ہو رہا تھا نکال کر عقیلؓ کے ہاتھ پر رکھ دیا، عقیلؓ کا ہاتھ جلا چیخ کر ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔

عقیلؓ: علیؓ یہ کیا...... تم نے تو مجھے جلا دیا۔

علیؓ: آپ دُنیا کی آگ سے ایسے بلبلا اٹھے اور مجھے دوزخ کی آگ میں دھکیل دینا چاہتے ہو، جانتے نہیں کہ جہنم کی آگ کہیں زیادہ گرم ہے، اگر میں ناجائز طور پر اپنے رشتہ داروں کی مدد کروں گا تو مجھے جہنم کی آگ سے کون بچائے گا۔ (سیر الصحابہ)

آپؓ کے امور مملکت کی خصوصیات

حضرت علی المرتضیٰؓ کا دور حکومت ساڑھے پانچ سال تک ۲۲ لاکھ مربع میل کے وسیع وعریض خطے تک محیط رہا۔

آپؓ کے دور میں مسلمانوں کے مابین حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے قاتلوں سے انتقام لینے کے لئے جنگ جمل اور جنگ صفین کے روح فرسا واقعات پیش آئے۔ تاہم حکومت وخلافت مصطفوی کی اصلی روح' عدل اجتماعی اور مساوات حقیقی' خلیفہ چہارمؓ کے دور حکومت میں مصطفوی شریعت اور خلفاء ثلاثہؓ کے منہاج پر قائم رہی۔

آپؓ نے خلافت اسلامیہ کے باب میں جس درخشندہ عہد کو فروغ دیا وہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے مشابہت اور مطابقت رکھتا ہے۔

مسلمانوں کے باہمی اختلاف اور قاتلان عثمانؓ کی چیرہ دستیوں نے خود حضرت علیؓ کو اپنے گرد گھومنے والے ایک طبقے سے بیزار کر دیا تھا۔

حضرت اسد اللہ الغالبؓ کے دور حکومت کے اصول وضوابط کو سمجھنے کے لئے گورنر مصر کے نام لکھے جانے والے ایک خط پر غور کرنا ضروری ہے۔ حضرت علیؓ کی طرف سے ارسال کیا جانے والا یہ خط ایک طرف حکومتی اصولوں کا شاہکار ہے دوسری طرف خلافت راشدہ کے زریں عہد کا آئینہ دار ہے۔ یہ خط حضرت علیؓ کے نظام سلطنت کا روشن آئینہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں

> "یہ ہے وہ وصیت جس کو اللہ کے بندے علی امیر المومنین نے مالک اشتر کو جب اسے مصر کا گورنر بنایا' روانہ کیا' تاکہ ملک کا خراج جمع کرے' اس کے دشمنوں سے لڑے' اس کے باشندوں کے فلاح و بہبود کا خیال رکھے' مالک کے تقویٰ اور اطاعت خداوندی کو مقدم رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ آدمی کی سعادت' خدا اور رسول ﷺ کے فرائض وسنن کی بجا آوری میں ہے۔ اس سے انکار بدبختی ہے۔
>
> رعایا میں دو قسم کے دو آدمی ہوں گے۔ تمہارے دینی بھائی یا مخلوق خدا ہونے

کے لحاظ سے تمہارے جیسے آدمی۔ لوگوں سے غلطیاں تو ہوتی ہی ہیں۔ جان بوجھ کے یا بھولے چوکے سے ٹھوکریں کھاتے ہی رہتے ہیں۔ تم اپنے عفو کا دامن خطا کاروں کے لئے اسی طرح پھیلا دینا' جس طرح تمہاری آرزو ہے کہ خدا تمہاری خطاؤں کے لئے اپنا دامن عفو و کرم پھیلا دے' کبھی نہ بھولنا کہ تم رعایا کے افسر ہو' خلیفہ تمہارا افسر ہے اور خدا خلیفہ کے اوپر حاکم ہے' خلیفہ نے تمہیں گورنر بنایا ہے اور مصر کی ترقی و اصلاح کی ذمہ داری تمہیں سونپ دی ہے۔ خدا سے لڑائی نہ مول لینا کیونکہ آدمی کے لئے خدا سے کوئی بچاؤ نہیں۔ خدا کے عفو و رحمت سے کبھی بھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ عفو پر کبھی نادم نہ ہونا۔ سزا دینے پر کبھی شیخی نہ بگھارنا' غصہ آتے ہی دوڑ نہ پڑنا' بلکہ جہاں تک ممکن ہو غصے سے بچنا اور غصے کو پی جانا۔

خبردار! رعایا سے کبھی نہ کہنا کہ میں تمہارا حاکم بنا دیا گیا ہوں اور اب میں ہی سب کچھ ہوں' سب کو میری تابعداری کرنی چاہئے' اس ذہنیت سے دل میں فساد پیدا ہوتا ہے' دین میں کمزوری آتی ہے اور بربادی کے لئے بلاوا آتا ہے۔ (نہج البلاغہ)

وزراء اور مشیروں کے بارے میں آپ ؓ کا ارشاد گرامی

آپ ؓ نے فرمایا:

''بدترین وزیر وہ ہے جو شریروں کی طرف داری کرے اور گناہوں میں ان کا ساتھی ہو۔ ایسے آدمی کو اپنا وزیر نہ بنانا۔ کیونکہ اس قسم کے لوگ گنہگاروں کے مددگار اور ظالموں کے ساتھی ہوتے ہیں' ان کی جگہ تمہیں ایسے آدمی مدد دیں گے جو عقل و تدبیر میں ان کے برابر ہوں گے مگر گناہوں سے ان کی طرح برے نہ ہوں گے۔ نہ کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہو گی نہ کسی گنہگار کا اس کے گناہ میں ساتھ دیا ہو گا۔ یہ لوگ تمہیں کم تکلیف دیں گے۔ تمہارے بہترین مددگار ثابت ہوں گے۔ تم سے پوری ہمدردی رکھیں گے اور گناہ سے اپنے سب رشتے کاٹ دیں گے۔ ایسے ہی لوگوں کو تم صحبتوں اور عام درباروں میں

اپنا مصاحب بنانا۔"

رعایا کے بارے میں نصیحتیں

"پھر یہ بھی یاد رہے کہ خاص الخاص لوگوں میں بھی وہی تمہاری نگاہوں میں سب سے زیادہ مقبول ہوں جو زیادہ سے زیادہ کڑوی بات تم سے کہہ سکتے ہوں اور ان کاموں میں تمہارا ساتھ دینے سے انکار کر سکتے ہوں جو خدا اپنے بندوں کے لئے ناپسند فرما چکا ہے۔ اہل تقویٰ وصدق کو اپنا مصاحب بنانا۔ انہیں ایسی تربیت دینا کہ تمہاری جھوٹی تعریف کبھی نہ کریں کیونکہ تعریف کی بھر مار سے آدمی میں غرور پیدا ہوتا ہے اور تمہارے سامنے نیکوکار اور خطاکار برابر نہ ہوں۔ ایسا کرنے سے نیکوں کی ہمت پست ہو جائے گی اور خطاکار اور بھی شوخ ہو جائیں گے ہر آدمی کو وہ جگہ دینا جس کا وہ اپنے عمل کے لحاظ سے مستحق ہے اور تمہیں جاننا چاہئے کہ رعایا میں اپنے حاکم کے ساتھ حسن ظن اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ حاکم رعایا پر رحم وکرم کی بارش کرتا رہے۔ اس کی تکلیفیں دور کرے اور کوئی ایسا مطالبہ نہ کرے جو اس کے بس سے باہر ہو۔ یہ اصول تمہارے لئے کافی ہیں' اس سے رعایا کا حسن ظن تمہیں بہت سی مشکلوں سے نجات دے گا۔ خود تمہارے حسن ظن کے سب سے زیادہ مستحق وہ ہوں جو تمہارے امتحان میں سب سے اچھے اتریں اسی طرح تمہارے سوءظن کے بھی سب سے زیادہ مستحق وہی ہوں جو آزمائش میں سب سے برے نکلیں۔"

(نہج البلاغہ)

فوج کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ کی ہدایات

اپنی فوج کے معاملے میں ہوشیاری سے کام لینا۔ انہی لوگوں کو افسر بنانا جو تمہارے خیال میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور تمہارے امام کے سب سے زیادہ خیر خواہ ہوں' صاف دل ہوں' ہوشمند ہوں' جلد غصے میں نہ آجاتے

ہوں' عذر معذرت قبول کر لیتے ہوں' کمزوروں پر ترس کھاتے ہوں' زبردستوں پر سخت ہوں نہ سختی انہیں جوش میں لے آتی ہو نہ کمزوری انہیں بٹھا دیتی ہوں۔

عدالت کے معاملات میں ارشاد مرتضویؓ

مشتبہ معاملات پیش آئیں اور تمہاری بصیرت وعلم کام نہ دے تو انہیں اللہ کی طرف اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف لوٹانا کیونکہ خدا مسلمانوں کی ہدایت کے لئے فرماتا ہے۔

"یاایھا الذین امنو اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامرمنکم "...... الخ

"اللہ کی طرف معاملے کو لوٹانا یہ ہے کہ کتاب محکم اور نص صریح کی طرف لوٹا جائے اور رسول کی طرف لوٹانا یہ ہے کہ جامع سنت نبوی کو لیا جائے نہ کہ اسے جس میں اختلاف پڑ گیا ہے۔"

پھر ملک میں انصاف قائم کرنے کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا جو تمہاری نظر میں سب سے افضل ہوں' ہجوم معاملات سے تنگ دل نہ ہوتے ہوں' اپنی غلطی پر اڑے رہنا ہی ٹھیک نہ سمجھتے ہوں اور حق کے ظاہر ہو جانے پر باطل ہی سے چپٹے نہ رہتے ہوں' طماع نہ ہوں' اپنے فیصلوں پر غور کرنے کے عادی ہوں' فیصلے کے وقت شکوک وشبہات پر رکنے والے ہوں' صرف دلائل کو اہمیت دیتے ہوں' مدعی اور مدعا علیہ سے بحث میں اکتا نہ جاتے ہوں' واقعات کی تہ تک پہنچنے سے جی نہ چراتے ہوں اور حقیقت کھل جانے پر اپنے فیصلے میں بے باک اور بے لاگ ہوں۔ یہ ایسے لوگ ہوں جنہیں نہ تعریف بے خود کر دیتی ہو' نہ چاپلوسی مائل کر سکتی ہو۔ مگر ایسے لوگ کم ہوتے ہیں۔

تمہارا فرض ہے کہ قاضیوں کے فیصلوں کی جانچ کرتے رہو۔ اپنے دربار میں انہیں ایسا درجہ دو کہ تمہارے کسی مصاحب اور درباری کو ان پر دباؤ

ڈالنے یا انہیں نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہو سکے۔ قاضیوں کو ہر قسم کے
خوف سے بالکل آزاد ہونا چاہئے۔

گورنروں کے نام خط میں آپ کی ہدایات

عمال حکومت کے معاملات پر بھی تمہیں نظر رکھنا ہوگی۔ اخراجات کی جانچ پڑتال کرنا ہوگی جو رعایت سے یا صلاح ومشورے کے بغیر کسی کو عہدہ نہ دینا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ظلم وخیانت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اچھے گھرانوں اور سابقین اسلام کے خدمت گزاروں میں تجربہ کار اور با حیا لوگوں ہی کو منتخب کرنا کہ ان کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں۔ اپنی آبرو کا خیال رکھتے ہیں۔ طمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور انجام پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔ عہدے داروں کو بہت اچھی تنخواہیں دینا۔ اس سے یہ لوگ اپنی حالت درست کر سکیں گے اور حکومت کے اس مال سے بے نیاز رہیں گے جو ان کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس پر بھی حکم عدولی کریں یا امانت میں خلل ڈالیں تو تمہارے پاس ان پر حجت ہوگی مگر ضروری ہے کہ ان کاموں کی جانچ پڑتال کرتے رہنا۔ نیک لوگوں کو مخبر بنا کر ان پر چھوڑ دینا۔ یہ اس لئے کہ جب انہیں معلوم ہوگا کہ خفیہ نگرانی بھی ہو رہی ہے تو امانت داری اور رعایا سے مہربانی میں اور زیادہ چست ہو جائیں پھر اگر ان میں سے کوئی شخص خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور تمہارے جاسوسوں سے تصدیق ہو جائے تو بس یہ شہادت کافی ہے۔ تم بھی سزا کا ہاتھ بڑھانا جسمانی اذیت کے ساتھ خیانت کی رقم بھی اگلوا لینا۔ خائن کو ذلت کی جگہ کھڑا کرنا اور پوری طرح اسے رسوا کر ڈالنا۔"

(از کتاب علی ابن ابی طالب صفحہ ۱۷۳)

حضرت علی المرتضیٰ کا یہ تاریخ ساز خط بلاشبہ حکومت وامارت اور خلافت وسلطنت کے باب میں نیز انسان دوستی کے حوالے سے عظیم الشان شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔

عہد حاضر کے حکمران اگر حضرت علیؓ کی ان ہدایات کی پاسداری کر لیں تو ان کی

حکومتیں صحیح معنی میں اسلامی فلاحی اور عوامی حکومتیں بن سکتی ہیں۔

بیت المال کے بارے میں آپ کا بے مثال کردار

حضرت ام کلثومؓ فرماتی ہیں' ایک مرتبہ نارنگیاں آئیں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے ایک ایک نارنگی اٹھالی' 3 حضرت علیؓ نے دیکھا تو ان سے چھین کر لوگوں میں تقسیم کر دیں۔

کتاب الخراج میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ مال غنیمت تقسیم فرماتے تو برابر حصے لگا کر قرعہ ڈالتے تھے تا کہ اگر حصوں میں کمی بیشی واقع ہو جائے تو وہ اسکی ذمہ داری سے بری ہوں۔

ایک بار اصفہان سے مال آیا جس میں ایک روٹی بھی تھی۔ حضرت علیؓ نے باقی مال کے ساتھ اس روٹی کے بھی سات ٹکڑے کر دیئے اور قرعہ ڈال کر تقسیم کر دیا۔

امیر المومنین علیؓ کی خواہش ہوتی تھی کہ جو مال آیا ہے اسے فوری طور پر مستحقین میں تقسیم کر دیا جائے۔ جب مال ختم ہو جاتا تو بیت المال میں جھاڑو دلوا کر مکمل صفائی کرائی جاتی۔

قاضی ابو یوسف کی ایک تصریح کے مطابق دوسری مرتبہ جب اصفہان سے مال آیا تو آپؓ نے اسے چند دیانتدار لوگوں کی تحویل میں رکھوایا۔ حضرت ام کلثومؓ نے اس میں سے ایک مشکیزہ شہد اور ایک مشکیزہ گھی منگوا لیا۔ حضرت علیؓ نے امانت کے مال کا جائزہ لیا تو وہ مشکیزے مال سے کم نکلے' آپؓ نے ان کی نسبت محافظ افراد سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا ہم یہ دونوں مشکیزے لائے دیتے ہیں' آپؓ نے فرمایا "تم کو اصل واقعہ بیان کرنا ہوگا۔" انہوں نے کہا کہ ہم نے دونوں مشکیزے ام کلثومؓ کے پاس بھیج دیئے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا "بہت افسوس ہے کہ میں نے تمہیں کہا تھا یہ سامان لوگوں میں تقسیم کر دینا تم نے ام کلثومؓ کے پاس بھیج دیا۔" یہ

کہہ کر دونوں مشکیزے منگوا لئے' ان میں سے جو استعمال ہو چکا تھا اس کی قیمت لگوائی جو تین درہم ٹھہری' آپؓ نے ام کلثومؓ کے یہاں سے تین درہم منگوا کر بیت المال میں جمع کرا دیئے اور مشکیزوں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیت المال غریبوں میں تقسیم

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک سال تین مرتبہ لوگوں میں مال تقسیم کیا اس کے بعد ان کے پاس اصبہان سے اور مال آ گیا تو آپ نے اعلان فرمایا (اے لوگو!) میں صبح صبح آ کر چوتھی مرتبہ مال پھر لے جاؤ۔ میں تمہارا خزانچی نہیں ہوں (کہ یہ مال جمع کر کے رکھوں) چنانچہ وہ سارا مال تقسیم کر دیا یہاں تک کہ رسیاں بھی تقسیم کر دیں۔ کچھ لوگوں نے تو رسیاں لے لیں اور کچھ نے واپس کر دیں۔

حضرت علی بن ربیعہؒ والبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ابن نباج نے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے امیر المومنین! مسلمانوں کا بیت المال سونے چاندی سے بھر گیا ہے یہ سن کر حضرت علیؓ نے کہا اللہ اکبر! اور ابن نباج پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کے بیت المال پر پہنچے اور یہ شعر پڑھا۔

هذا جناي وخياره فيه
وكل جان يده الى فيه

"یہ میرے چنے ہوئے پھل ہیں اور جو پھل عمدہ تھے وہ انہی میں ہیں (میں نے نہیں کھایا اور میرے علاوہ) ہر پھل چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف جا رہا تھا میں نے اس بیت المال میں سے کچھ نہیں لیا ہے۔"

اے ابن نباج! کوفہ والوں کو میرے پاس لئے آؤ۔ چنانچہ لوگوں کو اعلان کر کے بلایا گیا (جب لوگ آ گئے تو) حضرت علیؓ نے بیت المال کا سارا مال لوگوں میں تقسیم کر دیا اور تقسیم کرتے ہوئے وہ یوں فرما رہے تھے اے سونے! اے چاندی! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دو۔ (اور لوگوں سے کہہ رہے تھے) لے لو لے لو اور یونہی تقسیم کرتے رہے یہاں تک کہ نہ کوئی دینار بچا اور نہ کوئی درہم۔ پھر ابن نباج سے فرمایا اس بیت المال میں پانی چھڑک دو۔ (اس نے پانی چھڑک دیا) پھر آپ نے اس میں دو رکعت نماز پڑھی۔ (حیاۃ الصحابہ ج۲ ص۲۹۵)

حضرت مجمع تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال کا (سارا مال تقسیم کر کے اس) میں جھاڑو دیا کرتے تھے اور اس میں نماز پڑھا کرتے اور وہاں سجدہ کیا کرتے تا کہ یہ بیت المال قیامت کے دن آپ کے حق میں گواہی دے۔

حضرت علاء کے والد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو فرماتے ہوئے سنا میں نے تمہارے مال غنیمت میں سے کھجوروں کے اس برتن کے علاوہ کچھ نہیں لیا اور یہ بھی مجھے دیہات کے ایک چوہدری نے ہدیہ میں دیا تھا۔ پھر حضرت علیؓ بیت المال تشریف لے گئے اور جتنا مال اس میں تھا وہ سارا تقسیم کر دیا اور پھر وہ یہ شعر پڑھنے لگے۔

اطع من کانت لہ قوصرہ

یا کل منہا کل یوم مرہ

وہ آدمی کامیاب ہو گیا جس کے پاس ایک ٹوکرا ہو جس میں سے وہ روزانہ ایک مرتبہ کھالے (کامیابی کے لئے تھوڑی دنیا بھی کافی ہے)

صنعتکاروں سے لے کر غریبوں میں بانٹنا

حضرت عنترہ وشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر صنعت والے سے اس کی صنعت کاری اور دستکاری میں سے جزیہ اور خراج وصول کیا کرتے تھے یہاں تک کہ سوئی والوں سے سوئیاں، سوئے، دھاگے اور رسیاں لیا کرتے تھے۔ پھر اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے اور روزانہ بیت المال کا سارا مال شام تک تقسیم کر دیا کرتے اور رات کو اس میں کچھ نہ ہوتا البتہ کسی ضروری کام میں مشغول ہو جاتے اور مال تقسیم کرنے کی اس دن ضرورت نہ ملتی تو پھر وہ مال بیت المال میں رات بھر رہ جاتا لیکن اگلے دن صبح جا کر اسے تقسیم کر دیتے اور فرمایا کرتے اے دنیا! مجھے دھوکہ نہ دے' جا کسی اور کو جا کر دھوکہ دے۔ (حیاۃ الصحابہ دوم)

حضرت علی المرتضیٰ ﷺ کی اپنے امیروں کو وصیت

حضرت مہاجر عامری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ

عنہ نے اپنے ساتھی کو ایک شہر کا گورنر بنا رکھا تھا اسے یہ خط لکھا:

''اما بعد! تم اپنی رعایا سے زیادہ دیر غائب نہ رہو (جب کسی ضرورت کی وجہ سے ان سے الگ ہونا پڑے تو ان کے پاس لدی واپس آجاؤ) کیونکہ امیر کے رعایا سے الگ رہنے کی وجہ سے لوگ تنگ ہوں گے اور خود امیر کو لوگوں کے حالات تھوڑے معلوم ہوسکیں گے بلکہ جن سے الگ رہے گا ان کے حالات بالکل معلوم نہ ہوسکیں گے جب امیر لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھے گا بلکہ الگ رہے گا تو اسے سُنی سنائی باتوں پر ہی کام چلانا پڑے گا اس طرح سارا دارومدار سنانے والوں پر آجائے گا اور سنانے والوں میں غلط لوگ بھی ہوسکتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ پھر اس کے سامنے بڑی چیز کو چھوٹا اور چھوٹی چیز کو بڑا اور اچھی چیز کو برا اور بری چیز کو اچھا بنا کر پیش کیا جائے گا اور یوں حق باطل کے ساتھ خلط ملط ہوجائے گا اور امیر بھی انسان ہی ہے۔ لوگ اس سے چھپ کر جو کام کر رہے ہیں وہ ان کو نہیں جانتا ہے اور انسان کی ہر بات پر ایسی نشانیاں نہیں پائی جاتی ہیں جن سے پتہ چل سکے کہ اس کی یہ بات سچی ہے یا جھوٹی، لہٰذا اب اس کا حل یہی ہے کہ امیر اپنے پاس لوگوں کی آمد و رفت کو آسان اور عام رکھے (جب لوگ اس کے پاس زیادہ آئیں گے تو اسے حالات زیادہ معلوم ہوسکیں گے اور پھر یہ فیصلہ صحیح کر سکے گا) اور اس طرح یہ امیر ہر ایک کو اس کا حق دے سکے گا اور ایک کا دوسرے کو دینے سے محفوظ رہے گا لہٰذا تم ان دو قسم کے آدمیوں میں سے ایک قسم کے ضرور ہوگے یا تو تم سخی آدمی ہوگے اور حق میں خرچ کرنے میں تمہارا ہاتھ بہت کھلا ہوگا اگر تم ایسے ہو اور تم نے لوگوں کو دینا ہی ہے اور ان سے اچھے اخلاق سے پیش آنا ہی ہے تو پھر تمہیں لوگوں سے الگ رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر تم کنجوس ہو۔ اپنا سب کچھ روک کر رکھنے کی طبیعت رکھتے ہو تو پھر تو لوگ چند دن تمہارے

پاس آئیں گے اور جب انہیں تم سے کچھ ملے گا نہیں تو وہ خود ہی مایوس ہو کر تمہارے پاس آنا چھوڑ دیں گے۔اس صورت میں بھی تمہیں ان سے الگ رہنے کی ضرورت نہیں ہے اور ویسے بھی لوگ تمہارے پاس اپنی ضرورتیں ہی لے کر آتے ہیں کہ یا تو کسی ظالم کی شکایت کریں گے یا تم سے انصاف کے طالب ہوں گے اور ضرورتیں ایسی ہیں کہ ان کے پورا کرنے میں تم پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا لہٰذا لوگوں سے الگ رہنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے میں نے جو کچھ لکھا ہے اس پر عمل کر کے اور اس سے فائدہ اُٹھاؤ اور میں تمہیں صرف وہی بتایں لکھ رہا ہوں جن میں تمہارا فائدہ ہے اور جن سے تمہیں ہدایت ملے گی۔ان شاء اللہ (کنز العمال ج ۵ صفحہ ۵۸)

عراقیوں سے چوکنا رہنے کی ہدایت

قبیلہ ثقیف کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھے عکبر اشہر کا گورنر بنایا اور وہاں کے مقامی لوگ جو کہ ذمی تھے وہ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا:

"عراق کے دیہاتی لوگ دھوکہ باز ہوتے ہیں خیال رکھنا کہیں تمہیں دھوکہ نہ دے دیں۔لہٰذا ان کے ذمہ جو حق ہے وہ ان سے پورا وصول کرنا۔"

پھر مجھ سے فرمایا شام کو میرے پاس آنا۔چنانچہ جب میں شام کو خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے فرمایا:

"میں نے صبح تم کو جو کہا تھا وہ ان لوگوں کو سنانے کے لئے کہا تھا۔رقم کی وصولی کے لئے ان میں سے کسی کو کوڑا نہ مارنا اور نہ دھوپ میں کھڑا کرنا اور ان سے شرعی حق کے بغیر اپنے لئے بکری اور گائے نہ لینا۔ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے عفو لیں اور جانتے ہو کہ عفو کسے کہتے ہیں؟ جسے وہ آسانی سے دے سکے (اور وہ اس کی ضرورت سے زائد ہو)۔"

(کنز العمال ج ۳ صفحہ ۱۶۶)

اور بیہقی کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ ان کا غلہ اور گرمی سردی کے کپڑے اوران کھیتی اور بار برداری کے کام آنے والے جانور نہ بیچنا اور پیسوں کی وصولی کے لئے کسی کودھوپ میں کھڑا نہ کرنا۔اس امیر نے کہا پھر تو میں جیسا آپ کے پاس سے جار ہاہوں ایسا ہی خالی ہاتھ واپس آجاؤں گا حضرت علیؓ نے فرمایا (کوئی بات نہیں) چاہے تم جیسے جار ہے ہوں ویسے ہی واپس آجاؤ۔تیرا ناس ہو!ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے ضرورت سے زائد مال نہ ہی لیں۔ (بیہقی ج۹صفحہ ۲۰۵)

حضرت علی ﷺ کا بازاروں میں گشت

حضرت ابومطر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد سے باہر نکلا تو آیک آدمی نے مجھے پیچھے سے آواز دے کر کہا اپنی لنگی اونچی کرلے کیونکہ لنگی اونچا کرنے سے پتہ چلے گا کہ اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والے ہو اوراس سے تمہاری لنگی زیادہ صاف رہے گی اوراپنے سر کے بال صاف کرلے اگر تو مسلمان ہے میں نے مڑکر دیکھا تو وہ حضرت علیؓ تھے اوران کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا پھر حضرت علیؓ چلتے چلتے اونٹوں کے بازار میں پہنچ گئے اور فرمایا تو ضرور لیکن قسم نہ کھاؤ کیونکہ قسم کھانے سے سامان تو بک جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے پھر ایک کھجور والے کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک خادمہ رو رہی ہے، حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ اس خادمہ نے کہا اس نے مجھے ایک درہم کی کھجوریں دیں لیکن میرے آقا نے انہیں لینے سے انکار کر دیا ہے حضرت علیؓ نے کھجور والے سے کہا تم اس سے کھوریں واپس لے لو اور اسے درہم دے دو کیونکہ یہ تو بالکل بے اختیار ہے (اپنے مالک کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کرسکتی) وہ لینے سے انکار کرنے لگا میں نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟ اس آدمی نے کہا نہیں میں نے کہا یہ حضرت علیؓ امیر المومنین ہیں اس نے فوراً کھجوریں لے کر اپنی کھجوروں میں ڈال لیں اوراسے ایک درہم دے دیا اور کہا اے امیر المومنین میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے راضی رہیں۔

حضرت علی ﷺ نے فرمایا جب تم لوگوں کو پورا دو گے تو میں تم سے بہت زیادہ راضی رہوں گا پھر کھجور والوں کے پاس سے گذرتے ہوئے فرمایا مسکین کو کھلایا کرو اس سے

تمہاری کمائی بڑھ جائے گی پھر مچھلی والوں کے پاس پہنچ گئے تو فرمایا کہ ہمارے بازار میں وہ مچھلی نہیں بکنی چاہئے جو پانی میں مر کر اوپر تیرنے لگ گئی ہو پھر آپ کپڑے کے بازار میں پہنچ گئے یہ کھدر کا بازار تھا ایک دکاندار سے کہا اے بڑے میاں مجھے ایک قمیص تین درہم کی دے دو۔ اس دکنادار نے حضرت علیؓ کو پہچان لیا تو اس سے قمیص نہ خریدی اور دوسرے دکاندار کے پاس گئے جب اس نے بھی پہچان لیا تو اس سے بھی نہ خریدی پھر نوجوان لڑکے سے تین درہم کی قمیص خریدی وہ حضرت علیؓ کو نہ پہچان سکا اور اسے اس کی آستین گٹے تک لمبی تھی اور خود قمیص ٹخنے تک تھی پھر اصل دکاندار کپڑوں کا مالک آ گیا تو اسے لوگوں نے بتایا کہ تیرے بیٹے نے امیر المومنین کے ہاتھ تین درہم میں قمیص بیچی ہے تو اس نے بیٹے سے کہا تم نے ان سے دو درہم کیوں نہ لئے چنانچہ وہ ایک درہم لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یہ درہم لے لیں حضرت علیؓ نے فرمایا یہ بات ہے؟ اس نے کہا اس قمیص کی قیمت دو درہم تھی میرے بیٹے نے آپ سے تین درہم لے لئے، حضرت علیؓ نے فرمایا اس نے اپنی رضامندی سے تین درہم میں بیچی اور میں نے اپنی خوشی سے تین میں خریدی۔

امیر المومنینؓ، خود عدالت کے سامنے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زرہ گم ہوئی، جب تلاش کی تو ایک یہودی کے پاس سے ملی، آپ رضی اللہ عنہ نے اس یہودی سے فرمایا: "یہ میری زرہ ہے' میں نے یہ زرہ نہ فروخت کی ہے اور نہ کسی کو ہبہ کی تھی۔ یہودی نے کہا: "یہ میری زرہ ہے' کیونکہ یہ میرے قبضہ میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چلو! قاضی کے پاس چلتے ہیں چنانچہ دونوں قاضی شریح کی عدالت میں گئے۔ شریح نے کہا جی امیر المومنین! آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ یہ زرہ جو اس یہودی کے پاس ہے' میری زرہ ہے میں نے یہ زرہ نہ بیچی ہے اور نہ کسی کو ہبہ کی ہے۔ شریح نے پھر اس یہودی سے کہا کہ ہاں تم کیا کہتے ہو؟ یہودی نے کہا کہ یہ میری زرہ ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ پھر شریح نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے امیر المومنین! آپ رضی اللہ کے پاس کوئی بینہ (ثبوت) ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی ہاں! یہ قنبر (حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غلام) اور

حسن رضی اللہ عنہ میرے گواہ ہیں کہ یہ زرہ میری ہے۔ شریح نے کہا کہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں تو جائز نہیں ہے۔ لہٰذا فیصلہ یہ ہے کہ یہ زرہ اس یہودی ہی کی ہے وہ یہودی اس فیصلہ سے بہت متاثر ہوا اور متعجب ہو کر کہنے لگا: امیر المومنین مجھے خود اپنے قاضی کے پاس لے کر آئے اور ان کے قاضی نے بھی انکے خلاف فیصلہ سنا دیا' میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دین 'دین حق ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ اے امیر المومنین! یہ زرہ آپ رضی اللہ عنہ ہی کی ہے لے لیجئے۔

(تاریخ المدینہ المنورہ ج ا صفحہ ۲۲۰)

فقیہ کے اوصاف

حضرت علی رضی اللہ عنہ محراب کے پاس بیٹھے تھے' آپ رضی اللہ عنہ کی زبان سے کلمات تشکر و تضرع جاری تھے' لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے ارد گرد حلقہ بنائے آپ رضی اللہ عنہ سے علمی استفادہ کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا امیر المومنین! آپ رضی اللہ عنہ ہمیں فقیہ (عالم) سے آگاہ کیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دو زانوں ہو کر بیٹھے اور فرمایا کہ کیا میں تم کو حقیقی فقیہ سے آگاہ کر دوں؟ (حقیقی فقیہ) وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ کرے' ان کو ان امور کا اجازت نہ دے جو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا ذریعہ بنتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی مخفیہ تدبیر سے بے خوف نہ کرے اور قرآن کو بے رغبتی ظاہر کرتے ہوئے نہ چھوڑے ایسی عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس میں فقاہت نہ ہو اور اس فقہ میں کوئی بھلائی نہیں جس پر پرہیزگاری نہ ہو اور تلاوت میں خیر و بھلائی نہیں جس میں تدبر نہ ہو۔

(حلیۃ الاولیاء ج ا صفحہ ۷۷)

حضرت علی ﷺ کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

منبر کے قریب ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ چادر لپیٹے بیٹھے تھے اور قرآن حکیم کی آیات کو دوہرا رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے پوچھا: اے ابن عباس! یہ آیت کریمہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے:

"الذین ینفقون اموالھم باالّیل والنھار سرًا وعلانیۃ" (البقرۃ:۲۷۴)

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت' حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی' ان کے پاس چار درہم تھے' ایک درہم رات کے وقت خرچ کیا' ایک درہم دن کے وقت خرچ کیا اور ایک پوشیدہ طور پر اور ایک اعلانیہ طور پر (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا۔ (اسد الغابہ صفحہ ۷۷)

والیٔ بصرہ حضرت ابن عباسؓ کے نام آپؓ کا مکتوب

آپؓ نے خط میں تحریر فرمایا

"تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ بصرہ وہ جگہ ہے جہاں شیطان اُترتا ہے اور فتنے سر اُٹھاتے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کو حسن سلوک سے خوش رکھو۔ اور ان کے دلوں سے خوف کی گرہیں کھول دو مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم بنی تمیم سے درشتی کے ساتھ پیش آتے ہو، اور ان پر سختی روا رکھتے ہو، بنی تمیم تو وہ ہیں کہ جب بھی ان کا کوئی ستارہ ڈوبتا ہے، تو اس کی جگہ دوسرا اُبھر آتا ہے اور جاہلیت اور اسلام میں کوئی ان سے جنگ جوئی میں بڑھ نہ سکا اور پھر انہیں ہم سے قرابت کا لگاؤ اور عزیز داری کا تعلق بھی ہے کہ اگر ہم اس کا خیال رکھیں گے تو اجر پائیں گے اور اس کا لحاظ نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ دیکھو ابن عباس! خدا تم پر رحم کرے (رعیت کے بارے میں) تمہارے ہاتھ اور زبان سے جو اچھائی اور برائی ہونے والی ہو اس میں جلد بازی نہ کیا کرو۔ کیونکہ ہم دونوں اس ذمہ داری میں برابر کے شریک ہیں تمہیں اس حسن ظن کے مطابق ثابت ہونا چاہئے جو مجھے تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے بارے میں میری رائے غلط ثابت نہ ہونا چاہئے۔"

یہ لوگ مجوسی تھے اس لیے حضرت کے حاکم کا رویہ ان کے ساتھ ویسا نہ تھا جو عام مسلمانوں کے ساتھ تھا جس سے متاثر ہو کر ان لوگوں نے امیر المومنین کو شکایت کا خط لکھا اور اپنے حکمران کے تشدد کا شکوہ کیا جس کے جواب میں آپ نے اپنے حاکم کو تحریر فرمایا کہ وہ ان سے ایسا برتاؤ کریں کہ جس میں نہ تشدد ہو اور نہ اتنی نرمی کہ وہ اس سے ناجائز فائدہ

لے کر شرانگیزی پر اُتر آئیں کیونکہ انہیں پوری ڈھیل دے دی جائے تو وہ حکومت کے خلاف ریشہ دوانیوں میں کھو جاتے ہیں اور کوئی نہ کوئی فتنہ کھڑا کر کے ملک کے نظم و نسق میں روڑے اٹکاتے ہیں اور پوری طرح سختی و تشدد کا برتاؤ اس لیے روا نہیں رکھا جا سکتا کہ وہ رعایا میں شمار ہوتے ہیں اور اس اعتبار سے ان کے حقوق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مکتوب کا متن بمع ترجمہ حسب ذیل ہے۔

اما بعد فان دهاقين اهل بدك شكوا منك غلظة و قسوة احتقار واجطرة ، ونظرت فلم ارهم اهلا لان يدلو لشركهم ولا ان يقصو ايجفوا لعهدهم فالبس لهم جلبابا من اللين لشربه يطرب من الشدة داداول لهم بين القرة والزافه، وامزج لهم بين التقريب والارنا مالا بعادو الافصاء ان شاء اللّٰه.

(نہج البلاغہ، مکتوب ۱۹)

''تمہارے شہر کے زمینداروں نے تمہاری سختی امنگ تحقیر آمیز برتاؤ، اور تشدد کے رویہ کی شکایت کی ہے میں نے غور کیا تو وہ شرک کی وجہ سے اس قابل تو نظر نہیں آتے کہ انہیں نزدیک کر لیا جائے اور معاہدہ کی بناء پر انہیں دور پھینکا اور دھتکارا بھی نہیں جا سکتا لہٰذا ان کے لیے نرمی کا ایسا شعار اختیار کرو جس میں کہیں کہیں سختی کی بھی جھلک ہو، اور کبھی سختی کر لو اور کبھی نرمی برتو، اور قرب و بعد اور نزدیکی دوری کے بین بین راستہ اختیار کرو۔'' ان شاء اللہ

زیادہ ابن ابیہ کے نام دو مکاتیب

جب کہ عبداللہ ابن عباس بصرہ، نواحی اہواز اور فارس و کرمان پر حکمران تھے اور یہ بصرہ میں ان کا قائم مقام تھا آپؓ نے اس کے پاس درج ذیل خط ارسال فرمایا۔

(۱) میں اللہ کی سچی قسم کھاتا ہوں کہ اگر مجھے یہ پتہ چل گیا کہ تم نے مسلمانوں کے مال میں خیانت کرتے ہوئے کسی چھوٹی یا بڑی چیز میں ہیر پھیر کیا ہے تو یاد

رکھو کہ میں ایسی مار ماروں گا کہ جو تمہیں تہی دست، بوجھل پیٹھ والا اور بے آبرو
کر کے چھوڑے گی۔ والسلام!
(۲) میانہ روی اختیار کرتے ہوئے فضول خرچی سے باز آؤ، آج کے دن کل کو
بھول نہ جاؤ، صرف ضرورت بھر کے لیے مال روک کر باقی محتاجی کے دن کے
لیے آگے بڑھاؤ۔
کیا تم یہ آس لگائے بیٹھے ہو کہ اللہ تمہیں عجز و انکساری کرنے والوں کا اجر دے گا!
حالانکہ تم اس کے نزدیک متکبروں میں سے ہو؟ اور یہ طمع رکھتے ہو کہ وہ خیرات
کرنے والوں کا ثواب تمہارے لیے قرار دے گا؟ حالانکہ تم عشرت سامانیوں
میں لوٹ رہے ہو، اور بیکسوں اور بیواؤں کو محروم کر رکھا ہے انسان اپنے ہی کیے کی
جزا پاتا ہے اور جو آگے بھیج چکا ہے وہی آگے بڑھ کر پائے گا۔" والسلام
(نہج البلاغہ مکتوب نمبر ۲۱)

خارجیوں کے بارے میں آپؓ کا فیصلہ

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰؓ نے خوارج کی کارستانیوں سے زچ ہو کر انہیں بد دُعاؤں اور ان کیلئے موت کی پیشین گوئی فرمائی تھی چنانچہ وقت نے آپؓ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور آپؓ کی پیشین گوئی بھی حرف بحرف پوری ہوئی اور خوارج میں جو سردار بھی اُٹھا، تلواروں پر دھر لیا گیا، چنانچہ اُن کے چند سرداروں کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جو بُری طرح موت کے گھاٹ اتارے گئے۔

نافع ابن ازرق: خوارج کا سب سے بڑا گروہ ازراقہ اسی کی طرف منسوب ہے یہ مسلم ابن عبیس کے لشکر کے مقابلہ میں سلامہ باہلی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

نجدہ ابن عامر: خوارج کا فرقہ نجدات اسی سے منسوب ہے، ابوفدیک خارجی نے اسے قتل کروادیا۔

عبداللہ ابن اباض: ، فرقہ اباضیہ اسکی طرف منسوب عبداللہ ابن محمد ابن عطیہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔

ابو بلس ہیصم ابن جابر: فرقہ بیہسیہ اس کی طرف منسوب ہے، عثمان ابن جبان والی مدینہ نے پہلے اس کے ہاتھ پیر کٹوائے اور پھر اسے قتل کر دیا۔

عروہ ابن اُدیہ: معاویہ کے عہد حکومت میں زیاد نے اسے قتل کیا۔

قطری ابن فجاءۃ: طبرستان کے علاقہ میں جب سفیان ابن ابرو کی فوج کا اس کے لشکر سے ٹکراؤ ہوا تو سورہ ابن اجر دارمی نے اسے قتل کیا۔

شوذب خارجی: سعید ابن عمرو حرشی کے مقابلہ میں مارا گیا۔

حوثرہ ابن وداع اسدی: بنی طے کے ایک شخص کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

مستورد ابن عرفہ: معاویہ کے عہد میں معقل ابن قیس کے ہاتھ سے مارا گیا۔

شبیب ابن یزید خارجی: دریا میں ڈوب کر مرا۔

عمران ابن حرب سراسبی: جنگ دولاب میں مارا گیا۔

زحاف ابن طائی:۔ بنو طاحیہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔

زبیر ابن علی سلیطی:۔ عتاب ابن ورقاء کے مقابلہ میں مارا گیا۔

علی ابن بشیر: اسے حجاج نے قتل کروایا۔

عبیداللہ ابن بشیر: صلهب ابن ابی صفرہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔

عبداللہ ابن الماحوز: جنگ دولاب میں مارا گیا۔

عبیداللہ ابن الماحوز: عتاب ابن ورقاء کے مقابلہ میں مارا گیا۔

ابوالوزاع: مقبرہ بنی یشکر میں ایک شخص نے اس پر دیوار گرا کر اسے ختم کر دیا۔

عبیداللہ ابن یحییٰ کندی:۔ مروان ابن محمد کے عہد میں ابن عطیہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

(شرح نہج البلاغہ)

حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ حنیف کی ایک گفتگو!

ایک دفعہ حضرت علیؓ کے ایک معتمد ساتھی حضرت عثمانؓ بن حنیف نے آپؓ سے فرمایا کہ دولت کی مساوی تقسیم کا اُصول نافذ کر کے اہم شخصیتوں کو عوام کی سطح پر لا کر حبشیوں ایرانیوں کا مرتبہ بلند کر کے غلاموں کو ان کے آقاؤں کے برابر دولتمندوں سے ان کی جاگیریں چھین کر اور ان کے رتبے کے مطابق ان کو ملنے والی تمام خصوصی مراعات کو یک قلم

منسوخ کر کے آپ ﷺ نے اپنے لئے پریشانیاں بڑھائی ہیں، انہوں نے مزید عرض کی کہ یہی وجہ ہے کہ دولتمند اور بااثر عرب آپ کے خلاف ہیں اور امیر معاویہؓ کے گرد اکٹھے ہو رہے ہیں، یہ غریب بے بس لوگ، معمر بیوائیں اور حبشی غلام آپ کے کسی کام نہیں آسکتے اور آپ کی کس طرح مدد کر سکتے ہیں آپؓ نے جواب دیا کہ میں کسی طرح بھی دولتمندوں کو سرمایہ داروں اور بااثر افراد کو ایک مسلمان ریاست کے اس مسلم معاشرے کے استحصال کی اجازت نہیں دے سکتا اور نہ ہی دولت اور مواقع کی غیر منصفانہ تقسیم کے نظام کی اجازت دے سکتا ہوں میں ایک لمحے کے لئے بھی اس کو برداشت نہیں کر سکتا، یہ عوام کی دولت ہے عوام میں ہی واپس جانا چاہئے یہ سرمایہ دار اور بااثر لوگ کسی قسم کی دولت پیدا نہیں کرتے بلکہ انہوں نے صرف عوام سے یہ دولت ان کا خون چوس چوس کر اکٹھی کی ہے اور حکومت کو ٹیکس ادا کرنے کے بعد جو کچھ ان کے پاس باقی رہ جاتا ہے وہ اداشدہ ٹیکس سے کئی گنا زیادہ ہے اگر یہ تمام نجی املاک ہوتیں تو میں ان کو بخوشی اسی طرح تقسیم کر دیتا جہاں تک ان کی نفرت اور ناراضگی کا تعلق ہے میں ان کی اس ناراضگی پر خوش ہوں جہاں تک ان بے بس ولا چار افراد کی خدمات کی افادیت کا تعلق ہے تو یاد رکھو کہ میں ان کی مدد ان کی خدمات حاصل کرنے کے لئے نہیں کر رہا ہوں میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ لوگ میری خدمت نہیں کر سکتے میں ان کی مدد اس لئے کر رہا ہوں کہ وہ خود اپنی مدد نہیں کر سکتے اور وہ بھی ویسے ہی انسان ہیں جیسا میں، خدا میرے فرض کی اسی طرح ادائیگی میں مدد فرمائے جس طرح وہ چاہتا ہے۔ یہ تھا وہ عظیم عمل جو آپ نے خود اپنی خلافت کے زمانہ میں دنیا کے سامنے پیش کیا، بیت المال میں رقم جمع نہیں کی بلکہ روز کی روز اس کو اس کے حق داروں تک پہنچا دیا اور اتنی سختی سے اس مال کی جانچ پڑتال کی کہ غیر مستحق ہاتھ اس مال کے نزدیک تک نہیں آتے تھے اپنے کیا غیر عرب کیا عجم غلام کیا آقا۔ مسلمان کیا غیر مسلم سب کے سب کو برابر انصاف ملتا تھا اور ہر شہری انصاف کے سایہ میں زندگی بسر کر رہا تھا کاش ایسا یہاں بھی ہو جائے۔

لباس میں غلام کے حقوق

جب آپ خلیفہ تھے تو غلام کے ساتھ تشریف لے گئے تا کہ کپڑا خرید کر اپنے اور

غلام (قنبر) کے لئے ایک ایک جوڑا بنوالیں، دکان پر پہنچ کر غلام سے کہا کہ اپنے اور میرے لئے کپڑا پسند کرلو۔ غلام نے اپنے لئے سستا کپڑا خریدا اور امیر المومنینؓ کے لئے عمدہ کپڑا خریدا، پھر درزی کی دکان پر تشریف لائے اور اس سے فرمایا سستا کپڑا میرے لئے اور عمدہ کپڑا غلام (قنبر) کے لئے قطع کر کے جوڑے تیار کردو۔

ایک مرد کا اقرار زنا

ایک شخص حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ''حضرت! میں نے زنا کیا ہے آپ مجھ پر حد جاری کر کے مجھے پاک فرمادیں۔'' حضرت علیؓ نے یہ سُن کر اس کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا پھر اس سے فرمایا ''بیٹھ جاؤ'' اس کے بعد لوگوں کی طرح رخ کر کے کہنے لگے ''تم لوگ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ جب اس قسم کا گناہ سرزد ہو تو یوں اپنی پردہ پوشی کرو جس طرح اللہ نے پردہ پوشی کی ہے'' مگر حضرت کے اس اشارہ کے بعد پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا امیر المومنین! میں نے زنا کیا ہے آپ مجھ کو پاک کردیں، حضرت نے پوچھا ''تو کیوں ایسی بات کہہ رہا ہے۔؟ اس نے عرض کی ''طہارت حاصل کرنے کی غرض سے۔ فرمایا! ''توبہ سے بڑھ کر کونسی طہارت ہوسکتی ہے۔!'' یہ کہہ کر آپ نے پھر اس سے اعراض کرلیا اور لوگوں سے باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں پھر وہ شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور اس نے پھر کہا کہ امیر المومنین میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھ کو پاک کردیں۔'' آپنے اس سے پوچھا ''قرآن پڑھنا جانتے ہو؟'' اس نے کہا ''جی ہاں'' فرمایا کچھ آیات کی تلاوت کرو '' چنانچہ اس نے چند آیتوں کو اچھی طرح پڑھا پھر آپ نے اس سے پوچھا ''اللہ نے جو حقوق تم پر واجب کئے ہیں ان سے بھی واقف ہو؟'' اس نے کہا ''جی ہاں'' آپ نے واجبات اس سے پوچھے تو ان کا جواب بھی اس نے نہایت خوبی سے دیا اس کے بعد آپ نے فرمایا ''کیا تمہارے سر میں یا جسم میں تکلیف ہے یا اور کوئی مرض ہے یا کسی سے رنجیدہ ہو گئے ہو؟ اس نے کہا ''نہیں یا امیر المومنین! ان باتوں میں سے کچھ بھی نہیں ہے'' تب آپ نے فرمایا ''وائے ہو تجھ پر اب چلا جا جس طرح میں نے علانیہ دریافت حال کیا ہے

اسی طرح پوشیدہ طور سے تحقیقات کرنا چاہتا ہوں لیکن اگر تو خود نہ آیا تو میں بھی تجھ کو نہیں بلاؤں گا پھر آپ نے اس کے متعلق جو دریافت کرایا تو معلوم ہوا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے اور کوئی امر اس کے متعلق نہیں ملا جو اس کے نقصان عقل پر دلالت کرے اس کے بعد پھر وہ شخص حضرت کے پاس آیا اور اس نے پھر حد جاری کرنے کی درخواست کی تو آپ نے ارشاد فرمایا اب بھی تو چلا جا اب کی اگر واپس آیا اور تو نے اقرار کیا تو حکم خدا لازم ہو جائے گا اس وقت میں تجھ کو نہیں چھوڑوں گا لیکن وہ چوتھی مرتبہ بھی آموجود ہوا اور حد جاری کرنے کو اس نے کہا تب حضرت امیر المومنینؑ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا، جتنے لوگ موجود ہیں وہ کل اس کی حد کا مشاہدہ کرنے کی غرض سے شہر کے باہر جمع ہوں لیکن میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ڈھانٹے باندھ کر آنا تا کہ ایک دوسرے کو نہ پہچانے۔

حد کا نفاذ

چنانچہ دوسرے روز پو پھٹنے سے پہلے ہی لوگ شہر کوفہ کے باہر جمع ہونے شروع ہوئے اور سب اپنے چہروں کو اپنے عماموں کے ڈھانٹوں سے چھپائے ہوئے تھے پھر آپ نے اعلان کیا کہ "تم لوگوں میں جو کوئی ایسا ہو کہ اس کی گردن پر حد ہو وہ اس کو نہیں مار سکتا لہٰذا یہاں وہی ٹھہرے جو حد سے بری الذمہ ہو باقی سب چلے جائیں۔"

یہ اعلان سنتے ہی کچھ لوگ باقی رہ گئے لیکن بر بنائے روایت کلینی باقی رہنے والوں میں سوائے امیر المومنین، حسنؑ و حسینؑ اور کوئی نہ تھا چنانچہ آپ نے تین پتھر مارے جس کے نتیجہ میں وہ راہی جنت ہو گیا، پھر حضرت علیؑ نے اس کو گڑھے سے برآمد کر لیا اور اس پر نماز پڑھی اور دفن کر دیا کسی نے کہا یا امیر المومنین آپ نے اس کو غسل نہیں دیا؟ فرمایا اس نے صبر عظیم کرکے ایسا غسل کر لیا ہے جس نے اس کو قیامت تک کے لئے پاک و طاہر کر دیا۔
(بحار الانوار ج ۹ ص ۴۹۴)

اقرار زنا پر ایک عورت پر حد کا نفاذ

ایک عورت حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا نہ۔۔۔

علیؑ طھّرنی اے علیؑ مجھے پاک کردیجئے، فرمایا "کس چیز سے پکا کروں: کہا میں نے زنا کیا ہے۔ فرمایا "تو شوہردار ہے؟" اس نے کہا "جی ہاں"

فرمایا تیرا شوہر موجود ہے یا سفر پر گیا ہے؟ اس نے کہا موجود ہے۔

فرمایا: تو حمل سے ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔

فرمایا جا! بچہ جن لے، اس کے بعد میرے پاس آنا۔"

جب وہ عورت نظروں سے غائب ہوگئی تو آپ نے فرمایا "بار الہا! یہ ایک شہادت ہوگئی جو اس عورت نے اپنے خلاف دی ہے۔

عورت کا بار بار آنا

کچھ دنوں کے بعد وہ عورت جب بچہ جن چکی تو پھر حضرت کی خدمت میں آئی اور عرض کرنے لگی "یا امیر المومنین! اب مجھ کو پاک کردیجئے کیونکہ اب میں بچہ کی ولادت سے فارغ ہو چکی ہوں لہٰذا آپ مجھ پر حد شرعی جاری فرمائیں کیونکہ عذاب دنیا عذاب آخرت سے آسان تر ہے۔ اس لئے میں عذاب دنیا کو اپنے لئے اختیار کرتی ہوں۔"

یہ سن کر حضرتؑ نے مثل اس شخص کے جو ناواقف ہو اور یہ عورت پہلے پہل آئی ہو اس سے فرمایا، کس چیز سے تجھ کو طاہر کروں؟ اس نے کہا میں نے زنا کیا ہے۔ پھر آپ نے پوچھا تیرا شوہر حاضر تھا یا غائب؟ اس نے کہا حاضر تھا۔ فرمایا جاؤ بچہ کو پورے دو سال دودھ پلاؤ پھر میرے پاس آنا۔ جب وہ عورت آنکھوں سے غائب ہوگئی اور اتنی دور پہنچ گئی کہ حضرت کی آواز نہیں سنتی تھی تو حضرت نے پھر فرمایا بار الہا! یہ اس عورت کی اپنی خلاف دو شہادتیں ہوئیں۔ جب دو سال گزر گئے تو وہ باایمان عورت پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کی یا حضرت! میں نے بچہ کو دو سال کامل دودھ بھی پلایا ہے اب میری تطہیر کردیجئے۔ حضرتؑ نے پھر حسب سابق...... اور یہ بھی پوچھا اے کنیز! کس چیز سے طہارت طلب کرتی ہے تو نے کیا کیا ہے؟ اس نے پھر جواب دیا کہ مجھ سے زنا سرزد ہوا ہے فرمایا "اس وقت تو شوہردار تھی یا بے شوہر؟ عرض کیا شوہردار تھی" القصہ حسب سابق حضرت نے سوالات کئے اور وہ اقرار کرتی گئی۔

آخر میں حضرت نے فرمایا جاؤ ابھی حد جاری نہیں ہوگی تمہارا بچہ چھوٹا ہے اس کی پرورش و پرداخت کرو یہاں تک کہ وہ اتنا بڑا ہو کہ اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ وہ کوٹھے سے نہیں گرے گا یا کوئیں میں نہیں جا گرے گا۔ اس دفعہ حد سے محرومی کا اس پاکباز کو اتنا صدمہ ہوا کہ اب وہ حضرت کی خدمت سے روتی ہوئی واپس ہوئی جب کافی دور پہنچ گئی تو حضرتؓ نے پھر بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ پالنے والے! یہ تیسری شہادت تھی۔

عمرو بن حریث کی بے جا مداخلت

راستہ میں اس عورت کو عمرو بن حریث ملا اور اس نے پوچھا کہ اے عورت تو کیوں گریہ کر رہی ہے؟

اس نے اپنا پورا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ اپنی بدقسمتی پر رو رہی ہوں کہ گناہ کرنے کے بعد اس کی حد شرعی سے بھی محروم رہی اب ڈرتی ہوں کہ میں مر جاؤں اور یہ حد میری گردن پر باقی رہ جائے جس کی وجہ سے عذاب آخرت سے مجھ کو دوچار ہونا پڑے۔"

اس کا یہ کلام سن کر عمرو بن حریث نے کہا تم پلٹ جاؤ میں تمہارے بچہ کی پرورش کروں گا۔ یہ عورت پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضرت نے پھر انجان بن کر اس سے حسب سابق سوالات کئے اس نے پھر مثل سابق جوابات دیئے اور اپنے گناہ کا اقرار کیا جس وقت عورت کے آخری الفاظ تمام ہوئے تو حضرت علیؓ نے اپنا سر جانب آسمان بلند کیا اور فرمایا بار الہا: میں نے چار گواہیاں اس عورت پر ثابت کر دیں اور تو نے اپنے رسول علیہ السلام سے فرمایا ہے کہ جس نے حدود الہٰی کو معطل کیا اس نے تجھ سے عناد کیا اور تجھ سے دشمنی کی ہے، خدایا تو گواہ رہنا کہ میں تیرے حدود کو معطل کرنے والوں میں نہیں ہوں، اور نہ تیرے احکام ضائع کرنا چاہتا ہوں بلکہ میں تیری اطاعت میں کوشاں ہوں یہ الفاظ آپ کی زبان مبارک پر جاری تھے مگر حالت یہ تھی کہ چہرہ آپ کا فرط غضب سے مثل انار کے سرخ تھا اور آثار اندوہ آپ کی پیشانی انور سے نمایاں تھے۔

عمرو بن حریث نے جو حضرتؓ کی یہ حالت مشاہدہ کی تو عرض کرنے لگا، حضرت! میں نے جو اس عورت کے فرزند کی کفالت کا ذمہ لیا تو یہ اس وجہ سے تھا کہ میرا خیال تھا کہ

آپ کی رضا اس میں ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرے اس فعل سے ناراض ہیں لہٰذا میں اپنے وعدہ کو واپس لیتا ہوں میں اس بچہ کی کفالت نہیں کرتا۔

یہ سن کر حضرت نے ارشاد فرمایا: اس عورت کے چار مرتبہ اقرار کر چکنے کے بعد اب یہ کہتا ہے اب تجھ کو علی الرغم اس کی پرورش کرنا پڑے گی۔ یعنی میں نے اس عورت کو حد کی تکلیف سے بچنے کے لئے راہ شرعی بتائی تھی جو تیری ناعاقبت اندیشی سے حدود ہو گئی ورنہ خداوند کریم مرنے کے بعد اس کو معاف کر دیتا۔

عورت پر حد کا نفاذ

اس کے بعد امیر المومنینؑ بالائے منبر تشریف لائے اور قنبرؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز جماعت کے لئے بلائیں، آوازِ اذان سنتے ہی اہل کوفہ اطراف واکناف سے جمع ہونے لگے جب مسجد خوب بھر گئی تو حضرتؑ کھڑے ہوئے اور بعد حمد خدا وثنائے رسول ﷺ ارشاد فرمایا ایہا الناس! میں کل صبح کو پشت کوفہ پر اس عورت پر حد جاری کرنا چاہتا ہوں لہٰذا کل تم لوگ پتھر لے کر جمع ہونا لیکن اس بات کا خیال کرنا کہ تم سب کے منہ چھپے ہوئے ہوں تا کہ ایک دوسرے کو نہ پہچانے، یہاں تک کہ اپنے گھروں کو واپس لوٹو یہ کہہ کر آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

راوی کا بیان ہے جب دوسرا روز ہوا تو اس عورت کو باہر لایا گیا اور تمام لوگ پتھروں کو اپنے دامن وآستین میں لئے ہوئے اپنے عماموں سے چہروں کو چھپائے ہوئے پشت کوفہ پر جمع ہوئے تھوڑی دیر میں حضرت علیؑ بھی تشریف لے آئے آپ نے حکم دیا کہ ایک گڑھا کھودا جائے اور اس میں اس عورت کو تا کمر دفن کر دیا جائے چنانچہ جب وہ عورت زمین میں گاڑی جا چکی تو حضرت اپنے خچر پر سوار ہوئے اور پیروں کو خوب اچھی طرح رکاب میں جما کر آپ نے اپنی انگشت شہادت ووسطیٰ اپنے گوش مبارک میں رکھی اور بہ آواز بلند فرمایا۔ ایہا الناس! خداوند عالم نے اپنی نبی ﷺ سے یہ عہد لیا ہے کہ کوئی ایسا شخص حد نہیں جاری کر سکتا جس پر خود حد ہو، لہٰذا جو شخص خود حد کے ساتھ ملوث ہو، وہ اس عورت کو پتھر نہ مارے۔

راوی کا بیان ہے کہ سنتے ہی جتنے آدمی تھے سب کے سب شہر واپس چلے گئے صرف تین شخص باقی رہ گئے اور وہ تھے علیؑ و حسنؑ اور حسینؑ لہٰذا ان تینوں عظیم شخصیتوں نے حد جاری کی۔ (بحار الانوار ج۹ ص ۴۹۳۔ کافی تہذیب، محاسن برقی)

بدفعلی کا اقرار

ایک مرتبہ حضرت علیؑ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک جوان آیا اور اس نے عرض کی یا امیر المومنین! میں نے ایک لڑکے کے ساتھ فعل بد کیا ہے مجھ کو آپ پاک کر دیں آپ نے فرمایا اے جوان اپنے گھر پلٹ جا معلوم ہوتا ہے کہ تیرا سر پھر گیا ہے چنانچہ وہ شخص چلا گیا لیکن دوسرے روز وہ پھر حاضر ہوا اور اس نے پھر وہی کلام دہرایا امام نے حسب سابق جواب دیا اور وہ چلا گیا یہاں تک کہ جب وہ چوتھی دفعہ آیا اور اس نے لواطت کا اقرار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اے شخص سن رسول خدا ﷺ نے اس گناہ کی پاداش تین حدیں مقرر کی ہیں۔

(۱) تیری گردن پر تلوار ماری جائے جتنا بھی اس سے زخم آئے وہی تیری سزا ہے۔

(۲) تیرے ہاتھ پیر باندھ کر پہاڑ سے نیچے پھینک دیا جائے۔

(۳) تجھ کو زندہ آگ میں ڈال دیا جائے۔

ان تینوں سزاؤں میں کون سی سزا اپنے لئے پسند کرتا ہے؟ اس نے پوچھا یا امیر المومنین ان تینوں میں سخت ترین عذاب کیا ہے؟ فرمایا آگ میں جلنا، اس نے کہا میں نے یہی اپنے لئے اختیار کیا۔ آپؑ نے فرمایا تو پھر آمادہ ہو جا۔ اس نے عرض کی اتنی اجازت دیں کہ آخری مرتبہ دو رکعت نماز پڑھ لوں، فرمایا پڑھ لو، چنانچہ اس نے وضو کر کے بہ کمال خضوع و خشوع دو رکعت نماز پڑھی نماز کے بعد اس کی دُعا یہ تھی۔

"پالنے والے! میں نے جو گناہ کیا ہے تو اس سے واقف ہے میں اس کے خوف سے امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے تین قسم عذاب میں مجھ کو اختیار دیا چنانچہ جو سخت ترین عذاب تھا اس کو میں نے اختیار کیا بار الہٰا تو اس کی تکلیف کو میرے گناہوں کا کفارہ قرار دے اور

روز آخرت مجھ کو آتش میں نہ جلانا۔"

یہ کہہ کر روتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور ایک مرتبہ بھڑکتے ہوئے شعلوں میں اس نے چھلانگ لگا دی اور اس میں پالتی مار کر بیٹھ گیا اس کی حالت پر تمام اصحاب معہ امیر المومنین کے رونے لگے، اور بالآخر حضرتؑ نے اس کو آگ کے شعلوں سے نکال لیا اور فرمایا:

قم یا ھذا فقد ابکیت ملائکۃ السماء والارض فان اللہ قد تاب علیک ......

"اے شخص اٹھ کھڑا ہو کیونکہ تو نے اپنی ادا سے آسمان وزمین کے فرشتوں کو رلا دیا۔ اللہ نے تیری توبہ قبول کر لی اب دوبارہ اس کا اعادہ نہ کرنا"۔

(بحار الانوار ج ۹ ص ۴۹۳ کافی وافی ج ۲ ص ۱۵)

بے گناہ قاتل کا فیصلہ

ایک مرتبہ ایک شخص کو ایک ویرانہ میں لوگوں نے اس طرح پایا کہ اس کی دونوں آستینیں کہنی تک اوپر چڑھی ہوئی تھیں، ہاتھ میں خون بھرا خنجر تھا اور اس کے سامنے ایک لاش خاک وخون میں لتھڑی ہوئی تڑپ رہی تھی اس سے پوچھا کہ تو نے اس کو قتل کیا ہے؟ تو اس نے اقرار کیا لہٰذا اس کو قتل کرنے کی غرض سے لے چلے، ابھی مقتل تک نہیں پہنچے تھے کہ ایک مرتبہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا ٹھہرو، اس کو قتل کرنے میں جلدی نہ کرو، بلکہ امیر المومنینؑ کی خدمت میں لے چلو، جب آپ کی خدمت میں آئے تو اس شخص نے اقرار کیا کہ اصل قاتل میں ہوں اور یہ شخص بے گناہ ہے جو گرفتار کیا گیا ہے تب آپ نے اس شخص سے پوچھا کہ تو نے کس لئے اقرار جرم کیا تھا، اس نے جواب دیا کہ یا امیر المومنینؑ میں اس ویرانہ کے پاس بھیڑ ذبح کر رہا تھا کہ مجھ کو پیشاب کی حاجت ہوئی لہٰذا اس ویرانہ میں آیا تو ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے خون میں لوٹ رہا تھا اتنے میں یہ لوگ وارد ہو گئے اور انہوں نے خون بھری چھری میرے ہاتھ میں دیکھی میرے علاوہ کوئی دوسرا اس ویرانہ میں نہ تھا انہوں نے مجھ سے سوال کیا اگر میں ان شواہد کے ہوتے ہوئے انکار کرتا تو یہ لوگ مجھ کو اتنا زدوکوب کرتے کہ مرنے کے قریب ہو جاتا اس لئے بوجہ خوف میں نے اقرار کرنے کے

علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ دیکھا۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو میرے فرزند حسنؑ کے پاس لے جاؤ وہ فیصلہ کریں گے جب آپ کی خدمت میں لے گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا، امیر المومنینؑ کی خدمت میں عرض کر دینا کہ قاتل نے اگرچہ ایک مرد کو مارا ہے لیکن اس نے ایک نفس کو ہلاکت سے بھی بچایا ہے اور خداوند کریم کا ارشاد ہے۔

من احیاھا فکانما احیا النّاس جمیعًا......

لہٰذا اس قضیہ میں حکم یہ ہے کہ دونوں کو رہا کیا جائے اور مقتول کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے، یہ فیصلہ سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ فیصلہ یہی ہے جو حسنؑ نے کیا۔
(بحار جلد ۹ ص ۴۹۸ طرق حکمیہ ص ۵۵)

آٹھ روٹیوں کی تقسیم کا عجیب واقعہ

منقول ہے کہ دو شخص باہم مل کر سفر کر رہے تھے راستے میں کھانا کھانے کے لیے بیٹھ گئے ایک شخص نے پانچ روٹیاں اور دوسرے نے تین روٹیاں دستر خوان پر رکھیں، اسی دوران ایک مسافر آ گیا اور اس نے سلام کیا ان دونوں نے اسے کھانا کھانے کو کہا، وہ شخص بیٹھ گیا اور مل کر کھانا کھانے لگا جب وہ کھانا کھانے سے فارغ ہوا تو اٹھا اور آٹھ درہم دستر خوان پر پھینکے اور کہا کہ یہ اس کھانے کا بدلہ ہے جو میں نے تم سے کھایا ہے۔

وہ مسافر تو چلا گیا، لیکن یہ دونوں ساتھی جھگڑنے لگے تین روٹیوں کا مالک کہتا تھا کہ درہم برابر تقسیم ہوں، اور ہم میں سے ہر ایک کو چار چار درہم ملیں گے۔ دوسرا ساتھی کہتا نہیں بھائی میری پانچ روٹیاں تھیں اور تیری تین تھیں، لہٰذا پانچ درہم میں اور تین درہم تجھے دیتا ہوں، معاملہ ان سے طے نہ ہو سکا بالآخر یہ فیصلہ حضرت علیؑ کے پاس پہنچا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: بہتر ہے کہ تم صلح سے اپنا معاملہ طے کر لو کیونکہ مہمان کے کھانے پر جھگڑا کرنا کوئی شرافت نہیں، اور تمہارے لیے یہ مناسب بھی نہیں، تین روٹیوں والا شخص بولا کہ حضور ہم تب راضی ہونگے جب ہمارے درمیان حق کا فیصلہ کیا جائے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر تو حق چاہتا ہے تو تیرا حق صرف ایک درہم بنتا ہے اور باقی سات درہم تیرے ساتھی کا حق ہے۔

وہ کہنے لگا: سبحان اللہ، حضور مجھے سمجھائیں تو سہی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

حساب کی عجیب باریکیاں

حضرت علیؓ نے فرمایا: میں تجھے سمجھاتا ہوں۔

یہ بتاؤ کہ تیری روٹیاں تین اور تیرے ساتھی کی روٹیاں پانچ تھیں؟

کہنے لگا۔ حضور اسی طرح تھیں۔

حضرتؓ نے فرمایا: کھانے والے تین اور روٹیاں آٹھ، آٹھ کو تین سے ضرب دیں تو چوبیس حصے ہوتے ہیں۔ ہر شخص کے حصہ کے آٹھ آٹھ ٹکڑے ہوتے ہیں۔ یہ تو معلوم نہیں کہ کس نے تھوڑا اور کس نے زیادہ کھایا ہے تو مجبوراً ماننا پڑے گا کہ تم نے برابر کھانا کھایا ہے۔

وہ کہنے لگا: حضور اسی طرح ہے۔

حضرت نے فرمایا: پھر تو نے اپنے تیسرے حصہ کے آٹھ ٹکڑے کھائے ہیں اسی طرح تیرے دوست نے بھی ایک تہائی کے آٹھ ٹکڑے اور مہمان نے بھی تہائی کے آٹھ ٹکڑے کھائے ہیں، اگر تین کو تین سے ضرب دیں تو نو ہوتے ہیں تو میں سے آٹھ تو تو خود کھا گیا ہے، باقی ایک بچتا ہے اور تیسرے ساتھی کی پانچ روٹیوں کو تین سے ضرب دیں تو پندرہ ہوتے ہیں پندرہ میں سے آٹھ تیرے ساتھی نے کھائے ہیں اور باقی سات حصے آنے والے مہمان نے کھائے ہیں، مہمان نے تیرے حصہ میں سے ایک ٹکڑا جبکہ تیسرے ساتھی کے سات ٹکڑے کھائے ہیں، وہ عقلمند مہمان آٹھ درہم دے گیا، لہٰذا حصہ کے مطابق سات درہم تیرے ساتھی کا حق ہے کیونکہ تیرے ساتھی کے سات ٹکڑے مہمان نے کھائے ہیں اور تیرا حق صرف ایک درہم ہے کیونکہ آٹھ میں صرف ایک حصہ تیرا تھا جو مہمان نے کھایا ہے وہ کہنے لگا حضرت اب میں آپؓ کے فیصلہ کو تسلیم کرتا ہوں۔ (عجائب احکام امیر المومنین)

زوجہ پر دھوکہ دہی کا الزام

روایت ہے کہ ایک شخص عورت کا ہاتھ پکڑ کر حضرت علی المرتضیٰ ﷺ کی خدمت میں لایا اور کہنے لگا: یا امیر المومنین! یہ عورت دھوکہ دے کر میری زوجہ بنائی گئی ہے، حالانکہ یہ

عورت دیوانی ہے:

وکانت امراة جميلة

حالانکہ عورت بڑی حسین تھی۔

حضرتؑ نے عورت سے پوچھا: تو کیا کہتی ہے؟

عورت نے کہا:

والله يا امير المومنين ما بى جنون......

''خدا کی قسم امیر المومنین میں پاگل نہیں ہوں۔ البتہ اس مخصوص وقت میں مجھ پر غنودگی اور غشی طاری ہوگئی تھی۔''

حضرتؑ نے مرد سے فرمایا۔ اپنی زوجہ کا ہاتھ پکڑ اور گھر واپس جا اور اس سے حسن سلوک کر۔

فما انت لها باهل......

''لیکن تجھ سے اس حسین وجمیل زوجہ سے نیکی اور حسن سلوک کی توقع نہیں۔''

(ذخائر العقبیٰ)

ایک غلام کی چالاکی

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ایک غلام شخص نے اپنے آپ کو آزاد ظاہر کر کے آزاد عورت سے شادی کر لی، عورت کو کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ اس کا شوہر تو ایک غلام ہے، لیکن اس کے باوجود وہ شادی پر رضامند ہوگئی اور کسی قسم کی ناراضگی کا مظاہرہ نہ کیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: چونکہ عورت راضی اور خوش ہے اور وہ مرد اب اس عورت کا مالک ومختار ہے لہٰذا اس عورت کے شوہر ہونے کا وہی زیادہ حقدار ہے۔ (مستدرک الوسائل)

واپس نہ آنیوالے مسافر کا فیصلہ

علی بن ابراہیم قمی نے اپنی سند سے اصبغ بن نباتہ سے روایت نقل کی ہے کہ

حضرت امیرالمومنین نے ایک ایسا عجیب فیصلہ کیا جو اس سے پہلے اور بعد میں کسی نے سنا اور نہ دیکھا، اصبغ سے پوچھا گیا کہ وہ کونسا عجیب فیصلہ تھا؟

اصبغ بیان کرتا ہے کہ میں حضرت امیرؑ المومنین علی المرتضیٰؑ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا ایک نوخیز خوبصورت جوان رو رہا ہے اور لوگ اس کے اردگرد اکٹھے ہیں، لوگ اسے خاموش کراتے لیکن وہ مسلسل روئے جا رہا ہے۔

جب اس نوجوان کی نگاہ حضرت علیؑ پر پڑی تو کہنے لگا: یا علیؑ! قاضی شریح نے میرے خلاف فیصلہ کیا ہے کہ مجھے معلوم نہیں وہ فیصلہ کیسا تھا۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: کیا واقعہ ہے؟

نوجوان کہنے لگا: یہ لوگ میرے باپ کو سفر پر لے گئے، جب یہ لوگ واپس آئے تو میرا باپ ان کے ساتھ نہ تھا، میں نے ان سے پوچھا میرا باپ کہاں ہے؟ تو کہنے لگے وہ فوت ہو گیا ہے میں نے کہا: میرے باپ کا کافی مال تھا وہ کہاں ہے؟ تو یہ کہتے ہیں کہ اس کے پاس کوئی مال نہ تھا، میں ان لوگوں کو لے کر قاضی شریح کے پاس پہنچا، قاضی نے انہیں قسم کھانے کو کہا، ان لوگوں نے قسم کھالی، قاضی نے انہیں چھوڑ دیا، یا امیرالمومنینؑ، مجھے یقین ہے کہ دوران سفر میرے باپ کے پاس کافی مال تھا۔

داؤدؑ کے فیصلے کی مثل

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: آج میں وہ فیصلہ کروں گا جو مجھ سے پہلے صرف حضرت داؤد علیہ السلام پیغمبر کے سوا اور کسی نے نہیں کیا۔

پھر فرمایا: قنبر! فوج کے سربراہوں کو حاضر کرو۔

فوج کے چند سربراہ حاضر خدمت ہوئے، پھر فرمایا: جن لوگوں کے ساتھ اس جوان کا باپ سفر پر گیا تھا انہیں بھی لاؤ، اس کے بعد ان لوگوں کو نوجوان کے سامنے لایا گیا۔

امیرالمومنینؑ نے ان لوگوں سے فرمایا: تمہارا یہ خیال ہے کہ مجھے تمہاری کارگزاری کا علم نہیں؟ اگر ایسا ہو تو پھر میں رعایا کے بارے میں لاعلم حکمران ہوں گا مگر ایسا ہے نہیں۔

پھر فرمایا: ان تمام لوگوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے مسجد کے ایک ایک ستون کے ساتھ

کھڑا کر دو، اس کے بعد اپنے کاتب عبداللہ بن رافع کو بلایا اور فرمایا ان لوگوں کے بیانات قلم بند کر و اور آپؓ نے لوگوں سے فرمایا: جب میں نعرہ تکبیر بلند کروں تو تم بھی تکبیر بلند کرنا، اس کے بعد ایک مجرم کو بلایا۔

تفتیش میں کیے گئے سوالات

اس سے پوچھا جب اس لڑکے کا باپ تمہارے ساتھ تھا تو تم کونسے دن سفر پر گئے تھے؟

مجرم نے کہا: حضور فلاں دن۔

پھر فرمایا: اس سفر میں شریک تم کتنے لوگ تھے، وہ کونسا سال اور کونسا مہینہ تھا، کتنے دنوں کا سفر تھا، اس جوان کا والد دن یا رات کے کونسے وقت میں مریض ہوا اس کی مرض کیا تھی؟ کتنے دن وہ بیمار رہا اور پھر فوت ہوا، اس کا علاج کیسے کیا گیا؟ مریض کی تیمار داری کون کرتا رہا؟ کونسے دن وہ اس دنیا سے چلا؟ اسے غسل وکفن کس نے دیا؟ نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟ دفن میں کون کون شریک تھے؟ اسے کتنے کپڑوں میں دفن کیا گیا؟ قبر میں اسے کس نے اتارا؟

جب یہ تمام سوال پوچھ لیے تو حضرت نے نعرہ تکبیر بلند کیا، لوگوں نے بھی تقلید میں نعرہ تکبیر بلند کیا۔

جب یہ تکبیر کی آواز باقی ملزموں نے سنی تو انہیں شک وشبہ پیدا ہونے لگا بلکہ یقین ہونے لگا کہ ان کے ساتھی نے ان کے خلاف نہیں بلکہ اپنے خلاف بھی اعتراف جرم کرلیا ہے۔

حضرتؓ نے فرمایا: اس شخص کو جیل میں لے جاؤ۔

اس کے بعد دوسرے شخص کو بلایا اور فرمایا: تم یہ خیال نہ کرو کہ مجھے تمہاری کارروائی کا علم نہیں، بلکہ مجھے علم ہے جو کچھ تم لوگوں نے اس جوان کے باپ کے ساتھ سلوک کیا ہے۔

وہ ملزم کہنے لگا: حضور میں بھی ان کا ایک ساتھی ہوں، لیکن آپؓ یقین کیجئے کہ میں اس کے قتل ہونے پر راضی نہیں تھا، بلکہ مجھے ان کا یہ عمل سخت ناپسند تھا۔ اب جبکہ اس شخص

نے اقرار جرم کرلیا، حضرتؑ نے تمام کو ایک ایک کر کے بلایا اور ایک نے اعتراف جرم کرلیا
ور قتل کرنا تسلیم کرلیا، اب حضرت کے لیے ضروری تھا کہ مقتول کا مال بھی واپس کروا کر
مقتول کا خون بھی وارث کو دلوائیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ

قاضی شریح نے پوچھا: امیر المومنینؑ! حضرت داؤد، کا فیصلہ کیسا تھا؟

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام گلی میں گزر رہے تھے کہ چند بچے کھیل رہے تھے، وہ لڑکے ایک دوسرے لڑکے کو اس کے نام "یا مات الدین" سے پکارتے تو وہ انہیں لبیک کہتا۔

حضرت داؤد علیہ السلام اس بچے کے پاس گئے اور پوچھا: بیٹا آپ کا نام کیا ہے؟

بچے نے کہا: حضور میرا نام "مات الدین" ہے (یعنی دین مر گیا)

حضرت نے پوچھا: تیرا یہ نام کس نے رکھا ہے؟

بچے نے کہا: حضور میری ماں نے میرا یہ نام رکھا ہے؟

حضرت نے پوچھا: اب تیری ماں کہاں ہے؟

بچے نے جواب دیا: میری ماں گھر پہ ہے۔

حضرت نے فرمایا: مجھے اپنے گھر لے جاؤ۔

پیغمبر خدا علیہ السلام جب اس کے گھر پہنچے تو عورت کو بلا کر پوچھا تیرے اس بچے کا نام کیا ہے؟

عورت نے عرض کیا: حضور اسی کا نام مات الدین ہے۔

آپ نے فرمایا: تو نے اپنے بچے کا یہ نام کیوں رکھا ہے؟

عورت کہنے لگی: حضور اس کے باپ کی وصیت ایسی تھی۔

حضرت نے پوچھا: اس کا باپ کہاں ہے؟

عورت نے جواب دیا: اس کا باپ چند افراد کے ہمراہ سفر پر گیا، اور میں ان دنوں حاملہ تھی باقی لوگ تو واپس آ گئے لیکن میرا شوہر واپس نہ ہوا۔

میں نے ان لوگوں سے پوچھا میرا شوہر کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ فوت ہوگیا ہے، پھر میں نے اس کے مال واسباب کے بارے پوچھا تو کہنے لگے اس کا مال باقی نہیں بچا۔

میں نے پوچھا: کوئی وصیت بھی کی ہے؟

انہوں نے کہا: ہاں مرحوم نے صرف اتنا کہا کہ میری بیوی حاملہ ہے، میری یہ وصیت ہے کہ میرا بیٹا پیدا ہو یا بیٹی اس کا نام "مات الدین" رکھنا۔

اب میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ میں شوہر کی وصیت پوری نہ کروں لہٰذا میں نے اپنے اس بچے کا نام "مات الدین" رکھا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو ان لوگوں کو پہچانتی ہے جن کے ساتھ تیرا شوہر سفر پر گیا تھا؟

عورت نے جواب دیا۔ جی ہاں حضور میں انہیں پہچانتی ہوں۔

حضرت نے فرمایا: زندہ ہیں یا مر گئے ہیں؟

عورت نے جواب دیا: زندہ ہیں۔

حضرت نے فرمایا: مجھے ان کے پاس لے چلو۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے انہیں اپنے گھر بلایا اور بالکل اسی طرح فیصلہ کیا جیسا کہ میں نے فیصلہ سنایا ہے اور مقتول کا خون بہا ان کے ذمہ لگایا۔ اور پھر اس عورت سے فرمایا: کنیز خدا! اب اپنے بیٹے کا نام بدل اور اس کا نام "عاش الدین" رکھ (یعنی دین زندہ ہوگیا)

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کی: یا حضرتؓ! اگر لڑکا دعویٰ کرے کہ میرے والد نے ایک لاکھ دینار مرنے کے بعد چھوڑے ہیں اور یہ لوگ کہیں کہ نہیں اس کے پاس صرف بیس ہزار درہم باقی تھے یا اس سے کم وبیش اس کا مال تھا تو آپ اس کا فیصلہ کیسے فرمائیں گے، جبکہ مرحوم کے ساتھ کچھ کہتے ہیں اور اس کا وارث بیٹا کچھ کہتا ہے اس اختلاف کی صورت میں کس کے قول کو ترجیح دی جائے گی؟

آپؓ نے فرمایا: اس صورت میں ان لوگوں کی نامزد انگوٹھیاں لے کر اپنی انگوٹھی سے ملا دوں گا۔ پھر قرعہ کے نشان کو چلاؤں گا۔ جس کے نام پر قرعہ جارکے گا وہی سچا تصور ہو گا، کیونکہ قرعہ کا نشانہ منجانب خدا ہوتا ہے اور وہ خطا نہیں ہوتا، اس عمل کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ لڑکا کہتا تھا میرے باپ کے پاس اتنی رقم تھی اور اس کے ساتھی کہتے کہ وہ رقم تھوڑی تھی۔

اس وقت امیر المومنینؓ نے اپنی انگوٹھی اتار دی اور ان لوگوں کو انگوٹھیاں بھی لے لیں، پھر ان تمام کو ملا دیا، پھر فرمایا: قرعہ کے تیر کو چلاؤ، اور تم میں سے جو شخص میری انگوٹھی باہر نکال لے گا تو وہی سچا ہوگا؟ کیونکہ یہ قرعہ اندازی منجانب خدا ہے اور خدا کا فیصلہ غلط نہیں ہوتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس صورت میں حضرتؓ نے قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا اور اس پر عمل بھی کیا اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جب کسی بات میں اختلاف ہو تو قرعہ اندازی سے اس کا فیصلہ کیا کرو۔ (علی ابن ابراہیم قمی) (بحوالہ، مولائے کائنات کے فیصلے)

شوہر اور دو چچازاد بھائیوں کی میراث کی تقسیم

ابن طلحہ کتاب مطالب السوال میں بیان کرتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰؓ کے زمانہ خلافت میں ایک عورت فوت ہوئی، اس کے ورثاء میں سے شوہر اور دو چچا زاد بھائی باقی بچے، اس کے دو چچازاد بھائیوں میں سے ایک اس کا مادری بھائی تھا۔ قاضی شریح نے فیصلہ دیا کہ عورت کی آدھی میراث شوہر کو اور باقی نصف میراث اس کے اس چچا زاد بھائی کو ملے گی جو اس کا مادری بھائی ہے اور دوسرا چچازاد محروم ہوگا، جب یہ بات حضرت علی تک پہنچی تو آپؓ نے فرمایا:

اے شریح یہ فیصلہ تو نے کیا ہے؟

قاضی شریح نے کہا میں نے قرآن کی رو سے فیصلہ کیا ہے کیونکہ اس کا وہ چچازاد بھائی جو مادری بھائی بھی تھا اس کی ماں اور باپ دونوں کے حصے میں نے اسے دیئے لہٰذا وہ دو حصوں کا مالک ہوگا۔

حضرتؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ.
(النساء: ۱۲)

"اور اگر کوئی مرد یا عورت اپنے کلالہ (مادری بھائی یا بہن) کا وارث ہوتا ہے اور ایک بھائی یا ایک بہن ہے تو ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے"۔

اس لحاظ سے آدھی میراث شوہر کو ملے گی اور دو چچازاد بھائیوں میں سے وہ جو مادری بھائی ہے تیسرا حصہ اسے ملے گا اور دوسرے چچازاد کو مال کا چھٹا حصہ ملے گا، اور اس کی میراث کا مال اس تقسیم کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ (مطالب السوال)

میراثِ خنثیٰ کے بارے میں

ابراہیم بن محمد ثقفی نے اپنی کتاب "غارات" میں حسن بن بکر بجلی سے روایت بیان کی ہے کہ ہم "مسجد رحبہ" کے صحن میں حضرت علیؑ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ کچھ لوگ اندر آئے اور حضرت کو سلام کیا۔ حضرت نے سلام کا جواب دینے کے بعد پوچھا: تم اہل جزیرہ سے ہو یا اہل شام سے؟ وہ کہنے لگے: حضور ہمارا تعلق شام سے ہے اور ہمارا باپ فوت ہو گیا ہے اس کی میراث کافی ہے ورثاء میں سے مرد اور عورتیں ہیں، لیکن ان میں ایک خنثیٰ بھی ہے اور اس کے اعضاء مرد اور عورت جیسے ہیں، وہ ہم سے مردوں کے حصے کا مطالبہ کرتا ہے، لیکن ہم اسے بیٹے کے حصے کی وراثت نہیں دینا چاہتے۔ آپ فیصلہ فرمائیں۔

حضرت نے فرمایا: جا کر معلوم کرو، اگر وہ مردوں کی طرح پیشاب کرے تو میراث کا حصہ مردوں جیسا اسے ملے گا اور اگر عورتوں کی طرح پیشاب کرے تو عورت کا حصہ اس کا ہو گا۔

اس قسم کی ایک روایت ہشام بن سالم نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے بھی نقل کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا: خنثیٰ کی میراث کے وقت اس کے مخرج بول کا پوچھا جائے گا، مردوں کی طرح پیشاب کرے تو حصہ مردوں جیسا اور اگر عورتوں جیسا کرے تو حصہ عورتوں جیسا ملے گا اور اگر ہر دو مقامات سے پیشاب آتا ہو تو جس مقام سے پہلے پیشاب خارج ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا، اگر دونوں مقامات سے اکٹھا پیشاب خارج ہو اور اکٹھا

رک بھی جائے تو وہ عورت اور مرد دونوں کا حصہ لے گا۔ اسی طرح کی روایت اسحاق بن عمارہ نے بھی نقل کی ہے۔ (مولائے کائنات کے فیصلے)

اس شخص کے بارے میں جس کے دو سر تھے

روایت ہے کہ جب حضرت علیؑ مسند خلافت پر متمکن تھے کہ ان دنوں ایک عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ جس کے دو سر تھے، لوگ حیران ہو گئے کہ یہ شخص ایک ہے یا دو ہیں۔ یہ قضیہ حضرت علی علیہ السلام کے دربار میں لایا گیا۔ حضرت نے فرمایا: جب یہ بچہ سو جائے تو آہستہ آہستہ ایک سر کو حرکت دو اور بیدار کرو۔ اگر ایک کے بیدار ہونے سے دوسرا بھی بیدار ہو جائے تو سمجھ لو کہ روح ایک ہے اور انسان بھی ایک ہے اور اگر ایک بیدار ہو اور دوسرا ویسے کا ویسا سوتا رہے تو یقیناً یہ دو انسان ہیں اور اس کے میراث کے بھی دو حصے ہیں۔

(الارشاد شیخ مفید، مولائے کائنات کے فیصلے)

دریائے فرات میں ڈوبنے والا

کتاب عجائب احکام میں مذکور ہے کہ چھ بچے دریائے فرات میں نہا رہے تھے کھیل کود رہے تھے کہ ایک بچہ ان میں سے ڈوب گیا۔

ان میں سے تین افراد نے گواہی دی کہ فلاں دو افراد نے اس بچے کو ڈبویا ان دو افراد نے گواہی دی کہ نہیں ان تین افراد نے اسے دریا میں غوطہ دیا ہے۔ یہ قضیہ حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا۔

حضرتؑ نے فرمایا: اس بچے کی دیت پانچ حصوں میں تقسیم ہو گی، تین حصے دو افراد کے ورثاء ادا کریں اور دو حصے دیت کے تین افراد کے وارث ادا کریں گے۔

(مولائے کائنات کے فیصلے)

ایک وصیت پر عمل کا فیصلہ

منقول ہے کہ ایک شخص نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے مال کا ایک جز خرچ کیا جائے لیکن معین نہ کیا کہ کتنا ہو، متوفی کے بعد ورثاء جھگڑنے لگے کہ جزء مال کتنا ہو گا؟

بالآخر یہ فیصلہ حضرت علی ؓ کے پاس پہنچا حضرتؓ نے فیصلہ سنایا کہ متوفی کے مال کا ساتواں حصہ فی سبیل اللہ ادا کیا جائے اور یہی اس کے قول کے مطابق جز مال ہے، پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی:

لها سبعة ابواب لكل باب منهم جزء مقسوم......

''اس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لیے ایک حصہ تقسیم کر دیا گیا ہے۔'' (سورہ حجر ۴۴)

اسی طرح کی ایک اور وصیت

منقول ہے کہ ایک شخص نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے مال کا ایک حصہ بطور صدقہ دیا جائے ورثاء میں اختلاف پیدا ہوا کہ سہم کتنا ہونا چاہیے یہ فیصلہ امیر المومنینؑ کے پاس پہنچا حضرتؑ نے فرمایا: مال کے آٹھ حصے کیے جائیں اور آٹھواں حصہ بطور صدقہ دیا جائے اور ثبوت میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل. (توبہ: ۶۰)

''صدقات وخیرات بس فقراء ومساکین اور ان کے کام کرنے والے اور جن کی تالیف قلب کی جاتی ہے اور غلاموں کی گردن کی آزادی میں قرضداروں کے لیے اور راہ خدا میں اور غربت زدہ مسافروں کے لیے۔''

آٹھ قسمیں ہیں جن میں سے ہر ایک کے لیے ایک حصہ مقرر ہے۔

(الارشاد شیخ مفید، مناقب ابن شہر آشوب)

غلام کو آزاد کرنے کی وصیت

ایک شخص نے بوقت وفات وصیت کی کہ ہر وہ غلام جو زمانہ قدیم سے میری ملکیت ہے، میرے مرنے کے بعد وہ آزاد ہوگا، وصیت کے بعد وہ شخص مر گیا، ورثاء کے لیے مسئلہ مشکل بن گیا، اور انہیں معلوم نہیں تھا کہ غلام قدیم کونسے اور جدید غلام کونسے ہیں،

فیصلہ حضرت علیؓ کے پاس پہنچا حضرتؓ نے فرمایا: وہ غلام جو متوفی کی وفات سے چھ ماہ قبل اس کی ملکیت میں داخل ہوا ہے وہ غلام قدیم ہے اور جو غلام چھ ماہ سے کم عرصہ میں مرحوم کی غلامی میں داخل ہوا ہے، وہ غلام جدید تصور ہوگا، پھر آپؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

والقمر قدّرناہُ منازل حتّٰی عاد کالعرجونِ القدیمِ.

''اور چاند کے لیے بھی ہم نے منزلیں معین کردی ہیں یہاں تک کہ وہ آخر میں پلٹ کر کھجور کی سوکھی ٹہنی جیسا ہو جاتا ہے۔'' (یٰسٓ:۳۹)

یہ بات تحقیق سے ثابت ہوتی ہے کہ کھجور کا خوشہ جس دن سے پھوٹتا ہے اس وقت سے لے کر خشک ٹہنی ہونے تک آٹھ مراحل ہوتے ہیں۔

(الارشاد شیخ مفید، مولائے کائنات کے فیصلے)

ہاتھی کے وزن کرنے کی قسم اٹھانا

ایک شخص نے حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ ہاتھی کو تولوں تا کہ مجھے اس کا وزن معلوم ہو جائے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: تم نے کیسی بے ہودہ قسم کی قسم کھائی ہے! تجھے کیا ضرورت ہے کہ تم اس چیز کے بارے میں قسم کھاتے ہو، جس پر تم طاقت نہیں رکھتے۔

اس شخص نے کہا، اب تو میں نے قسم اٹھالی ہے!

حضرت علیؓ نے فرمایا! اب ایسا کرو! ہاتھی کو کشتی میں سوار کرواور دیکھو کشتی پانی میں کتنی مقدار میں ڈوبی ہے، پھر اس کو کشتی سے باہر لاؤ۔

وزنی پتھر کشتی میں ڈالو یہاں تک کہ کشتی پانی میں اتنا ڈوب جائے جتنا کہ ہاتھی کے وزن سے ڈوبی ہے جب اس حد تک ڈوب جائے تو ان پتھروں کو باہر لا کر ان کا وزن کرو یہی ہاتھی کا وزن ہے۔ (تہذیب الابصار شیخ طوسی)

مقتول کی وصیت پر عمل

روایت ہے کہ ایک شخص نے تہائی مال خرچ کرنے کی وصیت کی اور پھر وہ غلطی

سے قتل ہو گیا، حضرت نے فرمایا کہ دیت کا تہائی حصہ بھی اس تہائی مال میں شامل ہوگا جس کو خرچ کرنے کی وصیت کی تھی۔

اسی کتاب میں نقل ہے کہ ایک شخص حضرت کی خدمت میں آیا، جس کی ایک آنکھ نابینا تھی اور دوسری آنکھ لڑائی میں اندھی کر دی گئی تھی۔ حضرتؓ نے فرمایا: اب تیری مرضی کہ مارنے والے کی آنکھ کو اندھا کرا اور آدھی دیت بھی وصول کر لے یا پھر آنکھ کی پوری دیت وصول کرا اور مارنے والے شخص کو معاف کر دے۔

اسی طرح حیض و نفاس و حاملہ عورت پر اس وقت تک حد جاری نہیں کی جا سکتی جب تک ان کی یہ تکلیف دور نہ ہو جائے۔ (مولائے کائنات کے فیصلے)

پرندے کے شکار کے بارے میں

ایک شخص نے ایک پرندہ دیکھا اور اس کو شکار کرنے کے سلسلہ میں اس کے پیچھے چلتا گیا حتیٰ کہ وہ پرندہ ایک درخت پر جا بیٹھا، ایک دوسرا آدمی آیا اور اس نے اس پرندے کا شکار کر لیا اور اسے پکڑ لیا، وہ شخص کہنے لگا یہ پرندہ میرا ہے کیونکہ میں اس کو تاڑ رہا تھا اور میں اس کو دیکھ رہا تھا۔

یہ جھگڑتے ہوئے حضرت علیؓ کے پاس آئے تو آپؓ نے فرمایا:

لِلْعینِ مَا رات وَلِلْیَدِ مَا اخذت......

"آنکھ کا وہی حصہ ہے جو اس نے دیکھا ہے اور شکار اس ہاتھ کا ہے جس نے پکڑا ہے۔"

غلام مکاتب کے بارے میں

ایک غلام حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: حضور! میں نے اپنے آقا کے ساتھ شرط رکھی کہ اتنی رقم میں سالانہ تمہیں ادا کروں گا، اب میں نے پوری رقم یک مشت پیش کی اور کہا کہ مجھے آزاد کرے، لیکن وہ میرا مالک اس پر راضی نہیں ہوتا، حضرت نے اس کے آقا سے فرمایا: تو قبول کیوں نہیں کرتا، وہ اور کہنے لگا حضورؐ! میں نے شرط لگائی

تھی کہ ہر سال اتنی رقم وصول کروں گا، یک مشت نہیں، حضرت نے فرمایا: تیری شرط صحیح اور درست ہے۔

حضرت علیؓ کا فیصلہ

تین مرد حضرتؓ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ فلاں شخص نے زنا کیا ہے۔

حضرت نے فرمایا: چوتھا گواہ کہاں ہے؟ کہنے لگے ابھی آجائے گا۔

حضرت نے فرمایا: حد جاری کرنے میں کوئی مہلت نہیں اس کے بعد حکم دیا کہ ان تینوں پر حد قذف جاری کی جائے۔

چور سزا سے بچ گیا

چور نے چوری کی لیکن سامان گھر سے نہ لے جاسکا، حضرتؓ نے فرمایا: اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے کیونکہ اس نے سامان گھر سے باہر نہیں نکالا۔

ایک آزاد اور غلام بچے کی میراث کا فیصلہ

ایک دیوار کچھ لوگوں پر گری اور وہ اس کے نیچے دب کر مر گئے، ان اموات میں ایک کنیز اور ایک آزاد عورت بھی تھی اور اس آزاد عورت کا ایک لڑکا آزاد مرد سے تھا اور اس جاریہ کے بھی ایک لڑکا غلام سے تھا ان دونوں بچوں میں حر و مملوک کی شناخت نہ ہوتی تھی امیر المومنینؓ نے دونوں لڑکوں پر قرعہ ڈالا، جس کے نام حریت کا قرعہ نکلا اس کو حر سمجھا گیا اور دوسرے کو مملوک اور دونوں بچوں کے درمیان عبد و مولا کی میراث کا حکم دیا گیا۔

(مناقب شہر آشوب)

عجیب الخلقت بچے کی میراث

حضرت علیؓ کے دور خلافت میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا جس کے دو سر اور دو سینے تھے پس حضرت سے سوال کیا گیا کہ اس کو میراث کیسے دی جائے، آپ نے فرمایا کہ اس کو سلا دو اور پھر بلند آواز سے پکارو اگر اس کے جسم کے دونوں حصے ایک بار ہی جاگ جائیں تو

میراث ایک ہو گی اگر ایک حصہ جاگ جائے ایک باقی رہے تو دو میراثیں ہوں گی۔

قتل خطاء کا فیصلہ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسا شخص پیش کیا گیا جس نے کسی شخص کو خطاء قتل کر ڈالا تھا، حضرت نے اس سے پوچھا تیرے اہل قبیلہ اور قرابت دار لوگ کہاں ہیں، کہا میرے قرابت دار موصل میں ہیں، حضرت نے ان کی بابت تحقیق کی، لیکن کوئی قرابت دار یہاں نہ معلوم ہوا آپ نے حاکم موصل کو لکھا کہ فلاں ابن فلاں نے جس کا حلیہ ایسا ایسا ہے ایک مسلمان شخص کو خطاً قتل کر دیا ہے اور وہ بیان کرتا ہے کہ میں اہل موصل سے ہوں، وہاں میرے قرابتدار اور اہلبیت ہیں، پس میں اس کو مع اپنے رسول فلاں بن فلاں کے جس کا حلیہ ایسا ایسا ہے روانہ کرتا ہوں جب یہ دونوں تیرے پاس پہنچیں اور تو میرا خط پڑھے تو اس کی تحقیق کرنا، اور قرابت داروں کا حال معلوم کرنا اگر موصل میں سے مسلمان قرابتدار وہاں ہوں تو ان کو جمع کرنا اور جو شخص اُن میں سے ایسے ہوں کہ موافق کتاب اللہ کے بغیر کسی مانع کے اس کی میراث ان کو پہنچتی ہو اور وہ لوگ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے قرابت دار ہوں تو جو باپ کے قرابت دار ہوں ان سے دو ثلث اور جو ماں کے قرابت دار ہوں ان سے ایک ثلث دیت طلب کر اور اگر باپ کے قرابت دار نہ ہوں تو دیت کے قرابتداروں پر تقسیم کرو، اور اس دیت کو اُن سے تین برس کے درمیان میں قسطیں کر کے لے لے اور اگر نہ کوئی قرابتدار ماں کی طرف کا ہو نہ باپ کی طرف کا تو اس دیت کو اہل موصل میں سے ان لوگوں پر تقسیم کر جن میں یہ شخص پیدا ہوا ہے اور نشو و نما پائی ہو لیکن اس میں ان کا غیر کوئی اہل شہر سے نہ داخل کرنا چاہئے پس ان لوگوں سے بھی دیت لینے کے لئے بھی تین سال مقرر کرنا اور ہر سال کے لئے ایک حصہ معین کر دینا اور اس کا اگر موصل میں کوئی قرابتدار ہو ہی نہیں اور نہ اہل ہو تو اس کو میری طرف مع قاصد کے لوٹا دینا میں اس کا ولی اور دیت ادا کرنے والا ہوں، تاکہ ایک مرد مسلم کا خون باطل نہ ہو۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

ابن الحر الجعلی کہتا ہے کہ میں ایک روز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ دو شخص

ایک کپڑے پر جھگڑا کرتے ہوئے۔ آئے ایک کہتا تھا میرا ہے اس پر گواہ بھی رکھتا تھا دوسرا کہتا تھا میرا ہے میں نے بازار سے ایک شخص سے خریدا ہے جس کو میں نہیں جانتا۔ حضرت معاویہ ؓ نے کہا، کاش اس معاملہ میں حضرت علی ؓ فیصلہ کرتے تو خوب ہوتا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت معاویہ ؓ سے کہا کہ میں ایک روز میں حضرت علی ؓ کی خدمت میں حاضر تھا انہوں نے اس قسم کا

قضیہ فیصل فرمایا تھا اور کپڑا اس شخص کو دلایا تھا جس کے گواہ تھے اور دوسرے سے کہا تھا کہ تو بائع کو لا، معاویہ نے یہ سن کر اس قضیہ کو اس طرح فیصل کیا۔

(مناقب، شہرآشوب)

جابر ابن عبدالہ بن یحییٰ کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت علی ؓ کے پاس آیا اور کہا یا امیر المومنین میں نے اپنی عورت سے منی کو روکا تھا مگر وہ حاملہ ہوگئی ہے فرمایا کہ تو اس بات کی قسم کھا کہ تو نے مجامعت کر کے قبل پیشاب کرنے کے دوسری مرتبہ تو اس سے جماع نہیں کیا؟ اس نے کہا ایسا تو ضرور ہوا ہے۔ فرمایا بس لڑکا تیرا ہے۔ (کیونکہ ہوسکتا ہے کہ پہلی مرتبہ کے جماع کی منی کا بقیہ دوسری مرتبہ کے جماع میں خارج ہوگیا ہو۔)

(مناقب ابن شہرآشوب)

ایک غلام کا فیصلہ

ایک شخص نے اپنے غلام کو اپنے لڑکے کے ساتھ کوفہ بھیجا اتفاقاً وہ دونوں راستہ میں لڑ پڑے لڑکے نے غلام کو مارا غلام نے اس کو گالیاں دیں اور یہ دعویٰ کیا کہ وہ لڑکا اس کا غلام ہے جب یہ قضیہ امیر المومنین ؑ کے پاس پہنچا تو حضرت علی ؑ نے قنبر سے فرمایا، دیوار میں دو سوراخ بناؤ اور ان دونوں سے کہو کہ اپنے اپنے سر ان سوراخوں سے باہر نکالیں۔

پھر فرمایا: اے قنبر رسول اللہ ﷺ کی تلوار اٹھا لاؤ، قنبر تلوار لائے تو کہا، جلدی سے غلام کا سر کاٹ لے، جو غلام تھا اس نے یہ سن کر خوف سے اپنا سر اندر کی طرف سے باہر کھینچ لیا اور دوسرا اسی طرح رہا پس حضرت نے غلام کو سزا دی اور اس کے آقا کی طرف لوٹا دیا اور فرمایا اگر اب ایسا کیا تو تیرا ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔ (مناقب شہرآشوب)

علم نفسیات کا عجیب فیصلہ

ایک شخص نے مرتے دم اپنے ایک دوست کو دس ہزار درہم سوا پنے اور وصیت کی کہ جب تمہاری ملاقات میرے لڑکے سے ہو تو اس میں سے جو تم چاہو اس کو دے دینا چنانچہ جب اس سے ملاقات ہوئی تو امیر المومنینؑ نے فرمایا: تم اس لڑکے کو کتنا دو گے، کہا ایک ہزار درہم، حضرت نے فرمایا، اب اس کو نو ہزار درہم دو اور ایک ہزار درہم خود لو، کیونکہ جو تم نے چاہا وہ نو ہزار درہم ہیں۔ (حضرت علیؑ کے فیصلے)

مال خدا میں سرقہ کرنا اور اس کی سزا

ایک بار امیر المومنین حضرت علیؑ کے سامنے دو شخص پیش کئے گئے جنہوں نے مال خدا میں سرقہ کیا تھا ایک ان میں سے غلام تھا مال خدا سے اور دوسرا غلام تھا آدمیوں کے حصہ سے حضرت نے کہا اس غلام پر جو مال خدا سے ہے کوئی حد نہیں کیونکہ بعض مال خدا نے بعض مال خدا کو کھا لیا لیکن دوسرے پر حد جاری کی جائیگی پس اس کا ہاتھ قطع کر دیا گیا۔
(حضرت علیؑ کے فیصلے)

جادوگر کی سزا

حضرت علیؑ جناب رسالت مآب ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر دو عادل شخص کسی کے متعلق یہ گواہی دیں کہ وہ جادوگر ہے تو اس کا خون مباح ہے یعنی حاکم عادل کو اس کے قتل کرنے کا حق حاصل ہے۔ (وافی جز۹ صفحہ ۶۹)

برص والی عورت کا فیصلہ

ایک عورت مرض برص (سفید داغ) میں مبتلا تھی اس کی شادی ایک مرد سے کر دی گئی جب شوہر کو پتہ چلا تو اس نے مقدمہ حضرت علیؑ کے سامنے پیش کیا، آپ نے فرمایا اس عورت کا مہر شوہر پر واجب نہیں ہے بلکہ اس کے ولی پر ہے جس نے اس کا نکاح دھوکہ سے کر دیا ہے اور اگر اس نے نہ کرایا ہوتا اور اس مرد نے خود کیا ہوتا درآنحالیکہ اس کو اس کے

مرض کا پتہ نہ تھا، عورت مہر کی مستحق نہ ہوتی۔ (حضرت علیؓ کے فیصلے از محمد وصی خان)

لواطہ کی سزا

جرنیل اسلام حضرت خالد بن ولید ؓ نے حضرت ابوبکر ؓ کو لکھا کہ یہاں ایک مرد ہے جو عورت کی طرح فعل بد کراتا ہے۔ جناب ابوبکر ؓ نے اصحاب سے مشورہ کیا بعض نے کہا اس کو سنگسار کر دینا چاہئے بعض نے کہا اس کو قتل کرنا چاہئے، اس وقت حضرت ابوبکر ؓ نے حضرت علی ؓ سے کہا کہ عرب کے لوگ مثلہ کرنے کو بہت برا جانتے ہیں آپ کی اس میں کیا رائے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا، میرے نزدیک اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو آگ میں ڈالدیا جائے چنانچہ وہ آگ میں ڈالدیا گیا۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۶)

رمضان المبارک میں جماع کرنیکی سزا

حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے فرمایا کہ اگر کوئی روز ماہ رمضان میں اپنی عورت کے ساتھ جبراً جماع کرے تو اس پر دو کفارہ ہیں وہ یہ کہ وہ دو بندہ غلام کو آزاد کرے، یا ایک سو بیس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا چار ماہ روزے رکھے اور امام اس کو پچیس تازیانہ لگائے اور اگر زوجہ راضی ہو تو کفارہ میں وہ نصف کی ذمہ دار ہوگی۔ (وافی ج ۲ صفحہ ۴۰۰)

ایک سو بار چوری کرنے والے کا فیصلہ

حضرت علی المرتضیٰ ؓ کی خدمت میں ایک دفعہ قبیلہ بنی کندہ کا ایک نہایت خوبصورت وخوش پوشاک جوان لایا گیا جس پر چوری کا الزام تھا، حضرت ؓ نے اس کی شکل کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اے جوان خوش رو کتنے افسوس کی بات ہے کہ تو نے اس زیبائی صورت وجوانی، خوش پوشا کی وعالی نسبی کا کوئی خیال نہ کیا اور خود کو داغدار بنا دیا جس کے نتیجہ میں اب تیرا ہاتھ کاٹا جا رہا ہے۔ یہ سن کر اس شخص نے اپنا سر نیچے جھکا لیا اس کے بعد کہا اے امیر المومنینؓ للہ میرے حال پر رحم کیجئے، خدا کی قسم میں نے آج تک چوری نہیں کی تھی یہ میرا پہلا گناہ ہے، حضرت نے فرمایا: تیرے حال پر افسوس ہے خدا کسی کو ایک گناہ پر رسوا نہیں کرتا، سچ بتلا کہ چند مرتبہ تو نے یہ حرکت نہیں کی ہے یہاں تک کہ تو گرفتار ہوا اور اب

تیرا ہاتھ قطع کیا جا رہا ہے؟ یہ سن کر وہ مرد کندی رونے لگا اور حضرت کے دامن سے لپٹ گیا اور اس نے عرض کی اے علیؑ! خدارا میرے حال پر اور میرے عیال کے حال پر رحم کیجئے کیونکہ مجھ پر تیرہ نفر عیال کا بار ہے جن کا واحد سہارا میں ہوں، اگر میرا ہاتھ کاٹا گیا تو وہ بے سہارا ہو جائیں گے۔ یہ سن کر حضرتؑ نے اپنا سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر تک انگشت مبارک سے زمین کو کریدتے رہے، پھر فرمایا: جاؤ لے جا کر اس کا ہاتھ قطع کر دو کیونکہ اس کے سوائے کوئی چارہ کار نہیں ہے چنانچہ لوگوں نے اس کی گریہ وزاری کی کوئی پرواہ نہیں کی اور لیجا کر اس کا ہاتھ قطع کر دیا۔ پھر جب کٹے ہوئے ہاتھ کی انگلیاں حضرت کے سامنے ڈالی گئیں تو اس شخص نے اقرار کیا کہ خدا کی قسم میں نے ننانوے مرتبہ چوری پہلے کی تھی اور یہ چوری جس پر پکڑا گیا ہوں اس سے میری سو چوریاں مکمل ہو گئیں اب تک خداوند کریم میری پردہ پوشی کرتا چلا آ رہا تھا جس سے میں نے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ حضرت نے فرمایا بیشک اللہ ایسا ہی غفور و رحیم ہے وہ کسی بندہ پر پہلی بار عقوبت نہیں کرتا۔ یہ قضیہ دیکھ کر لوگ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بوسہ دینے کے لئے ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے یا علیؑ خداوند کریم آپ کے سایہ کو ہمارے اوپر باقی رکھے جب تک آپ کا سایہ باقی ہے ہم بخیر و عافیت ہیں۔

(بحار الانوار ج ۹ صفحہ ۴۹۲) (حضرت علیؑ کے فیصلے از وصی خان)

چور کا قتل جائز ہے

حضرت علی المرتضیٰؓ نے ارشاد فرمایا اگر تمہارے گھر میں کوئی ایسا چور داخل ہو جائے جو لڑنے پر آمادہ ہو تو اس کو قتل کر دو، کوئی پرواہ نہ کرو اس کے خون کا میں جواب دہ ہوں۔ (وافی جز ۹ صفحہ ۳۱)

اس ہی سلسلے میں ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ایک چور نے گھر میں گھس کر میری بیوی کے زیور اتار لئے آپ نے فرمایا اگر محمد بن حنفیہ (آپ کے فرزند) کے ساتھ ایسا ہوتا تو وہ تلوار مارنے بغیر نہ چھوڑتا۔ (وافی جز ۹ صفحہ ۳۱)

قول: حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ "اللہ اس شخص کو دشمن رکھتا ہے جس کے گھر میں چور داخل ہوا اور وہ اس سے جنگ نہ کرے" (وافی جز ۹ صفحہ ۳۱)

شادی شدہ زانی کا قتل جائز ہے

ابن مسیب کہتے ہیں کہ امیر معاویہ ؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ وہ حضرت علیؓ سے پوچھیں کہ ایک شخص نے کسی شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ زنا کرتے دیکھا اور غصہ میں آکر اس کو قتل کر دیا، اس کا کیا حکم ہے؟

حضرتؓ نے ارشاد فرمایا اگر زانی شادی شدہ ہے (یعنی اس کی بیوی موجود ہے) تو قاتل کو بری کر دیا جائے، کیونکہ زانی واجب القتل تھا۔ (مناقب شہر آشوب ج ۲ صفحہ ۲۰۰)

نو کسروں میں برابر تقسیم ہونے والا عدد

ینابیع المودۃ میں روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے گھوڑے پر سوار ہونے کے لئے رکاب میں پائے مبارک رکھے ہی تھے کہ ایک یہودی نے سوال کیا کہ وہ کونسا عدد ہے جس میں سے نو کسروں میں سے سب کریں نکلتی ہیں، اس میں نصف بھی ہو، تہائی، چوتھائی، پانچواں، چھٹا، ساتواں، آٹھواں، نواں، دسواں، حصہ بھی اور سب صحیح سالم عدد ہوں حضرت علیؓ نے اسی وقت فی البدیہہ جواب دیا کہ اپنے ہفتہ کے ایام کو سال کے دونوں سے ضرب دے دو، جو حاصل ضرب ہو اس سے تمہارا مقصود حاصل ہو جائے گا۔

(نوٹ: عرب قمری حساب سے ہر سال کے ۳۶۰ دن لیتے ہیں ان کو سات سے ضرب دو تو ۲۵۲۰ حاصل ضرب ہوتے ہیں اور قاعدہ ہے عدد مندرجہ بالا جو ۲۵۲۰ ہے ان تمام عدد سے برابر تقسیم ہو جاتا ہے، مثلاً ۱/۲ برابر ہے، ۸۴۰ ۱/۴ برابر ہے ۶۳۰ ۱/۸ برابر ہے ۳۱۵، ۹/ ابرابر ہے ۲۸۰، اور ۱/۱۰ برابر ہے ۲۵۲ اس طرح کل تقسیم نکل آتی ہیں اور کسر لازم نہیں آتا۔

مسئلہ دیناریہ

ایک عورت حضرت علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی حضرت اس وقت اپنے گھر سے نکل کر سوار ہو رہے تھے ایک پاؤں رکاب میں رکھ چکے تھے کہ وہ عورت بولی کہ یا علیؓ میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ کر مر گیا لوگوں نے مجھے اس کے ترکہ سے صرف ایک دینار دیا

ہے میں آپ سے اپنا حق اور انصاف چاہتی ہوں جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا تیرے بھائی کی دو بیٹیاں ہونگی اس نے کہا جی! آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کا حصہ ۴۰۰ دینار ہوا پھر کہا تیری اور تیرے بھائی کی ماں بھی ہوگی انکا حصہ سو دینار ہوا اب تیرے بھائی کی بی بی ہوگی تو اس کو ۷۵ دینار ملیں گے پھر کہا تیرے اس کے علاوہ بارہ بھائی ہیں اس نے کہا ہاں تو اس طرح ہر بھائی ۲۲ دینار ہوئے یعنی ۲۴ دینار تمام بھائیوں کو ملے، باقی رہا ایک دینار تو وہ تیرا ہے اس طرح وہ لوگ تجھ کو ٹھیک دے رہے ہیں۔ بیٹیاں/۴۰۰ + ماں/۱۰۰ + ۱۲ بھائی/۲۴ + ۱ بہن/۶۰۰

(حضرت علیؓ کے فیصلے، محمد وصی خان)

مسئلہ منبریہ

ابن طلحہ الشافعی ذیل کی عبارت میں لکھتے ہیں کہ جناب امیر منبر کوفہ پر خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا امیرالمومنین میری لڑکی کا شوہر مر گیا، اور اس کے شوہر کے حصہ میں اس کا آٹھواں حصہ ہے اور میرے داماد کے وارث اس کو نواں حصہ دیتے ہیں آپ سے اس کا انصاف چاہتا ہوں جناب علیؑ نے فرمایا تیرا داماد دو بیٹیاں چھوڑ کر مرا ہے اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اس کے ماں باپ بھی زندہ ہیں اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا کہ حقیقت میں تیری لڑکی کا آٹھواں حصہ تھا لیکن ان سوالوں کے جواب کے بعد تیری لڑکی کا نواں حصہ ہو گیا اب زیادہ نہ طلب کر۔ (حضرت علیؓ کے فیصلے، وصی خان)

ہیجڑے کی میراث کا مسئلہ

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کے پاس جب خنثہ کی میراث کا مسئلہ پیش ہوا تو امیر معاویہؓ نے مجبور ہو کر جناب امیرالمومنین کے پاس اس مسئلہ کے حل کے لئے بھیجا، حضرت علیؓ نے فوراً اس کے جواب میں ایک خط اس طرح تحریر کیا۔

سعید ابن منصور اپنی سنن میں اپنی اسناد سے لکھتے ہیں کہ میں نے جنابؓ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہمارے دشمن کو ایسا کر دیا کہ جب اس پر امور دینیہ میں سے کوئی مشکل امر وارد ہوتا ہے تو وہ ہم سے پوچھتا ہے میں نے اس کے جواب

میں لکھا ہے کہ اس خنثہ کی میراث کے مسئلہ کا حل اس طرح ہوگا کہ دیکھو یہ پیشاب کس طرح کرتا ہے اگر عورت کی طرح تو اس کو عورت کا حصہ ملے گا اور اگر مرد کی طرح تو اس کو مرد کا حصہ ملے گا۔ (ایضاً)

اس کو ترکہ میں سے ساتواں حصہ دو

ایک شخص مرگیا اور وصیت کر گیا کہ میرے بعد ایک جزو میرے ترکہ سے فلاں شخص کو دیا جائے اس کے انتقال کے بعد اس کے ورثہ نے تعین حصہ میں اختلاف کیا اور ان سے جب کسی طرح تصفیہ نہ ہوسکا تو آخر کار یہ فیصلہ کرانے امیر المومنین ؓ کے پاس آئے اور تمام قصعیہ بیان کیا، تو امیر المومنین ؓ نے فوراً جواب دیا کہ اس کے ترکہ سے ساتواں حصہ دو۔

(ایضاً)

غصہ میں حاملہ عورت کا حمل ساقط کرنا

ایک شخص نے غصہ کی حالت میں اپنی حاملہ عورت کو اس زور سے مارا کہ اس کا حمل ساقط ہوگیا عورت کی طرف سے یہ معاملہ امیر المومنین ؓ کی خدمت میں پیش ہوا، روداد سن کر جناب ؓ نے شوہر سے چالیس دینار دیت لے کر عورت کو دلوا دیئے اور فیصلہ کی پوری تصریح اس طرح کی نطفہ کا خون بہا بیس دینار، علقہ کا چالیس مصنفہ کا ساٹھ استخواں کا (قبل از ترکیب خلقت) اسی دینار اور بعد ترکیب خلقت سو دینار یعنی روح آ گئی ہو۔

(حضرت علی ؓ کے فیصلے از وصی خان)

ایک شرابی شاعر کے بارے میں فیصلہ

روایت ہے کہ ایک نجاشی شاعر ماہ رمضان میں شراب پی رکھی تھی حضرت نے حکم دیا کہ اس شرابی کو حاضر کیا جائے حضرت نے اسے (۸۰) اسی کوڑے لگوائے اور پھر اسے قید کر دیا، دوسرے دن اسے پھر حاضر کیا گیا اور دوبارہ اسے بیس کوڑے لگائے گئے۔

وہ نجاشی کہنے لگا: حضور ﷺ شراب کی سزا تو (۸۰) اسی کوڑے ہے آپ مجھے مزید (۲۰) بیس تازیانے کیوں مارے ہیں؟

حضرت نے فرمایا: یہ (۲۰) بیس کوڑے تجھے، ماہ رمضان کا ادب اور احترام نہ کرنے کی سزا ہے۔ (اصول کافی، کتاب الصوم)

مرتد کے بارے میں فیصلہ

حضرت جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ قبیلہ بنی ثعلبہ کے ایک شخص کو حضرت کی خدمت میں لایا گیا، اور حضور کو بتایا گیا کہ یہ شخص زانی ہو گیا ہے، حالانکہ مسلمان تھا، حضرت نے اس شخص سے پوچھا، یہ گواہ کیا کہتے ہیں؟

وہ کہنے لگا: حضرت گواہ صحیح کہتے ہیں، لیکن اب میں نے نصرانی ہونے سے توبہ کر لی ہے اور پھر مسلمان بن چکا ہوں۔

حضرت نے فرمایا: اگر تو گواہوں کو جھٹلاتا تو تجھے قتل کر دیتا، چونکہ تو نے گواہوں کی تصدیق کی ہے اور اپنی پشیمانی ظاہر کی ہے تو تیری توبہ قبول ہے لیکن اگر پھر دوبارہ تو نے ایسا کام کیا تو نہ تیری توبہ قبول ہوگی اور نہ ہی تجھے معاف کیا جائے گا۔ (روضۂ کافی)

غلام اور آقا کے درمیان اختلاف کا فیصلہ

کتاب کافی میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت نقل ہے کہ حضرت علیؑ کے دورِ خلافت میں علاقہ جبل کا ایک شخص حج بیت اللہ کے لیے گیا، اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا، غلام سے کوئی غلطی ہوئی تو آقا نے اسے سزا دی وہ غلام اس سزا سے باغی ہو گیا اور اپنے آقا کا نافرمان بن گیا، اور اپنے آقا سے کہنے لگا میں تیرا نہیں، بلکہ تو میرا غلام ہے۔

یہ جھگڑا طول پکڑتا گیا، کبھی آقا غلام کو ڈراتا دھمکاتا اور کبھی غلام آقا کو دھمکیاں دیتا حتیٰ کہ وہ لڑتے جھگڑتے کوفہ پہنچ گئے۔

آقا کہنے لگا: اے دشمن خدا آ میں تجھے حضرت علیؑ کی عدالت میں لے جاتا ہوں، وہ ہمارے درمیان فیصلہ کریں گے۔

جب وہ دونوں حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچے تو آقا و سردار کہنے لگا: یا امیر المومنینؑ! یہ میرا غلام ہے، اس نے غلطی کی ہے میں نے اس کو سزا دی ہے، اب یہ میرا نا

فرمان بن چکا ہے اور کہتا ہے کہ میں تیرا غلام نہیں۔

غلام قسم کھا کر کہنے لگا حضور یہ شخص میرا غلام ہے، میرے باپ نے مناسک حج سکھانے کے لیے اسے میرے ساتھ بھیجا تھا، اب یہ باغی بن گیا ہے اور مجھے کہتا ہے کہ تو میرا غلام ہے، دراصل یہ میرے مال پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔

وہ سردار کہنے لگا: حضور اس نے جو بات کی ہے سراسر جھوٹ ہے۔

حضرت امیر المومنینؓ نے فرمایا: اب اٹھو اور اپنے ٹھکانے پر جاؤ، کل پھر واپس جانا، بہتر تو ہے کہ تم اپنا فیصلہ خود کر لو اور جو حق کی بات ہے اس کو ظاہر کر دو ورنہ میں خود تمہارا فیصلہ کروں گا۔

لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے عجیب واقعہ ہے فیصلہ کیسے ہوگا۔ اس قسم کا واقعہ نہ پہلے ہوا ہے نہ ہوگا، پتہ نہیں علیؓ فیصلہ کیسے کریں گے، وہ آقا اور غلام چلے گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذہانت کا کرشمہ

حضرت نے اپنے نوکر قنبرؓ سے فرمایا، اس دیوار میں دو سوراخ کرو کہ ایک سوراخ میں ایک شخص کا سر سما سکے، قنبرؓ نے دو سوراخ دیوار میں کر دیئے جب صبح ہوئی تو قنبرؓ کو فرمایا تلوار پکڑو جب میں کہوں کہ غلام کا سر قلم کرو تو نے مارنا نہیں، بلکہ صرف دھمکی ہے۔

آقا اور غلام آ گئے حضرت نے پوچھا، تو ان کی بات وہی تھی، حضرت نے ان سے فرمایا: تم نے سچی بات واضح نہیں کی، اب اٹھو اور سامنے کے سوراخوں میں اپنے سر داخل کرو وہ اٹھے اور ان سوراخوں میں اپنے سر داخل کر دیئے۔

حضرت نے قنبرؓ سے فرمایا: قنبرؓ جلدی سے غلام کا سر قلم کر دو۔

جب غلام نے یہ آواز سنی تو فوراً اپنا سر سوراخ سے پیچھے کھینچ لیا۔

جب اس نے سر کھینچا تو حضرت نے فرمایا: تو تو آقا بنتا تھا۔

وہ غلام کہنے لگا: حضور! مالک نے مجھے اتنی سخت سزا دی ہے کہ میں اس کی غلامی کا منکر بن گیا، حضرت نے غلام کا ہاتھ پکڑا اور آقا کے ہاتھ میں دے دیا۔ (روضۂ کافی)

جس عورت کی میت کو زمین باہر پھینک دیتی تھی

کافی میں ابراہیم بن ابی البلاد نے بعض اصحاب سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت امیر المومنین کے زمانہ میں "ام قیان" نامی ایک بچی عورت تھی، ایک دن امیر المومنینؑ کا ایک ساتھی ام قیان کے پاس گیا، اس نے دیکھا کہ وہ نہایت غمگین اور افسردہ حالت میں بیٹھی ہوئی ہے۔

ساتھی پوچھنے لگا: اے ام قیان پریشان کیوں ہے؟ کیا بات ہے؟

ام قیان کہنے لگی: مجھے جس عورت نے آزاد کیا تھا وہ فوت ہوگئی ہے جب ہم نے اسے دفن کیا تو زمین نے اس کی میت باہر پھینک دی، دوسری مرتبہ ہم نے دفنایا پھر بھی زمین نے قبول نہ کیا۔

راوی کہتا ہے: عورت کی بات سن کر میں حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچا اور سارا واقعہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔

حضرت نے فرمایا: زمین تو یہود و نصاریٰ کی میت بھی قبول کر لیتی ہے اگر اس عورت کے ساتھ یہ واقع پیش آیا ہے تو اس پر کسی عذاب کی علامت ہے اور اگر کسی مسلمان کی قبر کی مٹی اس عورت کی قبر میں ڈالی جائے تو پھر اس کی میت باہر نہیں آئے گی۔

راوی کہتا ہے: میں اُم قیان کے پاس آیا اور حضرت کا فرمان اسے بتایا، انہوں نے حسب الحکم مسلمان کی قبر کی مٹی اس میں ڈال کر اسے دفن کیا تو پھر اس کی میت باہر نہ آئی۔

راوی کہتا ہے: میں نے ام قیان سے پوچھا: اس عورت نے کونسل عمل بد کیا تھا، جس کی اس کو سزا ملی ہے؟

وہ کہنے لگی: ایک تو یہ بدکار عورت تھی، نامحرم اور اجنبی مردوں کے ساتھ ہر وقت ناجائز تعلقات رکھتی تھی اور جب حاملہ ہوتی اور بچہ پیدا ہوتا تو آگ کے تنور میں اسے بچے کو ڈال دیتی تھی۔ (کافی کلینی)

اپنے غلام قنبرؓ کے بارے میں فیصلہ

حضرت محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس شخص

کوسزا دے جوکہ شراب نوشی کا مرتکب ہوا ہے۔

قنبرؓ نے سزا دینا شروع کی اور اشتباہ میں تین تازیانے زیادہ مار دیئے۔

حضرت نے حکم دیا: یہ تین تازیانے قنبرؓ کے بدن پر لگائے جائیں، کیونکہ اس نے زیادہ مار دیئے ہیں۔

راہزنوں کی حد بندی

راہزن تین قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) وہ راہزن جو لوگوں سے اموال بھی لوٹتے ہیں اور پھر انہیں قتل بھی کر دیتے ہیں، ایسے لوگوں کی سزا قتل یا پھانسی ہے۔

(۲) وہ ڈاکو جو لوگوں کا صرف مال واسباب لوٹتے ہیں، قتل نہیں کرتے، ان کی سزا یہ ہے کہ ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔

(۳) وہ راہزن جو مال و اسباب لوٹتے ہیں اور نہ ہی کسی کو مارتے ہیں بلکہ صرف مسافروں کے ڈر اور خوف کا باعث ہوتے ہیں ان کے خوف سے لوگ بدامنی کا شکار ہوتے ہیں۔

ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان کو مسلمان علاقوں سے شہر بدر کیا جائے، ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ تک، پھر وہاں سے دوسرے علاقہ تک حتیٰ کہ مسلمان علاقوں سے نکل جائیں یا پھر توبہ کر لیں اور اگر مشرکین کے علاقہ میں بھی پہنچ جائیں تو پھر توبہ کئے بغیر انہیں وہاں سے واپس نہ لایا جائے اور اگر مشرکین ان سے مل کر سرکشی کا مظاہرہ کریں تو ان سے جہاد بھی کیا جائے، اور سورہ مائدہ کی اس آیت سے یہ مطلب لیا جاتا ہے:

انما جزاؤ الّذین یحاربون اللّٰہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادًا اَنْ یُّقَتَّلوآ اَوْ یُصَلَّبُوْآ اَوْ تقطَّعَ ایدیھم وارجلھم من خلافٍ اَوْ یُنفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذالک لھم خِزْیٌ فِی الدُّنیا ولھم فی الأخرۃ عذابٌ عظیمٌ O (المائدہ: ۳۳)

"بس خدا اور رسول ﷺ سے جنگ کرنے والے اور زمین میں فساد

کرنے والوں کی سزا یہی ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی پر چڑھا دیا جائے یا ان کے ہاتھ اور پیر مختلف سمت سے قطع کر دیے جائیں یا انہیں ارض وطن سے نکال باہر کیا جائے، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں عذاب ہے۔"

دو چور غلاموں کا فیصلہ

"چوری کے احکام کے باب" میں منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں، دو افراد نے بیت المال سے چوری کی، ایک شخص ان میں بیت المال کا غلام اور دوسرا شخص ایک دوسرے مرد کا غلام تھا، حضرت نے ان کے بارے میں حکم دیا کہ وہ غلام جو بیت المال کا غلام ہے وہ بھی باقی مال کی طرح مال خدا ہے، اور مال خدا نے مال خدا چرایا ہے، لہٰذا اس پر تو کوئی حد نہیں البتہ دوسرا غلام جو ایک اور شخص کا غلام تھا اس کو بلایا اور اس کا ہاتھ بطور سزا کاٹ دیا اور فرمایا: اس کی اتنے تک خدمت اور تواضع کی جائے حتیٰ کہ اس کا زخم درست ہو جائے۔" (کافی کلینی)

شطرنج کھیلنے والوں کے بارے میں

کتاب عجائب میں روایت ہے کہ حضرت علیؑ چند لوگوں کے پاس سے گزرے، جو شطرنج بازی میں مصروف تھے، حضرت نے فرمایا: یہ کونسی مورتیاں ہیں جن کی تم پوجا کرتے ہو، اس کے بعد حضرت نے انہیں سخت سزا دی معلوم نہیں وہ سزا کیا تھی اس کے بعد انہیں دھوپ میں باندھ رکھا۔

بد دیانت دائی کے بارے میں

کتاب رسائل کے باب ضمان میں منقول ہے کہ ایک دائی نے ایک عورت کا شیر خوار بچہ دوسری عورت کو دے دیا اور کسی کو پتہ نہ چل سکا کہ وہ عورت بچہ لے کر کہاں چلی گئی۔ حضرت نے حکم دیا کہ دایہ بچے کی دیت کی ضامن ہے اور بچے کے والدین کو ادا کرے، کیونکہ عورت نے بچہ کو ماں سے جدا کیا ہے۔

خوف سے حمل ضائع ہونے کا فیصلہ

روایت ہے کہ جنگ جمل سے لشکر فرار ہوا تو وہ شہر بصرہ میں داخل ہو گیا، لشکر کے شوروغوغا اور خوف وہراس سے ایک عورت کا بچہ ضائع ہو گیا اس کے بعد وہ عورت بھی فوت ہو گئی، حضرت نے پوچھا ان دونوں میں سے پہلے کون فوت ہوا ہے، لوگوں نے جواب دیا کہ بچہ پہلے فوت ہوا اور پھر ماں، حضرتؑ نے فرمایا: بچے اور اس کی ماں کی دیت بیت المال سے لیکر ورثاء کے حوالہ کی جائے۔ (من لایحضرہ الفقیہ)

ایک عجیب فیصلہ

مستدرک میں روایت ہے کہ ایک شخص کے سر پہ چوٹ لگی اور اس نے دعویٰ کیا کہ میری آنکھوں کی بینائی کم ہو گئی ہے۔

حضرت نے اس کا فیصلہ اس طرح فرمایا کہ اس کے سامنے ایک مرغی کا انڈا رکھا اور پھر فرمایا یہ انڈا تجھے نظر آتا ہے؟

وہ شخص کہنے لگا: جی ہاں۔

حضرتؑ پھر اس انڈے کو دور کرتے گئے اور پوچھتے رہے کہ نظر آتا ہے؟ حتیٰ کہ وہ شخص کہنے لگا کہ اب مجھے نظر نہیں آتا، حضرت نے اس جگہ پر نشان لگا دیا پھر اس کو دائیں طرف موڑا اور انڈے کو دور کرتے گئے حتیٰ کہ وہ کہنے لگا اب مجھے انڈا نظر نہیں آتا، پھر آپ نے اس کی بائیں جانب منہ موڑا اور انڈا لیکر اس سے دور کرتے رہے حتیٰ کہ اس نے کہا: اب مجھے انڈا نظر نہیں آتا، اسی طرح پشت کی جانب، پھر اسی طرح انڈے کو دور لے گئے اور جہاں اس نے کہا اب مجھے انڈا نظر نہیں آتا حضرت نے وہاں نشان لگا دیا۔

اس کے بعد آپؑ نے چاروں اطراف کے فاصلہ کی پیمائش کی تو وہ ہر طرف سے فاصلہ برابر تھا، اس میں کوئی کمی بیشی نہ تھی، حضرت نے فرمایا: اس کا دعویٰ صحیح ہے اس کے بعد حضرت نے مدعی شخص کے ہم سن اور شخص کو بلایا اور زخمی شخص کے پہلو میں بٹھایا، اور اس کے سامنے انڈا لاکر پھر دور کرنا شروع کیا، حتیٰ کہ وہ شخص کہنے لگا اب مجھے نظر نہیں آتا اسی طرح چاروں طرف یہی عمل دہرایا پھر آپ نے زخمی اور تندرست شخص کے فاصلہ کی پیمائش کی جس

نسبت سے زخمی شخص کی نظر فاصلہ صحیح النظر شخص سے کم تھا اتنی نسبت سے آپ نے زخمی کی دیت مقرر فرمائی، یعنی چوتھائی کم تھا تو کل دیت کی چوتھائی اور اگر تہائی فاصلہ کم تھا تو چوتھیای دیت مارنے والے کے ذمہ لگادی۔

ایک اور عجیب فیصلہ

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت کے پاس آیا جس کے سر پہ چوٹ لگی تھی اس نے دعویٰ کیا کہ میری قوت سماعت کم ہوگئی ہے اور میں تھوڑا سنتا ہوں حضرت نے ایک دینار منگوایا اور ایک طرف سے اس کو ڈالنا شروع کیا اور اس کی آواز سنانا شروع کی اسی طرح ڈالتے گئے حتیٰ کہ اس نے کہا اب میں سن نہیں سکتا، آپ نے اسی جگہ پر نشان لگا دیا، اسی طرح چاروں طرف آپ نے یہی عمل دہرایا،

اس کے بعد آپ نے فرمایا: اگر چاروں اطراف کا فاصلہ برابر ہے تو اس کا دعویٰ صحیح ہے اور اگر فاصلہ مختلف ہے تو اس کی بات غلط ہے جس طرح آپ نے بینائی کم ہونے والے شخص کا فیصلہ کیا تھا اور دیت کے بارے میں بھی آپ نے صحیح سماعت والے شخص کی سماعت کے فاصلے کا اس زخمی شخص کی قوت سماعت کے فاصلہ سے موازنہ کیا اور اسی نسبت سے دیت کا حکم جاری فرمایا۔ (وسائل)

بلی فروش کے بارے میں

وافی اور تہذیب میں منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی قبیلہ کی عورت کو دعوت نکاح دی اور خواستگاری کی، ان لوگوں نے پوچھا تمہارا کاروبار کیا ہے؟

وہ کہنے لگا: میں چوپائے بیچتا ہوں۔

انہوں نے عورت کا نکاح کر دیا، رخصتی ہوگئی، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ شخص بلیاں بیچتا ہے، وہ جھگڑنے لگے بالآخر یہ جھگڑا حضرت کے پاس پہنچا، آپ نے نکاح کی اجازت دے دی اور فرمایا کہ یہ سچا ہے کیونکہ بلی کے بھی چار پاؤں ہوتے ہیں۔

دھوکے سے بیٹیوں کا نکاح کرنیوالا

کتاب مستدرک الوسائل میں ہے کہ ایک شخص کی دو بیویاں تھیں، ایک عربی اور دوسری عجمی اور ہر ایک بیوی سے اس کی ایک ایک بیٹی تھی، ایک شخص نے عربی عورت کی لڑکی کے لیے اس سے درخواستگاری کی مرد نے نکاح کر دیا اور حق مہر بھی وصول کر لیا۔

جب شب زفاف آئی تو لڑکی کے والد نے دھوکا کر کے عجمی عورت کی بیٹی کو دلہن بنا کر بھیج دیا۔ شادی کرنے والے جوان کو پتہ چل گیا کہ ان کے باپ نے دھوکہ کیا ہے۔

یہ فیصلہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے پاس گیا، اس نے حکم دیا کہ یہ فیصلہ ابوالحسن علیؑ کریں گے، لہٰذا تم کوفہ جاؤ اور علیؑ سے پوچھو۔

وہ لوگ حضرت کے پاس کوفہ پہنچے واقعہ سنایا، آپؑ نے فرمایا: حق مہر وہی ہے جو ادا ہو گیا ہے اب اس عربی عورت کی لڑکی کو شادی کے لیے پابند کیا جائے اور وہ شخص اپنی بیوی عجمی عورت کی لڑکی کو طلاق دے جب عدت گزر جائے تو پھر عربی عورت کی لڑکی اس کے نکاح میں دی جائے، اس کے بعد ان کے باپ کو دھوکہ دہی کی سزا دی جائے۔

(مستدرک، الوسائل)

اللہ کی شرط تمہاری شرط سے پہلے ہے

حضرت علیؓ کے زمانہ میں ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور شرط یہ رکھی کہ اگر وہ شخص کسی دوسری عورت سے شادی کرے یا اس عورت سے دوری رکھے تو امر طلاق عورت مذکورہ کے ہاتھ میں رہے گا کہ جب وہ چاہے اپنے خاوند کو طلاق دے سکتی ہے جب حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو اس آدمی کو بلا کر فرمایا کہ اللہ کی شرط تمہاری شرط سے پہلے ہے، اس لئے تم اس عورت کی موجودگی میں اگر چاہو تو دوسری شادی کر سکتے ہو پھر آپؑ نے فرمایا کہ تم نے ایسی ہستی کو حق سونپ دیا کہ جو اس کی اہل نہیں ہے۔ (وافی ج۳ صفحہ۷۰)

جھوٹی گواہی دینے والے کے ساتھ سلوک

امیر المومنین کے پاس جب کوئی گواہ کسی مقدمہ میں گواہ کی حیثیت سے پیش کیا

جاتا ہے اور وہ گواہی میں جھوٹا ثابت ہوتا تو آپؑ اس گواہ کو اس کی اس جھوٹی گواہی کے سبب پہلے تمام شہر میں تشہیر کراتے پھر قید میں ڈالدیتے۔ (وافی ج۹ صفحہ ۷۳)

کئی بار جرم زنا کرنا اور اس کی سزا

ایک شخص نے ایک دن میں کئی بار جرم زنا کیا حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر ایک دن میں ایک ہی عورت سے کئی بار زنا کیا ہے تو ایک ہی حد جاری ہوگی اگر ایک سے زیادہ عورتوں سے زنا کیا ہے تو جتنی عورتیں ہیں اتنی حدیں جاری ہونگی۔ (قصاص ۱۶۶)

غیر مسلم کے ساتھ زنا کرنا اور اس کی سزا

محمد بن ابو بکرؓ نے اپنی گورنری کے زمانہ میں حضرت علیؑ کو خط میں لکھا کہ ایک مسلمان مرد نے ایک یہودیہ عورت کے ساتھ زنا کیا آپ نے جواب لکھا کہ مرد اگر شادی شدہ ہے سنگسار کردو غیر شادی شدہ ہے تو سو کوڑے لگاؤ اور شہر بدر کردو یہودیہ کو اس کی قوم کے حوالہ کردو وہ جو چاہے سلوک کریں۔ (وافی ج۶ ص ۴۹)

اُچکے کی سزا

امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ نے ارشاد فرمایا۔

"آشکارا طور پر کسی چیز کے چھین لینے پر قطع ید (ہاتھ کاٹنا) نہیں ہے ہم اس کے ہاتھ کاٹیں گے جو مال لے کر مخفی ہو جائے ایسے چور کے لئے مار اور قید کی سزا ہے۔" (توضیح)
(حضرت علیؑ کے فیصلے، وافی ج۹ صفحہ ۶۲)

بندا چور کی سزا

حضرت علیؑ کے پاس ایک شخص کو گرفتار کر کے لایا گیا جس نے ایک لڑکی کے کان سے اس کا گوشوارہ اتار لیا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ تو آشکارا طور پر چھیننا ہے پس آپ نے اس کو مارنے کے بعد قید کی سزا دے دی۔

گرہ کٹ یا کٹ مار کی سزا

حضرت علی ؑ کے پاس ایک گرہ کٹ لایا گیا جس نے ایک شخص کی آستین سے کچھ درہم چرائے تھے (اس زمانہ میں لوگ آستین میں پیسے رکھا کرتے تھے) آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر اس نے اوپر کی قمیض سے چرایا ہے تو ہاتھ کٹے گا۔ (وافی جز ۹ صفحہ ۶۴)

پلنگ کے نیچے چوری کی غرض سے چھپنا

ایک مرتبہ حضرت علی ؑ کے پاس ایک آدمی کو پکڑ کر لایا گیا جو ایک دوسرے شخص کے گھر میں پلنگ کے نیچے چھپا تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ اسکو پاخانہ میں لے جا کر منہ کے بل زمین پر گرا دو اور نجاست میں لتھڑ کر چھوڑ دو۔ (ابوتراب جلد ۲ از علامہ طیب آغا صفحہ ۱۶۸)

مارنے والے پکڑنے والے اور دیکھنے والے کی سزا

حاجی نوری علیہ الرحمہ نے کتاب عجائب الاحکام سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی ؑ نے ایسے تین شخصوں کے بارے میں جن میں سے ایک نے ایک شخص کو پکڑے رکھا دوسرے نے آکر قتل کر دیا۔ تیسرے نے بہ رضا مندی اس کا مشاہدہ کیا۔ یہ سزا تجویز کی کہ اس کے قاتل کو قتل کیا جائے' پکڑنے والے کو حبس دوام کیا جائے اور دیکھنے والے کی دونوں آنکھیں پھوڑ دی جائیں۔ (جارج ۲ صفحہ ۶۵۴ مناقب شہر آشوب)

ہجو کرنے والے کی سزا

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہجو کرنے والے کو کوڑے لگاتے تھے لیکن پوری حد اس وقت لگاتے تھے جب ہجو حد افترا تک پہنچتی تھی۔ (وافی جز ۹ صفحہ ۴۷)

زنا کرنے اور بچہ تلف کر دینے کی سزا

ایک عورت نے زنا کیا اور حاملہ ہوگئی جب اس کے ہاں بچہ تولد ہوا تو اس کو قتل کر دیا۔ امیر المومنین ؑ نے فرمایا کہ اس عورت کو پہلے سو تازیانہ لگائے جائیں پھر سنگسار کر دیا

جائے۔ (قضاوتہا صفحہ ۱۷۱)

چوری کی نیت سے گھر میں گھسنا اور زنا کرنا

ایک چور چوری کی غرض سے ایک شخص کے مکان میں داخل ہوا لیکن جب صاحب خانہ کی بیوی پر اس کی نگاہ پڑی تو اس نے اس کے ساتھ جبراً زنا کی عورت نے چیخ پکار کی تو اس کا لڑکا بیدار ہو کر آ گیا چور اپنے ساتھ جو ہتھیار لایا تھا اس سے اس نے لڑکے پر حملہ کیا جس سے وہ جاں بحق ہو گیا۔ ادھر عورت سنبھل چکی تھی اس نے پیچھے سے وار کیا اور چور بھی وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ صبح کو اس چور کے رشتہ دار حضرت علیؑ کے پاس شکایت لے کر گئے۔ اور اپنے آدمی کے خون کے طلبگار ہوئے۔ حضرت نے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ اور اس عورت کے مقتول لڑکے کی دیت ان سے وصول کر کے اس عورت کو دی علاوہ بریں دیگر چار ہزار درہم بھی ان سے لئے جو اس کی عصمت دری کے بدلہ میں تھے۔ اور یہ مال بھی عورت کو دیا۔ (قضاوتہا صفحہ ۱۶۴)

ماہ رمضان میں شراب پینے کی سزا

ابو مریم سے روایت ہے کہ نجاشی نامی شاعر نے امیر المومنین کے زمانہ میں ماہ رمضان میں شراب پی۔ حضرت نے اس کو حاضر کر کے اسی تازیانے لگائے اور اس کو قید کر دیا۔ دوسرے دن پھر اس کو بیس تازیانے لگائے نجاشی نے کہا۔ اے جناب شراب پینے کی حد اسی تازیانے آپ نے کل مجھ پر لگائے تھے۔ آپ آج پھر بیس تازیانے کس جرم میں؟ حضرت نے فرمایا۔ یہ تیری اس جرأت کی سزا ہے جو تو نے ماہ رمضان کا خیال نہیں کیا اور شراب پی۔ (بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۴۹۵)

متعدد بار شراب پینے کی پاداش

حضرت علی ؓ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص پہلی دوسری اور تیسری دفعہ شراب پیے تو اس کو کیا سزا دی جائے آپ نے ارشاد فرمایا کہ پہلی دوسری اور تیسری بار

شراب پینے والے کو اسی تازیانے مارنا چاہیے اور اگر بالکل عادی ہے تو قتل کر دیا جائے۔
(قضاوتہا ۱۶۲)

شراب خوری کی پاداش

امام کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی اپنی کتاب مطالب السول صفحہ (۸۵) میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر ﷺ کی خلافت کے زمانہ میں شارب الخمر کو چالیس تازیانے لگائے جاتے رہے۔ اس کے بعد حضرت عمر ﷺ کی حکومت کے اوائل میں بھی شرابی کو اتنی ہی حد رہی لیکن جب لوگوں نے اس سزا کو شراب خواری کے مقابلہ میں سبک سمجھا اور اس وجہ سے اس معصیت میں منہمک رہے تو حضرت عمر ﷺ نے لوگوں سے اس کی بابت مشورہ کیا تب حضرت علی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان نے شراب پی تو نشہ ہوا۔ جب نشہ ہوا تو ہذیان بکا جب ہذیان بکا تو افتراء کیا اور مفتری کی حد اسی تازیانہ ہیں، لہٰذا شراب خور کو اسی تازیانے لگائے جانے لگے۔

دونوں مجرموں نے اکٹھے اپنے جرم کا اقرار کر لیا تو آپ نے یکے بعد دیگرے ہر ایک کو طلب کیا اور ہر ایک نے جداگانہ اپنے جرم کا اقرار کیا۔ آخر میں آپ نے دوبارہ پہلے شخص کو حاضر کیا اور اس نے بھی اقرار کر لیا۔ تب آپ نے اس جماعت سے مقتول کا مال بھی واپس دلوایا اور مقتول کی دیت بھی دلوائی۔!!

آگ لگانے کی سزا

حضرت علیؑ کے سامنے ایک ایسا شخص پیش کیا گیا جس نے دوسرے شخص کو مکان جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔ آپ نے فیصلہ فرمایا کہ مکان و سامان کی یہ شخص قیمت ادا کرے پھر اس کو قتل کر دیا جائے۔ (وافی ج۲ صفحہ ۱۶۹)

قتل چوری اور شراب خوری ایکساتھ کرنا

حضرت علی ﷺ کے پاس ایک ایسے شخص کو پیش کیا گیا جو ایک ہی وقت میں قتل چوری اور شراب خواری جیسے جرائم کئے ہوئے تھا۔

جناب امیر رضی اللہ عنہ نے پہلے اس کو ۸۰ تازیانہ شراب خوری کے جرم میں لگائے۔ پھر چوری کے الزام میں ہاتھ کی انگلیاں کاٹیں اور پھر قتل کے بدلہ میں قتل کرنے کا فیصلہ دیا۔

حیوان کے ساتھ جماع کرنیکی سزا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی حیوان سے جماع (زنا) کرے تو اس کے لئے پوری حد (۱۰۰ تازیانہ) سے حکم حد ہے اور اس شخص سے حیوان کی قیمت وصول کی جائے اس کو حیوان کے مالک کو دے دی جائے کیونکہ یہ حیوان اب مالک کے ساتھ رہا۔ (قضاوتہا صفحہ ۱۹۶)

بردہ فروش کی سزا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسا شخص پیش کیا گیا جو آزاد لڑکوں اور چھوٹی بچیوں کو اغوا کرتا تھا اور پھر اس کے بعد ان کو بیچ دیتا تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ اس کے جسم سے جدا کر دیا جائے۔ (وافی جز ۹ صفحہ ۶۷)

کفن چور کی سزا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ مردے کی چیز چرانے والے کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا جس طرح زندہ کی چیز چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے ایک دفعہ آپ کے پاس ایک کفن چور لایا گیا آپ نے اس کے بال پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا اس کے بعد لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اسے پیروں سے کچلیں چنانچہ لوگوں نے اس کو اتنا کچلا کہ وہ وہیں مر گیا۔

اسی طرح ایک اور نباش (قبر کھود کر کفن چرانے والا) آپ کے سامنے پیش کیا گیا آپ نے اس کی سزا کو روز جمعہ کے لئے اٹھا رکھا جب جمعہ آیا تو آپ نے اس کو اژدحام کے پیروں میں ڈلوا دیا جہاں وہ خوب روندا گیا یہاں تک کہ آخر میں ہلاک ہو گیا۔

(نوٹ) پہلی سزا یعنی ہاتھ کاٹا جانا اسی وقت ہے جب جرم ابتدائی ہو یعنی پہلی چوری ہو اور ہلاکت اس وقت ہے جب تکرار جرم ہو۔ ہلاکت کی نوعیت میں امام وقت کو

اختیار ہے جس طرح مناسب سمجھے ہلاک کرے۔

جعلسازی کی سزا

حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں ایک شخص معن بن زائدہ نے خلافت کی جعلی مہر کھدوالی اور اس کے ذریعہ لوگوں سے کافی مال وصول کر لیا بالآخر گرفتار ہو کر حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ اس کو کیا سزا دینی چاہئے؟ کسی نے کہا اس کا ہاتھ کاٹنا چاہیے کوئی بولا اس کو برسر عام سولی دینا چاہیے، پھر آپ حضرت علی کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا اے ابوالحسن آپ کیا کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا اس نے جھوٹ بولا ہے لہٰذا بذریعہ تازیانہ اس کی کھال پر تحریر کرنا چاہیے۔ (فتوحات بلاذری ۵۷)

دھوکہ بازاوران کی سزا

دو آزاد شخصوں نے اپنا پیشہ یہ قرار دیا تھا کہ شہر در شہر پھرتے تھے بازار میں جا کر ان سے میں سے ایک دوسرے کو بیچ آتا تھا پھر دونوں دوسرے شہر چلے جاتے تھے اور وہاں بھی یہی حرکت کرتے تھے اس طرح نہ معلوم کتنی مرتبہ انہوں نے خود کو فروخت کر کے لوگوں کو دھوکہ دیا تھا کر، اور خوب مال کمایا تھا حضرت نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ قلم کئے جائیں کیونکہ یہ خود اپنے بھی چور ہیں اور لوگوں کے بھی چور ہیں۔ (طرق حلیمہ ابن قیم صفحہ ۴۹)

ایک نامرد نے دھوکہ سے شادی کرلی

ایک نامرد شخص نے دھوکہ دے کر ایک عورت کے ساتھ شادی کر لی اس عورت پر انکشاف ہوا تو اس نے امیر المومنین کے پاس مقدمہ پیش کیا، آپ نے ان دونوں کے درمیان جدائی کر دی اور اس کا مہر اس نامرد شخص سے وصول کر کے اسے دے دیا اور اس دھوکہ دہی کے بدلہ اس کو تازیانہ بھی لگوائے۔ (وسائل ج ۳ صفحہ ۱۰۱)

جھوٹے گواہ کی سزا

حضرت علیؓ کے پاس ایک جھوٹی گواہی دینے والا لایا جاتا تھا تو اگر وہ مسافر

ہوتا تو اس کو اس کے شہر میں اور اگر کوفہ کا رہنے والا ہوتا تھا تو کوفہ کے بازاروں میں تشہیر کروا کر قید کر دیتے تھے۔ (وافی جز ۹ صفحہ ۷۳)

کون سے جانور بچے دیتے اور کون انڈے دیتے ہیں

عیوان الاخبار میں ابن قیبہ دینوری تحریر کرتے ہیں کہ حضرت علی ؓ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ کون سے جانور انڈے دیتے ہیں اور کون سے جانور بچے دیتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جن حیوانات کے کان باہر نکلے ہوئے نہیں ہوتے یعنی ظاہر میں معلوم نہیں ہوتے وہ انڈے دیتے ہیں اور وہ جانور جن کے کان باہر کو نکلے ہوئے ہیں وہ بچہ دیتے ہیں۔

علم النفس کا ایک عجیب فیصلہ

ازالۃ الخفاء میں ہے کہ حادث کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس اپنی عورت کو لے کر آیا اور بیان کیا کہ انے نکاح کے وقت اپنا عیب پوشیدہ رکھا۔ اب معلوم ہوا کہ اس کو جنون ہے حضرت نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ عورت نہایت حسین وجمیل ہے اس سے دریافت کیا کہ تیرا شوہر کیا کہتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ بات یہ کہ مجھے جنون نہیں بلکہ مجامعت کے وقت غشی طاری ہو جاتی ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ جنون ہے، حضرت نے یہ سنا تو اس کے شوہر کو حکم دیا کہ اس کو لے جاؤ۔ اور اچھا برتاؤ کرو تم اس کے کفو نہیں ہو تم یہ بھی نہیں جانتے کہ عورت مجنونانہ ہے یا نازک مزاج۔ (ازالۃ الخفاء، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ)

علم قرعہ اندازی سے فیصلہ

مستدرک حاکم ج صفحہ ۱۳۵ میں ہے کہ زید بن ارقم بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسالتماب ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کا مکتوب گرامی یمن سے پہنچا جس میں تحریر تھا کہ میرے پاس تین شخص آئے ان کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے اس کی ماں کے ساتھ طہر میں مجامعت کی ہے اور ہر شخص ان میں کا اس لڑکے کو اپنا بیٹا ہونے کا دعوی کرتا تھا۔ میں نے اس کے فیصلہ کا قرعہ

ڈالا اور یہ شرط لگائی کہ یہ شخص ان دو شخصوں کو دیت دو تہائی حصہ دے تو لڑکا اسے مل جائے گا۔ گویا غلام کہے۔ مسئلہ کی مثل حکم کیا۔ آنحضرت ﷺ یہ سنکر متبسم ہوئے اور فرمایا کہ اس کے علاوہ دوسرا کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

تشریح الاعضاء کے ذریعہ فیصلہ

عقد الفرید میں ابن عبداللہ یہ اندلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ عقل کا مسکن دماغ اور ہنسی کی جگہ جگر ہے۔ مطالب السؤل صفحہ ۴۶ میں علامہ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ ''حضرت علیؑ جب خلیفہ ہوئے تو ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس کے سمجھنے سے تمام عقلاء عاجز تھے۔ ایک شخص نے ایک مخنث سے عقد کیا۔ مخنث کے دو عضو مخصوص تھے ایک مرد مثل اور دوسرا عورت کی مثل۔ اس شخص نے جس نے عقد کیا تھا مہر میں ایک کنیز دی اور مخنث سے ہمبستری کی تو حمل قرار دیا گیا اور مدت کے بعد لڑکا پیدا ہوا۔ اس کے بعد اس مخنث نے کنیز کے ساتھ ہمبستری کی تو وہ کنیز بھی حاملہ ہوئی اور اس سے بھی لڑکا پیدا ہوا۔ اس واقعہ کو لوگوں نے حضرت علیؑ سے بیان کیا۔ آپ نے مخنث کے حالات معلوم کئے اور دو غلاموں کو حکم دیا کہ جا کر اس کی دونوں طرف کی پسلیاں شمار کریں اگر برابر ہوں تو عورت ہے اور اگر داہنی طرف کی پسلیاں بائیں طرف کی پسلیوں سے ایک پسلی کم ہو تو مرد۔ گننے کے بعد معلوم ہوا کہ داہنی طرف کی پسلیاں بائیں طرف کی پسلیوں سے زیادہ ہیں تو آپ نے حکم صادر فرمایا کہ یہ مخنث مرد ہے۔ اور ان میں تفریق کرا دی۔ اور فرمایا کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب خداوند عالم نے آدم کو پیدا کیا تو ان کی بائیں طرف کی پسلی سے حوا کو پیدا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مرد کی بائیں طرف کی ایک پسلی عورت کی پسلیوں سے کم ہوتی ہے۔

مرد کے تیئس اور عورت کے چوبیس پسلیاں ہوتی ہیں۔

غلام مہر میں دیا

کلینیؒ نے سکونی سے انہوں نے امام جعفر صادقؑ سے اور آپ نے جناب امیر المومنین حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کے متعلق جس نے ایک عورت سے نکاح

کیا اور مہر میں ایک غلام دینا منظور کیا' غلام کی قیمت بڑھتی گھٹتی رہتی تھی۔ اس شخص نے رخصتی سے پہلے اس عورت کو طلاق دینا چاہا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ نکاح کے دن غلام کی جو قیمت تھی اس کا نصف مہر میں ادا کردو۔ (قضایائے امیر المومنین)

گواہی میں دھوکہ ہوا

دو شخصوں نے ایک شخص کے متعلق گواہی دی کہ اس نے چوری کی ہے امیر المومنین نے چور کا ہاتھ کاٹ ڈالنے کا حکم دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہ دونوں گواہ ایک دوسرے شخص کو پکڑ کر لائے اور عرض کی ہمیں دھوکہ ہو گیا تھا۔ پہلے جس شخص کا ہاتھ کاٹا گیا تھا اس نے چوری نہیں کہ تھی بلکہ اس نے چوری کی ہے۔ امیر المومنینؑ نے ان دونوں گواہوں کے متعلق حکم دیا کہ تم دونوں کو نصف خون بہا اس شخص کو دینا پڑے گا جس کے متعلق تم نے غلط گواہی دی تھی اور تمہاری غلط گواہی کی بنا پر اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ اور اب تمہاری گواہی اس دوسرے شخص کے متعلق قبول نہیں کی جائے گی۔

اگر پتہ نہ ہو کہ کون پہلے مرا........!

عبدالرحمٰن بن حجاج سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے دریافت کیا اگر چھ آدمی ایک ہی کشتی میں بیٹھے ہوئے دریا میں ڈوب جائیں یا کچھ لوگوں پر مکان ڈھے (گر پڑے) اور سب دب کر مر جائیں اور پتہ نہ چل سکے۔

آپ نے فرمایا کہ ان میں کا ہر ایک دوسرے کا وارث ہوگا۔

(قضایائے امیر المومنین)

بدکار عورت کی طرف سے الزام

سکونی نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالب نے فرمایا کہ اگر بدکار عورت سے پوچھا جائے کہ تیرے ساتھ کس نے بدکاری کی ہے اور وہ کسی کو نام بتا دے تو اس پر دوہری حد جاری کی جائے گی ایک بدکاری کی

حد جس کا خود اس نے اقرار کیا دوسری تہمت تراشی کی حد جو اس نے مرد مسلمان کو لگائی۔

(قضایائے امیر المومنین)

دو عورتوں کی آپس میں بدمستی!

دو کنیزیں حمام میں داخل ہوئیں ایک نے اپنی انگشت سے دوسرے کا ازالہ بکارت کر دیا اور جب یہ بات امیر المومنین کی خدمت میں پیش کی گئی تو حضرت نے حکم دیا کہ بطور تاوان اس دوسری کنیز کو جس نے یہ حرکت کی ہے قید کر دیا جائے۔

(قضایائے امیر المومنین)

ایک ہی وقت میں کئی تہمت لگانا

امیر المومنین حضرت علی ؓ نے اس شخص کو جس نے بیک وقت کئی آدمیوں کو تہمت لگائی تھی ایک ہی حد جاری کی یعنی ہر شخص کے بدلہ میں الگ الگ سزا نہیں دی اسکی صورت یہ رہی کہ مجرم نے ایک ہی وقت میں ان سبھوں کو تہمت لگائی تھی اور ان سب نے امیر المومنین کو ایک ہی وقت میں شکایت یہ پیش کی تھی۔

خدا کا جرم کرنے والے کی سزا

حسن بن صالح بن حیی سے مروی ہے کہ امیر المومنین فرمایا کرتے تھے۔ اگر کسی شخص کو خدا کا جرم کرنے کی پاداش میں ہم نے حد جاری کی اور وہ مر گیا تو اس کا خون بہا ہمیں واجب نہیں ہے۔

قتل خطا اور قتل عمد کی مہلت

امیر المومنین حضرت علی ؓ قتل خطاء کی دیت کی ادائیگی میں ۳ برس کہ مہلت دیتے تھے اور قتل عمد کی دیت میں صرف سال بھر کی مہلت دیتے تھے۔ (قضایائے امیر المومنین)

تلی کھانے سے منع کیا!

جب امیر المومنین ؓ نے تلی کھانے سے منع کیا۔ تو ایک قصاب نے کہا جگر و

طحال میں کیا فرق ہے جو آپ نے ایک کے کھانے سے روکا اور دوسرے سے نہ روکا۔فرمایا تو اس بات کو کیا جان سکتا ہے۔ایک پانی کی ظرف لے آ، میں ابھی اس کا فرق بتائے دیتا ہوں۔پس وہ قصاب کبد وطحال وطشت لے آیا۔فرمایا کبد وطحال دونوں کے درمیان سے چاک کر کے پانی میں ڈال دے۔پس تھوڑی دیر بعد کبد تو سفید ہو گیا اور کوئی شے اس میں سے کم نہ ہوئی۔لیکن تلی سفید نہ ہوئی اور تمام خون ہو کر بہہ گئی۔صرف پوست اور رگیں باقی رہ گئی۔۔فرمایا دیکھ یہ فرق ہے۔یہ گوشت ہے اور وہ خون ہے۔

شب عروسی شوہر کو قتل کر دیا

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ ایک عورت کے ایک مرد سے ناجائز تعلقات قائم تھے اسی اثناء میں اس کی شادی ہو گئی۔جب شب زفاف ہوئی تو اس نے اپنے رفیق کو چور راستہ سے حجلۂ عروسی میں داخل کر لیا جس وقت شوہر نے ارادہ نزدیکی کا کیا تو وہ شخص نمودار ہوا اور شوہر پر حملہ کر بیٹھا، دونوں میں لڑائی ہوئی نتیجہ میں اس شوہر نے اس مرد کو قتل کر دیا۔اس کی محبوبہ نے جو دیکھا تو پیچھے سے آ کر شوہر کو قتل کر دیا۔جب یہ مقدمہ حضرت علیؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فیصلہ کیا کہ اس عورت کے یار کی دیت اس سے لی جائے اس کے بعد شوہر کے خون کے عوض اس کو قتل کر دیا جائے۔ (مناقب شہر آشوب ج۲ صفحہ ۲۰۰)

بیٹے کے قتل کی سزا

حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ:

(۱) اگر باپ اپنے بیٹے کو قتل کر دے تو وہ اس کے بدلہ قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو کوڑوں کی سزا دی جائے اور شہر بدر کرنا چاہیے۔

(۲) اگر بیٹا باپ کو قتل کر دے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

(وافی ج۹ صفحہ ۹۳)

قرعہ اندازی سے فیصلہ

کلینی نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ کے سامنے یمن میں ایک مقدمہ پیش ہوا

کہ ایک مکان منہدم ہو گیا تھا جب ملبہ اٹھایا گیا تو دو بچے برآمد ہوئے ایک ان میں غلام کا بچہ تھا دوسرا آزاد۔ حضرت نے دونوں کے نام قرعہ اندازی کی آزاد کے نام قرعہ نکلا لہٰذا پورا مال اسی کو دے دیا اور غلام کو آزاد کر دیا۔ (قضا۔۳۳)

سحق کی پاداش

حضرت علیؑ کے سامنے ایسی دو عورتیں پیش کی گئیں جو ایک لحاف میں پائی گئی تھیں اور انہوں نے سحق کیا تھا۔ چشم دید (چار گواہ) بھی قائم ہو چکے تھے آپ نے قنبر کو حکم دیا کہ نطع (چمڑے کا فرش) اور شمشیر حاضر کریں۔ پھر آپ نے دونوں عورتوں کو شمشیر سے دو ٹکڑے کر دیا اور حکم دیا۔ انکی لاشوں کو آگ میں جلا دیا جائے۔ (وافی جز۹ صفحہ ۵۱)

توضیح:۔ ملحوظ رہے کہ یہ ایسا دلدوز' حیاسوز' گناہ ہے جس کے تصور سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نسل انسانی کے دشمن شیطان نے حضرت لوط کے زمانہ میں لواط کے ساتھ اس کو بھی تعلیم کیا تھا اس لئے شرع مطہرہ نے ان دونوں جرموں کی سخت سے سخت سزا رکھی ہے اور اس کی پیش بندی کے لئے دو غیر مردوں یا عورتوں کا ایک لحاف یا چادر کے نیچے سونا ممنوع قرار دیا ہے۔

بحالت حیض جماع کرنیکی پاداش

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اگر مرد اول حیض میں عورت سے مقاربت کرے تو ایک دینار تصدق دے اور امام اس کو پچیس تازیانہ لگائے جو زانی کی حد ہے اور اگر آخر ایام حیض میں اس سے یہ فعل سرزد ہو تو نصف دینار تصدق کرے اور امام آدھے تازیانہ اس کو لگائے۔ دونوں حالتوں میں بعد کو گناہ نہ کرنے کے ارادہ کے ساتھ توبہ و استغفار کرے۔

(قضاوتہا۔۱۶)

فاسق علماء جاہل طبیب مفلس کرایہ دار کی سزا

ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ امام پر واجب ہے کہ فاسق علماء جاہل طبیب اور مفلس کرایہ دار کو قید کر دے۔

ناجائز سفارش کرنا

حضرت امیر المومنینؓ نے ارشاد فرمایا کہ بات جب کہ امام تک پہنچ جائے تو خبردار کوئی سفارش کو نہ آئے کیونکہ پھر امام کو بھی معاف کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ ہاں جو بات امام کے سامنے ابھی ثابت نہ ہوئی ہو اور مجرم سے ندامت کا اظہار بھی ہوا اس کی سفارش میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اسمیں بھی شرط یہ ہے کہ جسکی سفارش کی جائے وہ راضی ہو۔
(وافی جز ۹ صفحہ ۷۹)

غلام کی گواہی

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ بچوں کی گواہی ان کے درمیان جائز ہے قبل اس کے دو متفرق نہ ہوں یا اپنے اہل کے پاس جائیں۔ (وافی جز ۳ صفحہ ۱۴۵)

وصیت میں عورت کی گواہی

ایک شخص کی وصیت کے متعلق صرف ایک عورت گواہ تھی آپ نے فیصلہ فرمایا کہ وصیت کے چوتھائی حصہ میں اس عورت کی شہادت مانی جائے گی۔ (وافی جز ۳ صفحہ ۱۶۴)

عورتوں کے مخصوصات میں عورتوں کی گواہی

جناب امیر المومنینؓ کے پاس ایک باکرہ لڑکی لائی گئی جس کے متعلق شکایت کی گئی تھی کہ اس نے زنا کیا ہے۔ آپ نے عورتوں کو حکم دیا کہ اس کا معائنہ کریں چنانچہ انہوں نے دیکھنے کے بعد کہا کہ یہ لڑکی باکرہ ہے۔

آپ نے فرمایا میں اس کو کیونکر سزا دے سکتا ہوں جس پر قدرتی مہر لگی ہوئی ہے۔
آپ اس قسم کے معاملات میں عورتوں کی گواہی جائز قرار دیتے تھے۔ (وافی جز ۳ صفحہ ۱۴۸)

دشمن کی گواہی

حضرت علی ؓ نے ارشاد فرمایا میں جاسوس' قیافہ شناس اور چور کی گواہی نہیں مانتا اور نہ کسی فاسق کی گواہی قبول کرتا ہوں الا یہ کہ وہ خود اپنے خلاف گواہی دے۔

(وافی جز ۳ ص ۱۴۸)

دو متضاد گواہیاں اور فیصلہ

حضرت امام جعفر صادقؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت علی ؓ کے پاس جب دو قسم کے شاہد آتے تھے اور دونوں متضاد گواہیاں دیتے اور دونوں عدد و عدل میں مساوی ہوتے تو آپ ان کے درمیان قرعہ اندازی کر فرماتے اور یہ فرماتے تھے۔ یعنی اے پالنے والے۔ ان دونوں میں جس کا حق ہو اس کو دلا دے اس کے بعد جس جس کے حق میں قرعہ نکلتا اس سے حلف لے کر اس کے حق میں فیصلہ فرماتے تھے۔ (قضا ۱۳۴)

تمام اعضائے جسمانی کی تفصیلی دیت

جسم انسانی کے ہر عضو کو نقصان پہنچانے کی سزا یا جرمانہ

حضرت علی المرتضیٰؓ نے دیات آعضائے جسم انسانی پر مشتمل ایک کتاب بھی تحریر فرمائی ہے جو کتب اخبار واحادیث میں ''کتاب علیؓ'' کے نام سے مشہور ہے جس کا راوی ظریف بن ناصح ہے۔ وسائل وافی وغیرہ نے اس کو مسلسل ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب دراصل حضرت کے وہ فرامین ہیں جو آپ اپنے عمال حکومت کو بھجواتے رہے ہیں۔ اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضرت نے سر سے لے کر ناخن تک ہر ہر عضو کی دیت بیان فرمائی ہے۔ جو آپ کے بے پناہ علم قضاوت کی زبردست دلیل ہے۔

وطن عزیز میں نفاذ اسلام کی کوششیں اگر بارآور ہوجائیں تو اسکا جاننا بہت ضروری ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ وہ شخص جس کے کسی عضو کو ضرر پہنچایا گیا ہے اگر دیت کا مطالبہ کرے تو کوانصاف کے مطابق دیت دینا لازم ہے۔ اگر عمداً نقصان پہنچایا ہے تو قصاص او دیت دونوں میں سے جو چاہے اس کو اختیار ہے۔ اور اگر عمداً نہیں ہے بلکہ خطاء ہے تو اس صورت میں قصاص ساقط ہے۔ دیت متعین ہے۔

یہاں پر یہ بات قابل لحاظ ہے کہ مقدار دیات میں لفظ دینار استعمال کیا گیا ہے جو سونے کا سکہ ہے اور اشرفی کی جگہ بلاد اسلامی میں اب بھی رائج ہے اس کا حساب حسب ذیل ہے۔

(۱) ایک سو دینار برابر ہے ایک مثقال شرعی

(۲) ایک مثقال شرعی برابر ہے ۲۔ قیراط

(۳) ایک قیراط برابر ہے ۳۔ دانہ جو

(۴) ایک مثقال شرعی برابر ہے ۴ مثقال صیرفی

(۵) ایک دینار برابر ہو ۶۰ دانہ جریا ۴ مثقال صیرفی۔

تفصیل دیات

جسم انسانی اور اس کے مختلف عضو

(۱)	انسانی جان کی دیت	۱۰۰۰ دینار
(۲)	انسانی بصارت کی دیت	۱۰۰۰ دینار
(۳)	کان (سماعت) کی دیت	۱۰۰۰ دینار
(۴)	انسانی ناک کی دیت	۱۰۰۰ دینار
(۵)	انسانی ناطقہ (زبان) کی دیت	۱۰۰۰ دینار
(۶)	انسانی دونوں ہونٹ کی دیت	۱۰۰۰ دینار
(۷)	انسانی دونوں ہاتھ کی دیت	۱۰۰۰ دینار
(۸)	انسانی دونوں پیر کی دیت	۱۰۰۰ دینار
(۹)	انسانی ریڑھ کی ہڈی کی دیت	۱۰۰۰ دینار
(۱۰)	انسانی انثیین کی دیت	۱۰۰۰ دینار
(۱۱)	آلہ تناسل کی دیت	۱۰۰۰ دینار

(۱۲) سر پر ایسی ضرب پڑے کہ مضروب بول و براز روکنے پر قادر نہ رہے ۱۰۰۰ دینار

وہ اعضاء جو جفت ہیں ان کی مجموعی دیت جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ۱۰۰۰ دینار ہے اور ایک کی ۵۰۰ دینار لیکن اس قاعدہ سے ہونٹ و انثیین مستثنیٰ ہیں اوپر کے ہونٹ کی دیت ۴۰۰ دینار اور نیچے کے ہونٹ کی دیت ۶۰۰ دینار ہے۔

ظرف کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادقؑ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ امیر المومنینؑ نے "نیچے کے ہونٹ کی دیت اس لئے زیادہ قرار دی ہے کہ نچلا ہونٹ کھانے پینے میں معاون ثابت ہوتا ہے، وہ کھانے پانی کو باہر نکلنے سے روکتا ہے اسی طرح انثیین میں داہنے بیضہ کی دیت ۶۶۶ ۲/۳ دینار یعنی پوری دیت ۲/۳ ہے، اور بائیں طرف"

کی بیضہ کی دیت ۳۳۳ ۳/ادینار ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام سے پوچھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ جو اعضا جفت ہیں ان میں سے ایک کی دیت آدمی ہے، البتہ داہنے بیضہ سے لڑکے کی خلقت ہوتی ہے، اس لئے اس کی دیت زیادہ ہے۔ (وسائل کتاب دیات)

سر کے زخموں کی دیت

(۱)	اگر صرف خون نکل آئے	۱۰ دینار
(۲)	اگر ہڈی نمودار ہو جائے	۵۰ دینار
(۳)	اگر ہڈی نکل جائے	۱۵۰ دینار
	تشریح ۱۰۰ دینار ہڈی نکلنے اور ۵۰ دینار زخم کے	
(۴)	اگر دار دماغ تک پہنچ جائے تو	۳۳۳۳/ادینار

(وافی و وسائل کتاب الدیات)

چہرہ کی دیت

(۱) اگر ایسا زخم ہو جس سے منہ کے اندر کی فضا دکھائی دینے لگے تو اس کی دیت ۲۰۰ دینار ہوگی

(۲) اگر مذکورہ زخم بھرنے کے بعد ایسا نشان باقی رہے جو چہرہ کو عیب دار کرے تو اس کی دیت ۵۰ دینار

(۳) اگر زخم جبڑے تک پہنچ جائے تو اس کی دیت ۵۰ دینار

(۴) اگر اسلحہ دونوں کلوں کو چھید دے تو اس کی دیت ۱۰۰ دینار ہوگی۔

(۵) اگر کلے میں ایسا چھید ہو جائے جو بعد میں نہ بھرے تو اس کی دیت ۱۰۰ دینار ہوگی

(۶) اگر ہڈی پھٹ جائے تو اس کی دیت ۸۰ دینار ہوگی۔

(۷) اگر ایسا زخم ہو کہ ہڈی نمودار ہو جائے تو اس کی دیت ۱۵۰ دینار ہوگی۔

(۸)اگر بقدر درہم یا اس سے زیادہ گوشت جدا ہو جائے تو اس کی دیت ۳۰ دینار ہو گی۔
(۹)اگر زخم کا نشان باقی رہ جائے تو اس کی دیت دینار ہوگی.
(۱۰)معمولی زخم کے لئے دیت ۱۰۰ دینار ہو گی۔

طمانچہ مارنے کی دیت

اگر گال سیاہ ہو جائے تو طمانچہ مارنے سے تو اس کی دیت ۶ دینا ہو گی۔
(۲)اگر نیل پڑ جائے تو اس کی دیت ۳ دینار ہو گی
(۳)اگر صرف سرخ ہو جائے تو اس کی دیت دینار ہو گی
(وسائل ووافی کتاب الدیات)

داڑھی کی دیت

(۱) کوئی شخص کسی شخص کو اس کے منہ پر یعنی داڑھی کی جگہ ایسی تکلیف دے کہ اس کی داڑھی دوبارہ نہ نکل سکے تو اس کی دیت ۱۰۰ دینار ہو گی۔
(۲)اگر دوبارہ نکل آئے تو اسکی دیت ۳۳۳ دینا ہونگے۔
(۳)اس ہی طرح اگر عورت کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈال دیا جائے جس سے اس کے بال نہ اگ سکیں تو اس کی دیت ۱۰۰۰ دینار ہو گی۔

دانتوں کی دیت

(۱) ایک دانت کی دیت جبکہ وہ گر جائے۔ ۵۰ دینار
(۲) اگر سیاہ ہو جائے اور سال بھر تک اسی حال پر رہے۔ تو اس کی دیت ۵۰ دینا ہو گی۔
(۳) اگر دانت ہلنے لگے۔ ۵۰ دینار
(۴) اگر دانت سیاہ (کرم خوردہ) ہو۔ ۱۲ دینار (وسائل ووافی دیات الاسناں)

کان کی لو اور نتھنوں کی دیت

(۱) کان کی لو اگر کٹ جائے تو کان کا 1/2 یعنی اس کی دیت ۲/۳۶۶ ۲ دینار

ہے۔

(۲) ناک کے نتھنا اگر شق ہو جائے تو ناک کا یعنی ۳۳۳۳/ادینار ہے

(وانی و کتاب الدیات)

ہنسلی کی دیت

اگر ٹوٹ جائے ۴۰ دینار پھٹ جائے ۳۲ دینار اگر زخم کے اندر سے ہڈی دکھائی دینے لگے ۲۵ دینار اگر ہڈی ٹوٹ کر نکل جائے ۲۰ دینار اگر سوراخ ہو جائے ۱۰ دینار

مونڈھے کی دیت

اگر ٹوٹ کر ٹھیک ہو جائے تو ۱۰۰ دینار پھٹ جائے تو ۸۰ دینار اگر ہڈی دکھائی دینے لگے تو ۲۵ دینار اگر ہڈی نکل جائے تو ۵۰ دینار اگر چھید ہو جائے تو ۲۵ دینار اگر ٹوٹ کر ٹھیک نہ ہو تو ۳۳۳۳/ادینار اگر اکھڑ جائے تو ۳۰ دینار۔

بازو کی چوٹ کی دیت

۱۔ مار پیٹ میں اگر بازو ٹوٹ جائے تو اس کی دیت ۱۰۰ دینار ہو گی۔

۲۔ اگر زخم سے ہڈی دکھائی دینے لگے تو ۲۵ دینار ہو گی۔

۳۔ اگر چھید ہو جائے تو دیت ۲۵ دینار ہو گی۔

زخمی کہنی کی دیت

۱۔ اگر ٹوٹ جائے اور ٹھیک ہو جائے تو دیت ۱۰۰ دینار ہو گی۔

۲۔ پھٹ جائے تو ۳۲ دینار۔

۳۔ اگر زخم سے ہڈی دکھائی دینے لگے تو ۲۵ دینار۔

۴۔ اگر ہڈی نکل جائے تو ۵۰ دینا۔

۵۔ اگر چھید ہو جائے تو ۵۰ دینار

۶۔ اگر ٹوٹ کر ٹھیک نہ ہو سکے تو ۳۳۳ ۳/ادینار دیت ہو گی۔

۷۔ اگر چوٹ سے اکھڑ جائے تو ۳۰ دینار دیت ہوگی۔

پہنچ کو چوٹ لگنے کی دیت

۱۔ اگر ٹوٹ کر ٹھیک ہو جائے تو ۱۰۰ دینار دیت ہوگی۔
۲۔ اگر پھٹ جائے تو ۸۰ دینار دیت ہوگی۔
۳۔ اگر ہڈی نمودار ہو جائے تو ۲۵ دینار دیت ہوگی۔
۴۔ اگر ہڈی نکل جائے تو ۱۰۰ دینار دیت ہوگی۔
۵۔ اگر سوراخ ہو جائے تو ۲۵ دینار دیت ہوگی۔
۶۔ اگر زخم ہڈی تک اتر جائے تو ۵۰ دینار دیت ہوگی۔
۷۔ اگر ہاتھ کی ایک نلی ٹوٹ جائے تو ۵۰ دینار دیت ہوگی۔
۸۔ اگر کلائی ٹوٹ جائے تو ۱۰۰ دینار دیت ہوگی۔

پنجہ کو چوٹ لگنے کی دیت

۱۔ اگر پنجہ ٹوٹ جائے تو ۱۰۰ دینار دیت ہوگی۔
۲۔ اگر ہڈی نمودار ہو جائے تو ۲۵ دینار دیت ہوگی۔
۳۔ اگر ہڈی نکل جائے تو ۵۰ دینار دیت ہوگی۔
۴۔ اگر سوراخ ہو جائے تو ۲۵ دینار دیت ہوگی۔
۵۔ اگر زخم ہڈی تک اُتر جائے تو ۱۰۰ دینار دیت ہوگی۔
۶۔ اگر اکھڑ جائے تو ۱۶۶ ۲/۳ دینار دیت ہوگی۔

انگوٹھے کو چوٹ لگنے کی دیت

۱۔ انگوٹھے کے دو حصہ ہیں اوپر کا حصہ نچلا حصہ ہر ایک کا حکم علیحدہ ہے۔
۲۔ اوپر کا حصہ اگر ٹوٹ جائے اور ٹھیک ہو جائے ۱۶ ۲/۳ دینار دیت ہوگی۔
۳۔ اگر پھٹ جائے تو ۱۳ ۱/۳ دینار دیت ہوگی۔

۴۔ اگر ہڈی نمودار ہو جائے تو ۴ ۱/۲ دینار دیت ہوگی۔

۵۔ اگر ہڈی نکل جائے تو ۵ دینار دیت ہوگی۔

۶۔ اگر سوراخ ہو جائے تو ۴ ۱/۲ دینار دیت ہوگی۔

۷۔ نچلا حصہ اگر ٹوٹ جائے اور ٹھیک ہو جائے تو ۳۳ ۱/۲ دینار دیت ہوگی۔

۸۔ اگر پھٹ جائے تو ۲۶ ۲/۳ دینار دیت ہوگی۔

۹۔ ہڈی نمودار ہو جائے تو ۸ دینار دیت ہوگی۔

۱۰۔ اگر ہڈی نکل جائے تو ۱۶ ۲/۳ دینار دیت ہوگی۔

۱۱۔ اگر سوراخ ہو جائے تو ۱/۲۸ دینار دیت ہوگی۔

۱۲۔ اگر اکھڑ جائے تو ۱۰ دینار دیت ہوگی۔

۱۳۔ انگوٹھا اگر کٹ جائے تو ہاتھ کا ۱/۳ یعنی ۱۶۶ ۱/۳ دینار دیت ہوگی۔

۱۴۔ اگر پورے سے کم کٹے تو اسی نسبت سے دیت ہوگی۔

کولہے پر چوٹ لگنے کی دیت

۱۔ اگر کولہے کی ہڈی ٹوٹ جائے تو ۲۰۰ دینار دیت ہوگی۔

۲۔ پھٹ جائے تو ۱۶۰ دینار دیت ہوگی۔

۳۔ ہڈی نمودار ہو جائے تو ۵۰ دینار دیت ہوگی۔

۴۔ ہڈی اگر نکل جائے تو ۱۷۵ دینار دیت ہوگی۔

۵۔ اگر اکھڑ جائے تو ۳۰ دینار دیت ہوگی

۶۔ ٹوٹ کر کج درست ہو جائے تو ۳۳۳ ۱/۳ دینار دیت ہوگی۔

قدم اگر زخمی ہوں

۱۔ اگر ٹوٹ جائے تو ۲۰۰ دینار دیت ہوگی۔

۲۔ ہڈی ظاہر ہو جائے تو ۵۰ دینار دیت ہوگی۔

۳۔ ہڈی نکل جائے تو ۱۰۰ دینار دیت ہوگی۔

۴۔ اگر سوراخ ہو جائے تو ۵۰ دینار دیت ہوگی۔

ران کے زخمی ہونے کی دیت

۱۔ ران کی ہڈی اگر ٹوٹ جائے تو ۲۰۰ دینار دیت ہوگی۔

۲۔ اگر پھٹ جائے تو ۱۶۰ دینار دیت ہوگی۔

۳۔ اگر ہڈی نمودار ہو جائے تو ۵۰ دینار دیت ہوگی۔

۴۔ اگر صرف سوراخ ہو جائے تو ۵۰ دینار دیت ہوگی۔

۵۔ اگر ہڈی نکل آئے تو ۱۰۰ دینار دیت ہوگی۔

۶۔ اگر ٹوٹ کر کج ہو جائے تو ۳۳ ۱/۳ ۱۳ دینار دیت ہوگی۔

پنڈلی پر چوٹ لگ جائے

۱۔ اگر ٹوٹ جائے تو ۲۰۰ دینار دیت ہوگی۔

۲۔ اگر ہڈی پھٹ جائے تو ۱۶۰ دینار دیت ہوگی۔

۳۔ اگر ہڈی نمودار ہو جائے تو ۵۰ دینار دیت ہوگی۔

۴۔ اگر ہڈی نکل جائے تو ۵۰ دینار دیت ہوگی

۵۔ اگر سوراخ ہو جائے تو ۲۵ دینار دیت ہوگی۔

۶۔ اگر ٹوٹ کر ٹھیک نہ ہو سکے تو ۳۳ ۱/۳ ۱۳ دینار دیت ہوگی۔

زانو کی چوٹ کی دیت

۱۔ اگر ٹوٹ جائے تو ۲۰۰ دینار دیت ہوگی۔

۲۔ اگر پھٹ جائے تو ۱۶۰ دینار دیت ہوگی۔

۳۔ اگر اکھڑ جائے تو ۲۰ دینار دیت ہوگی۔

۴۔ اگر سوراخ ہو جائے تو ۲۰ دینار دیت ہوگی۔

۵۔ اگر ٹوٹ کر ٹھیک نہ ہو سکے تو ۳۳ ۱/۳ ۱۳ دینار دیت ہوگی۔

کان کی لو اور نتھنا کو اگر زخمی کر دیا جائے

۱۔ اگر کان کی لو کٹ جائے تو کان کا ۳/ا یعنی ۶۶ ۳/۲ دینار دیت ہوگی۔
۲۔ اگر ناک کا نتھنا شق ہو جائے تو ناک کا ۳/ا یعنی ۳۳۳ ۳/ا دینار دیت ہوگی۔
(وافی کتاب الدیات)

ہنسلی کے زخمی ہونے کی دیت

۱۔ اگر ٹوٹ جائے تو ۴۰ دینار دیت ہوگی۔
۲۔ اگر پھٹ جائے تو ۳۲ دینار دیت ہوگی۔
۳۔ اگر زخم کے اندر سے ہڈی دکھائی دینے لگے تو ۲۵ دینار دیت ہوگی۔
۴۔ اگر ہڈی ٹوٹ کر نکل جائے تو ۲۵ دینار دیت ہوگی۔
۵۔ اگر سوراخ ہو جائے تو ۲۰ دینار دیت ہوگی۔

عورت کے سر کے بال

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ اگر عورت کے سر پر کھولتا پانی ڈالا جائے جس سے اس کے بال نہ اُگ سکیں تو ۱۰۰۰ دینار اس کی دیت ہوگی۔ (وافی ج ۲ صفحہ ۱۷)

ہاتھ کی اُنگلیاں اور ناخن کے زخمی ہونیکی دیت

ہر انگلی کے تین حصے ہیں اور ہر ایک حصہ کے لئے دیت کا حکم جدا ہے۔
۱۔ نچلا حصہ جو ہتھیلی سے ملا ہے اگر ٹوٹ جائے ۱۶ ۳/۲ دینار دیت ہوگی۔
۲۔ اگر پھٹ جائے تو ۱۳ ۳/ا دینار دیت ہوگی۔
۳۔ اگر ہڈی نمودار ہو جائے تو ۴ ۶/ا دینار دیت ہوگی۔
۴۔ اگر ہڈی نکل جائے تو ۸ ۳/ا دینار دیت ہوگی۔
۵۔ اگر سوراخ ہو جائے تو ۴ ۶/ا دینار دیت ہوگی۔
۶۔ اگر اکھڑ جائے تو ۵ دینار دیت ہوگی۔

۷۔ اگر پوری انگلی جدا ہو جائے تو ہاتھ کا ۶/ا حصہ یعنی ۸۳ ۳/۲ دینار

(ب) وسطی حصہ

ا۔ اگر ٹوٹ جائے ۱۱ ۳/ا دینار دیت ہوگی۔

۲۔ اگر پھٹ جائے ۸ ۲/ا دینار دیت ہوگی۔

۳۔ اگر ہڈی نمودار ہو جائے ۲ ۳/۲ دینار دیت ہوگی۔

۴۔ اگر اکھڑ جائے ۳ ۳/۲ دینار دیت ہوگی۔

۵۔ اگر کٹ کر الگ ہو جائے تو ۵۵ ۳/ا دینار دیت ہوگی۔

ج۔ اوپر کا حصہ

ا۔ اگر ٹوٹ جائے تو ۵ ۵/۴ دینار دیت ہوگی۔

۲۔ اگر پھٹ جائے ۴ ۵/ا دینار دیت ہوگی۔

۳۔ اگر ہڈی نمودار ہو جائے تو ۲ ۳/ا دینار دیت ہوگی۔

۴۔ اگر ہڈی نکل جائے ۵ ۳/ا دینار دیت ہوگی۔

۵۔ اگر سوراخ ہو جائے ۲ ۳/۲ دینار دیت ہوگی۔

۶۔ اگر اکھڑ جائے تو ۳ ۳/۲ دینار دیت ہوگی۔

۷۔ اگر کٹ کر جدا ہو جائے تو ۲۷ دینار دیت ہوگی۔

د۔ ناخن

اگر دوبارہ نکل آئے تو فی ناخن ۵ دینار، اگر نہ نکلے یا سیاہ نکلے تو ۱۰ دینار دیت ہو گی۔ (فی ناخن)

سینہ اور پشت پر زخم کی صورت میں

ا۔ سینہ اگر ٹوٹ جائے اور دونوں طرف اندر جھک جائے تو ۵۰۰ دینار دیت ہوگی۔

۲۔ اگر ایک طرف ٹوٹ جائے تو ۲۵۰ دینار دیت ہوگی۔

۳۔ اگر دونوں طرف کے سینہ کے ساتھ پہلو بھی ٹوٹیں تو ۱۰۰۰ دینار دیت ہوگی۔

۴۔ اگر ایک جانب پہلو ٹوٹے تو دیت ۵۰۰ دینار ہوگی۔

۵۔ اگر ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ کر درست ہو جائے تو ۵۰۰ دینار دیت ہوگی۔
۶۔ پستان مرد کا کٹ جائے تو اس کی دیت ۱۲۵ دینار ہوگی۔
۷۔ اگر دونوں پستان کٹ جائیں تو ۳۵۰ ۲/۱ دینار ہوگی
۸۔ اگر عورت ہو اور اس کے پستان کو زخمی کیا جائے تو اس کی دیت ۵۰۰ دینار ہوگی۔
۹۔ اگر دونوں پستان زخمی ہو جائیں تو ۱۰۰۰ دینار دیت ہوگی

اوپر کی پسلیاں جو دل کی محافظات میں ہیں

۱۰۔ اگر ٹوٹ جائے تو ۲۵ دینار دیت ہوگی۔
۱۱۔ اگر پھٹ جائے تو ۱۲ ۲/۱ دینار دیت ہوگی۔
۱۲۔ اگر ہڈی نمودار ہو جائے تو ۶ ۴/۱ دینار دیت ہوگی۔
۱۳۔ اگر ہڈی نکل جائے تو ۷ ۲/۱ دینار دیت ہوگی۔
۱۴۔ اگر چھید ہو جائے تو ۶ ۴/۱ دینار دیت ہوگی۔

اوپر کی پسلیاں جو بازوؤں کی محافظات ہیں

۱۵۔ اگر ٹوٹ جائے تو ۱۰ دینار دیت ہوگی۔
۱۶۔ اگر پھٹ جائے تو ۷ دینار دیت ہوگی۔
۱۷۔ اگر ہڈی نمودار ہو جائے تو ۲ ۲/۱ دینار دیت ہوگی۔
۱۸۔ اگر ہڈی نکل جائے تو ۵ دینار دیت ہوگی
۱۹۔ اگر چھید ہو جائے تو ۲ ۲/۱ دینار دیت ہوگی۔
۲۰۔ اگر ہتھیار سینہ یا شکم میں اندر تک اتر جائے تو ۳۳۳ ۳/۱ دینار دیت ہوگی اور اگر دوسری طرف سے بھی باہر نکل جائے تو ۴۳۲ ۳/۱ دینار دیت ہوگی۔

ایک آنکھ زخمی ہونے کی دیت

حضرت امیر المومنین ؑ کی خدمت میں ایک ایسا شخص پیش کیا گیا جو ایک آنکھ سے

محروم تھا کسی شخص نے اس کی صحیح آنکھ پھوڑ دی تھی تو آپ نے اس بارے میں دو عدد فیصلے ارشاد فرمائے۔

۱۔ مجرم کی آنکھ پھوڑ دی جائے اور نصف دیت ۵۰۰ دینار بھی اس سے وصول کئے جائیں یا

۲۔ مجرم پوری دیت یعنی ۱۰۰۰ دینار دے اور اس کی آنکھ معاف کردی جائے۔

اس شخص کو مجرم کے بارے میں مذکورہ دو فیصلوں میں سے ایک فیصلہ اختیار کرنا ہوگا۔

(وافی و وسائل کتاب الدیات)

زبان کے کچھ حصہ کی دیت

مجموعہ ابن مرزبان میں ہے کہ خلافت حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک شخص آیا اور اس نے شکایت کی کہ فلاں شخص نے مجھ کو مارا جس کے نتیجہ میں میری زبان کا ایک حصہ کٹ کر الگ ہو گیا جس کی وجہ سے گفتگو کرنے میں دشواری ہوتی ہے حضرت عمرؓ حیران ہوئے کہ اس سے پوری زبان کی دیت لی جائے یا بعض کی اور بعض کی صورت میں وہ دیت کتنی ہو، اس ہی دوران حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے رجوع کیا، تو امیر المومنینؓ حضرت علی نے ارشاد فرمایا کہ اس سے حروف ابجد الف۔ ب۔ ت۔ ث سے ی تک کہلواؤ جتنے حرف اس کی زبان سے صحیح نکل سکیں اس کی نسبت سے دیت میں سے وضع کرلو باقی کی دیت یہ شخص ضارب سے لے لے۔ (قضاد تہا صفحہ ۸۶)

پیر کی انگلیاں اگر زخمی ہو جائیں تو اس کی دیت

۱۔ اگر انگوٹھا پورا کٹ جائے تو اس کی دیت ۳۳۳ ۳/۱ دینار ہوگی۔

۲۔ انگوٹھے کا نچلا حصہ جو پیر سے متصل ہے ٹوٹ جائے تو ۶۶ ۳/۲ دینار دیت ہوگی۔

۳۔ اگر پھٹ جائے تو ۲۶ ۳/۲ دینار دیت ہوگی۔

۴۔ اگر ہڈی نمودار ہو جائے تو ۸ ۳/۱ دینار دیت ہوگی۔

۵۔ اگر ہڈی نکل جائے تو ۲۶ ۳/۲ دینار دیت ہوگی۔

۶۔ اگر سوراخ ہو جائے تو ۴ ۲/۱ دینار دیت ہوگی۔

۷۔ اگر اکھڑ جائے تو ۱۰ دینار دیت ہوگی۔

۸۔ انگوٹھے کا اوپری حصہ جس میں ناخن ہے، ٹوٹ جائے تو ۳۱۶/۲ دینار دیت ہوگی۔

۹۔ اگر پھٹ جائے تو ۱۳ ۳/۱ دینار دیت ہوگی۔

۱۰۔ اگر ہڈی نمودار ہو جائے تو ۴ ۲/۱ دینار دیت ہوگی۔

۱۱۔ اگر ہڈی نکل جائے تو ۸ ۳/۱ دینار دیت ہوگی۔

۱۲۔ اگر سوراخ ہو جائے تو ۴ ۲/۱ دینار دیت ہوگی۔

۱۳۔ اگر اکھڑ جائے تو ۵ دینار دیت ہوگی۔

۱۴۔ اگر جدا ہو جائے تو پورے کی نصف دیت ہوگی۔

۱۵۔ انگوٹھے کا ناخن جدا ہو جائے اور پھر نہ نکل سکے تو اس کی دیت ۳۰ دینار ہوگی۔

۱۶۔ پیر کی انگلیوں کی نلیاں جو قدم میں ہیں اگر ٹوٹ جائے تو ۳۱۶/۱ دینار دیت ہوگی۔

۱۷۔ اگر پھٹ جائے تو ۱۳ ۳/۱ دینار دیت ہوگی۔

۱۸۔ اگر ہڈی نمودار ہو جائے تو ۴ ۲/۱ دینات دیت ہوگی۔

۱۹۔ ہڈی نکل جائے تو ۸ ۳/۱ دینات دیت ہوگی۔

۲۰۔ اگر سوراخ ہو جائے تو دیت ۴ ۶/۱ دینار ہوگی۔

۲۱۔ پوری انگلی کی دیت ۸۸۳/۱ دینار ہے۔

۲۲۔ انگلی کا نچلا حصہ جو قدم سے متصل ہے ٹوٹ جائے تو ۱۶ ۳/۲ دینار دیت ہوگی۔

۲۳۔ اگر پھٹ جائے تو ۱۳ ۳/۱ دینار دیت ہوگی۔

۲۴۔ اگر ہڈی نمودار ہو جائے تو ۴ ۶/۱ دینار ہوگی۔

۲۵۔ اگر ہڈی نکل جائے تو ۳۸/۱ دینار دیت ہوگی۔

۲۶۔ اگر سوراخ ہو جائے تو ۶۴/۱ دینار دیت ہوگی۔

۲۷۔ اگر اکھڑ جائے تو ۵ دینار دیت ہوگی۔

وسطی حصہ

۲۸۔ اگر ٹوٹ جائے تو ۳۱۱/۲ دینار دیت ہوگی۔

۲۹۔ اگر پھٹ جائے تو ۸ ۵/۴ دینار دیت ہوگی۔

۳۰۔ ہڈی نمودار ہو جائے تو ۲ دینار دیت ہوگی۔

۳۱۔ اگر ہڈی نکل جائے تو ۳۵/۲ دینار دیت ہوگی۔

۳۲۔ اگر سوراخ ہو جائے تو ۳۲/۲ دینا دیت ہوگی۔

۳۳۔ اگر اکھڑ جائے تو ۸ دینار دیت ہوگی۔

۳۴۔ اگر کٹ کر جدا ہو جائے تو ۳۵۵/۲ دینا دیت ہوگی۔

۳۵۔ اگر ٹوٹ جائے تو ۵۵/۴ دینا دیت ہوگی۔

۳۶۔ پھٹ جائے تو ۵۴/۱ دینار دیت ہوگی۔

۳۷۔ اگر ہڈی نمودار ہو جائے تو ۳۱/۱ دینار دیت ہوگی۔

۳۸۔ اگر ہڈی نکل جائے تو ۵۲/۱ دینا دیت ہوگی۔

۳۹۔ اگر سوراخ ہو جائے تو ۳۱/۱ دینار دیت ہوگی۔

۴۰۔ اگر کٹ کر علیحدہ ہو جائے تو ۵۶۷/۴ دینار دیت ہوگی۔

۴۱۔ اگر اکھڑ جائے تو ۵۲/۴ دینار دیت ہوگی۔

۴۲۔ ناخن انگشت یا ۱۰ دینار فی ناخن دیت ہوگی۔

(نوٹ) مذکورہ صورتوں میں ہڈی نکل جانے کی جو دیت ہے وہ صرف ہڈی ٹلکنے کی ہے۔ ورنہ ٹوٹنے کی اور نمودار ہونے کی نصف دیت اس پر مستزاد ہے۔

دست بریدہ کی دیت

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی ایسے شخص کو قتل کر دیا جس کا داہنا ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ حضرت نے اس مقدمہ کا فیصلہ اس طرح فرمایا کہ اس مقتول کا ہاتھ کسی جنایت کی وجہ سے کاٹا گیا ہے یا کسی ظلما کاٹا ہے۔ لیکن اس کی دیت اس

نے وصول کر لی تھی تو ایسی صورت میں مقتول کے اولیاء دونوں میں سے ایک کے مجاز ہیں۔ چاہیں تو قاتل کو قتل کر دیں لیکن اس کے اولیاء کو وہ دیت واپس کر دیں جو اس کے ہاتھ کے عوض وصول کی تھی اور چاہیں تو اپنے مقتول کی دیت سے ہاتھ کی دیت کم کر کے باقی قاتل سے وصول کر لیں اور اگر اس کا ہاتھ نہ تو کسی جنایت کی پاداش میں کاٹا گیا ہو اور نہ اس کی دیت لی گئی ہو تو مقتول کے اولیاء کو اختیار ہے۔ چاہیے اس کو قتل کر دیں اور کچھ نہ دیں۔ اور چاہیں تو پوری دیت وصول کر لیں۔ (کافی بحوالہ قضا صفحہ ۵۷)

علقہ یعنی حمل ساقط ہونیکی دیت

ارشاد شیخ مفیدؒ سے منقول ہے کہ ایک مرد نے ایک حامل عورت کو مارا جس کے صدمہ سے اس کا حمل ساقط ہو گیا ہو جو ابھی ابتدائی مراحل میں علقہ کی صورت میں تھا۔ امیر المومنین حضرت علیؑ نے فرمایا کہ وہ چالیس دینار دیت کے ادا کرے بشرطیکہ زن مضروبہ قصاص نہ طلب کرے۔ اس کے بعد آپؑ نے اس کی تفصیل میں اس طرح ارشاد فرمایا۔

۱۔ نطفہ کی دیت۔ بیس دینار

۲۔ علقہ کی دیت۔ چالیس دینار

۳۔ مضغہ کی دیت۔ ساٹھ دینار

۴۔ ڈھانچہ کی دیت۔ شکل بننے کے قبل ۸۰ دینار

۵۔ شکل۔ روح پڑنے سے قبل۔ ۱۰۰ دینار

۶۔ جب نطفہ میں روح آجائے تو اس کی دیت ایک ہزار دینار ہے یعنی جاندار انسان کی خلقت کے از روئے قضا قرآن پانچ مدارج ہیں۔

لہٰذا پوری دیت ان ہی حساب سے تقسیم ہوگی۔

سانسیں گن کر دیت دو

ایک شخص نے دوسرے شخص کے سینہ پر گھونسہ مارا۔ مضروب نے دعویٰ کیا کہ اسکی ضرب سے میری سانس بگڑ گئی ہے۔

آپ نے فیصلہ کیا کہ اس کی نفس شماری کی جائے اور وہ اس طرح کہ سانس کبھی تو داہنے نتھنے میں رہتی ہے اور کبھی بائیں نتھنے میں رہتی ہے لیکن جس وقت پو پھوٹتی ہے اس وقت سے لے کر آفتاب کے نکلنے تک داہنے نتھنے میں رہتی ہے لہذا فجر کے وقت سے سورج نکلنے تک مدعی کو بٹھا کر اس کی سانسیں گنو پھر دوسرے روز اس کے دس سال کے انسان کی سانسیں بھی اس طرح گنو اس کے بعد اگر مدعی کی سانسیں کم ہوں تو اس کی نسبت سے اس کو دیت دو۔ (حضرت علیؓ کے فیصلے)

سترہ اونٹوں کی عجیب وغریب تقسیم

بحوالہ کتاب ناسخ التواریخ ج ۷/۵۷۳ تین آدمیوں میں سترہ اونٹوں کی تقسیم پر جھگڑا ہونے لگا کیونکہ ہر آدمی کی خواہش یہ تھی کہ بغیر کاٹے ہوئے اونٹ تقسیم ہو جائیں

ان اونٹوں میں ایک کا نصف حصہ تھا دوسرے کا ۱/۳ (حصہ ثلث) تھا تیسرے کا نواں حصہ ۱/۹ تھا سترہ کا عدد مذکور حصوں پر بغیر کر کے صحیح طور سے تقسیم نہیں ہو سکتا جب کوئی چارہ کار باقی نہ رہا سوائے اس کے کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے جب اس مقدمہ کو حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا تم اجازت دو تو میں بغیر اونٹ ذبح کیے فیصلہ کر دونگا اور فیصلہ میں آسانی اور تم لوگوں کی سمجھ میں لانے کے لئے تم لوگ اگر اجازت دو تو اس میں ایک اونٹ اپنا تمہارے اونٹوں میں شامل کر دوں۔ ان لوگوں نے کہا کیا مضائقہ ہے چنانچہ آپ نے اپنا ایک اونٹ بھی سترہ اونٹوں میں ملا دیا۔ اب اٹھارہ اونٹ ہو گئے۔ تب آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ پہلے شخص کا نصف حصہ ہے یعنی اٹھارہ کا آدھا کتنا ہوا؟ اس نے کہا نو! اس پر آنجناب نے کہا تم نو اونٹ لے لو۔ پھر آپ نے دوسرے سے کہا کہ تمہارا حصہ ثلث ہے تو اٹھارہ کا ثلث کیا ہوا؟ اس نے کہا چھ تو فرمایا تم چھ اونٹ لے لو۔ اس نے؛ چھ اونٹ لے لئے پھر تیسرے کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا تمہارا مال نواں حصہ ہے یعنی اٹھارہ کا ۱/۹ کتنا ہوا؟ اس نے کہا دو فرمائی تم دو اونٹ لے لو۔ یہ سب سترہ ہوئے۔

اس کے بعد حضرت نے جو ایک اونٹ بچ گیا تھا اس کو خود لے لیا کیونکہ یہ اونٹ

آپ نے اس میں فیصلہ کرنے کے لیے شامل کیا تھا۔اس میں سے کسی کو کوئی شکایت نہ ہوئی۔ (ناسخ التواریخ ج۳ص ۷۵۷)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور علم الحدیث

قرآن حکیم کے بعد قانونِ اسلامی کا دوسرا اہم ماخذ حدیث نبوی ہے۔حدیث کو اسلام میں ہمیشہ بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔قرآن حکیم کی تفہیم و تفصیل میں بھی حدیث نبوی ہی کی طرف رجوع کیا جاتا رہا ہے۔

علم حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی، آپ کے ارشادات، اعمال اور آپ کے سامنے کیے گئے اعمال (جن پر آپ نے سکوت فرمایا ہو) پر بحث ہوتی ہے۔آپ کے سامنے کیے گئے اعمال جن پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی اعتراض نہ فرمایا ہو، سنت تقریری کہلاتی ہے۔اس کی مثال ابوداؤد کی وہ حدیث ہے جس میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رمضان المبارک میں صحابہ کرام کو تین رات تراویح پڑھائی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تراویح کے لیے مسجد میں تشریف نہ لے گئے تاکہ آپ کے دائمی عمل سے یہ امت پر فرض نہ ہو جائے۔ان تین راتوں کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں مختلف اور متفرق جماعتوں میں نماز تراویح پڑھتے رہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا پتہ چلتا رہا لیکن آپ نے صحابہ کرام کے اس عمل پر کوئی اعتراض نہ فرمایا۔چنانچہ ایک مرتبہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مسجد میں تراویح پڑھا رہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا:

اصابوا ونعم ما صنعوا......

"انہوں نے صحیح کیا اور انہوں نے بہت اچھا کیا۔" (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۵)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تقریر پر توثیق سے اب تک مسجدوں میں تراویح بطور سنت ادا ہو رہی ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان تینوں قسم کی احادیث کو اپنے انتقال تک لوگوں کے سامنے بیان کرتے رہے۔آپ کے عہد خلافت میں کوفہ حدیث وفقہ کی مسند تھی۔آپ نے

خود بھی کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے انتقال سے کوفہ میں جو علمی خلا واقع ہو گیا تھا، وہ آپ رضی اللہ عنہ کے وہاں جانے سے کسی حد تک پُر ہو گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کا ذہن، حدیث کا مخزن

بچپن ہی سے آپ چونکہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہے تھے۔ اس وجہ سے حدیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ آپ کے کوزۂ ذہن میں محفوظ تھا۔ لیکن روایتِ حدیث میں آپ نہایت متشدد تھے۔ اس وجہ سے آپ سے زیادہ روایات مروی نہیں ہیں۔ آپ سے صرف ۵۸۶ روایات مروی ہیں جبکہ ان کے مقابلہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ۵۳۷۴، سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ۲۶۳۰، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ۲۲۶۶، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ۱۶۶۰، سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ۱۵۴۰، سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے ۱۱۷۰، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ۸۴۸ اور سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا سے ۲۲۱۰ روایات مروی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات

علماء نے لکھا ہے کہ آپ سے کم روایت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ جب کسی شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سنتے تو اسے قسم دیے بغیر اس روایت کو قبول نہ فرماتے تھے اور قسم دینا صرف اطمینان کے لئے ہوتا تھا۔ صرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایت کو آپ فوراً قبول فرما لیتے۔ (تذکرۃ الحفاظ ذہبی ج ا ص ۱۰)

صحیحین (بخاری و مسلم) میں آپ کی کل ۱۳۹ احادیث مروی ہیں۔ جن میں ۲۰ بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں اور ۹ صرف بخاری میں اور ۱۰ صرف مسلم میں موجود ہیں۔ اور آپ سے کل ۵۸۶ روایات مروی ہیں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ اکابر صحابہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ قریباً ۳۰ سال تک مسندِ ارشاد پر جلوہ فگن رہے، بدیں وجہ خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں آپ کو سب سے زیادہ روایتِ حدیث کا موقع ملا ہے۔ اس وجہ سے ان کے مقابلہ میں آپ کی روایات کی تعداد زیادہ ہے۔

مسروق تابعیؒ کا قول

حدیث کی روایات اگرچہ بعض صحابہ کرامؓ کے مقابلہ میں آپ کی کم ہیں لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد وہ چھ صحابہ جو علم میں لوگوں کا مرجع تھے، ان میں ایک آپ کا نام بھی آتا ہے۔ چنانچہ مسروق فرماتے ہیں کہ:

شاممت اصحاب محمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلم فوجدتُ علمهم انتھٰی الیٰ ستّة عمر وعلیّ وعبداللّٰہ ومعاذ وابی الدرداء وزید بن ثابت. (رضی اللّٰہ عنهم)

"میں نے اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت قریب سے دیکھا اور میں نے ان کا علم چھ حضرات میں منتہی پایا۔ عمرؓ، علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، معاذ بن جبلؓ، ابوالدرداءؓ اور زید بن ثابتؓ۔"

(تاریخ ابی زرعہ جلد اص ۶۴۷، طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۳۵۱)

آپؓ سے استفادہ کرنے والے صحابہ کرامؓ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ سیدنا علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اپنے ہم عصر صحابہ سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا مقدادؓ بن الاسود اور اپنی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہؓ سے بھی روایات کی ہیں اور آپ سے سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا براء بن عازبؓ، سیدنا ابوہریرہ، سیدنا ابوسعید الخدری، سیدنا بشر بن شحیم غفاری، سیدنا زید بن ارقم، سیدنا سفینہ، سیدنا صہیب رومی، سیدنا ابن عباس، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا عبداللہ بن زبیر، سیدنا عمرو بن حریث، سیدنا جابر بن سمرہ، سیدنا جابر بن عبداللہ، سیدنا ابوجحیفہ، سیدنا ابوامامہ، سیدنا ابولیلیٰ انصاری، سیدنا ابوموسیٰ اشعری، سیدنا مسعود بن حکم زرقی، سیدنا ابوالطفیل عامر بن واثلہ، سیدنا عبیداللہ بن ابی رافع اور اُم موسیٰ جاریہ (رضی اللہ عنہم وعنھن) کے علاوہ آپ کے خاندان میں سیدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ، سیدنا محمد ابن الحنفیہؒ، سیدنا عمرؓ (صاحبزادہ) سیدہ فاطمہؓ (صاحبزادی) محمد بن عمر بن علیؒ، علی بن الحسین بن علیؓ (پوتے) سیدنا عبداللہ بن جعفر

طیارؓ (بھتیجے اور داماد) جعدہ بن ہبیرہ المخزومی (بھانجے) وغیرہ نے آپ سے علمی استفادہ فرمایا اور روایت حدیث کی۔

آپؓ سے استفادہ کرنے والے تابعین

تابعین میں زر بن حبیش، زید بن وہب، ابوالاسود الدوئلی، حارث بن سوید التیمی، حارث بن عبداللہ الاعور، حرملہ مولیٰ اسامہ بن زیدؓ، ابوساسان حضین بن منذر الرقاشی، حجیہ بن عبداللہ الکندی، ربعی بن حراش، شریح بن ہانی، شریح بن النعمان الصائدی، ابووائل شقیق بن سلمہ، شیث بن ربعی، سوید بن غفلہ، عاصم بن ضمرہ، عامر بن شراحیل الشعبی، عبداللہ بن سلمہ مرادی، عبداللہ بن شداد، عبداللہ بن شقیق، عبداللہ بن معقل بن مقرن، عبد خیر بن یزید الہمدانی، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، عبیدۃ سلمانی، علقمہ بن قیس النخعی، عمیر بن سعد النخعی، قیس بن عباد البصری، مالک بن اوس بن حدثان، مروان بن الحکم الاموی، مطرف بن عبداللہ، نافع بن جبیر بن مطعم، ہانی بن ہانی، یزید بن شریک التیمی، ابوبردہ بن ابی موسیٰ الاشعری، ابوحیہ وادعی، الوالخلیل الحضرمی، ابوصالح الحضرمی، ابوالصالح الحنفی، ابوعبدالرحمٰن السلمی، ابوعبید مولیٰ ابن ازہر، ابوالہیاج الاسدی وغیرہ نے آپ سے روایت حدیث کی اور اس چشمہ علم وعرفان سے فیض حاصل کیا۔ (تہذیب التہذیب)

آپؓ کا صحیفہ

حدیث نبوی کی کچھ تحریرات سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لکھی ہوئی بھی تھیں۔ ان کا نام آپ نے صحیفہ رکھا ہوا تھا۔ بخاری کے کئی ابواب میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ (ملاحظہ ہو بخاری، کتاب العلم، کتاب الحج، فضائل المدینہ، کتاب الجہاد، باب فکاک الاسیر، باب ذمۃ المسلمین) یہ تحریر لپٹی ہوئی بعض روایات کے مطابق آپ کی تلوار کی نیام میں لٹکی رہتی تھی۔ (بخاری جلد ا، ج ۲، مسند احمد ج ا) اس صحیفہ کو بڑی شہرت حاصل تھی۔ اس میں زیادہ تر مالیات کے مسائل تھے اور زکوٰۃ، دیت اور قصاص وغیرہ کی روایات بھی تھیں۔ اس کے بارہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من زعم ان عندنا شیئاً نقرؤہ الا کتاب اللہ وھذہ الصحیفۃ فقد کذب.

''جس شخص نے یہ سمجھا کہ ہمارے پاس پڑھنے کے لئے قرآن حکیم اور اس صحیفہ کے علاوہ بھی کوئی اور چیز ہے تو اس نے جھوٹ بولا۔''

(بخاری ج۱ص ۳۸، مسلم ج۱ص ۴۴۲، ۴۹۵، المصنف ج۹ص ۲۶۳ ج۱ص ۱۰۰)

بعض روایات کے مطابق سیدنا علی ؓ نے اس صحیفہ کے بعض اجزاء کی نقلیں بھی لکھوائی ہوئی تھیں اور انہیں بعض لوگوں میں صرف کاغذ کی قیمت ایک درہم لے کر فروخت بھی کیا تھا۔ (طبقات ج۵ص ۲۶۹)

بعض روایات کے مطابق اس صحیفہ کی نقل آپ کے صاحبزادے سیدنا محمد ابن الحنفیہؒ کے پاس بھی تھی اور ایک نقل حجر بن عدی کے پاس بھی تھی۔ (طبقات جلد۶ص ۲۲۰)

تو گویا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ اعزاز تھا کہ انہوں نے زمانہ نبوت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث کو تحریری شکل میں مرتب فرمایا۔

فقہ کی ایک نادر مثال!

ایک شخص اپنے غلام کو لے کر آپ کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کی یا حضرت میرے غلام نے میری اجازت کے بغیر شادی کر لی ہے۔ حضرت نے فرمایا تم کو اختیار ہے کہ ان دونوں کے درمیان جدائی کرا دو۔ اس شخص نے اپنے غلام سے کہا۔ اے خبیث اپنی بیوی کو طلاق دے۔

اس پر جناب امیر نے غلام سے فرمایا کہ ''اگر تو طلاق دینا چاہتا ہے تو دے ورنہ نہ دے۔

یہ سنکر وہ شخص حیران ہوا اور اس نے پوچھا۔

حضرت یہ کیا معاملہ ہے مجھ سے فرماتے ہیں ان میں جدائی ڈالدو اور غلام سے کہتے ہیں کہ چاہے طلاق دو یا نہ دو۔

فرمایا۔ جب تو نے یہ کہا کہ طلاق دے۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ تو نکاح پر راضی تھا۔ کیونکہ نکاح کے بعد ہی طلاق ہوتی ہے) لہٰذا اس کا نکاح صحیح ہوا۔ اب اس کے بعد اس غلام کو اختیار ہے چاہے طلاق دے یا نہ دے۔ (بحارالانوار ۹ص ۴۹۶)

گونگے سے قسم لینے کا طریقہ

حضرت صادق سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ سے گونگے کو قسم دلانے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا حمد ہے اس خدا کی جس نے مجھ کو اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھایا یہاں تک کہ میں نے ان تمام چیزوں کو بیان کر دیا۔ جنکی امت محتاج تھی پھر آپ نے فرمایا قرآن کریم لاؤ جب وہ لایا گیا تو گونگے سے کہا یہ کیا ہے اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا یعنی خدا کی کتاب ہے۔

پھر آپ نے قنبر سے فرمایا کہ دوات و کاغذ لاؤ اور اس پر یہ الفاظ تحریر کیے میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو مخفی و آشکار چیزوں کو جاننے والا ہے۔ رحمٰن و رحیم ہے طالب و غالب ہے۔ ضار و نافع ہے۔ ہلاک کرنے والا اور پکڑنے والا ہے جو ہر علانیہ سے واقف ہے کہ فلاں بن فلاں کا مجھ پر کوئی حق نہیں ہے اور نہ کسی وجہ یا سبب سے اس کو مجھ سے کسی قسم کے مطالبہ کا حق پہنچتا ہے۔ ان حروف کو کاغذ پر لکھنے کے بعد ان کو دھویا اور گونگے سے کہا کہ اس پانی کو پی لے۔ اس نے پینے سے انکار کیا۔ تب آپ نے فرمایا کہ اس گونگے کی گردن پر دین ثابت ہے۔

بیڑی کا وزن

ایک غلام چلا جا رہا تھا جس کے پیر میں اس کے آقا نے فولاد بیڑی پہنا دی تھی اس کی زنجیر کو دیکھا دو شخصوں میں آپس میں مباحثہ ہو گیا۔ ایک نے کہا کہ اس زنجیر کا وزن اتنا ہے اگر غلط نکلے تو خدا کی قسم میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں دوسرے نے کہا نہیں اتنا وزن ہے اگر میری بات غلط نکل جائے تو خدا کی قسم میری بیوی کو تین طلاقیں اب یہ

دونوں اس کے مالک کے پاس گئے اور اس سے فرمائش کی کہ اس بیڑی کو غلام کے پیر سے نکال کر تول دے تا کہ آپس کی نزاع ختم ہو جائے اس نے کہا میں نے ایک نذر کی ہے جب وہ پوری ہو جائے گی تب یہ بیڑی کھلے گی اگر اس سے پہلے کھولوں تو خدا کی قسم میری بیوی پر بھی تین طلاقیں۔ اب فیصلہ ہو تو کیونکر ہو سب کے سب پہلے تو دربار خلافت میں آئے اور پورا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ تم دونوں ہی اپنی بیوی کو طلاق دے دو کیونکہ تم نے ایسی بیہودہ قسم کھائی مالک بیڑی کھول کر اپنی زوجہ کو طلاق نہیں دے گا۔ اب تو یہ دونوں بہت پریشان ہوئے آخر میں حضرت علیؑ کے پاس گئے اور اپنا واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اس کا حل تو بہت آسان ہے غلام کو میرے پاس بلاؤ جب وہ آیا تو آپ نے حکم دیا کہ ایک طشت لایا جائے آپ نے اس میں تھوڑا پانی بھر دیا پھر غلام کی بیڑی میں ایک ڈورا باندھا اور غلام سے کہا کہ اپنا پیر پانی میں ڈالے پانی میں جب پیر پڑا تو اس کی سطح اونچی ہو گئی آپ نے طشت کے کنارے پر جہاں تک پانی آیا تھا نشان لگوا دیا پھر اس ڈوری کی مدد سے اس بیڑی کو اونچا کر لیا۔ جب بیڑی اوپر آئی تو پانی کی سطح نیچے اتر گئی۔ پھر آپ نے فرمایا اس میں لوہے کا برادہ ڈالو یہاں تک کہ نشان تک پانی آ جائے چنانچہ جب لوہے کا برادہ ڈالا گیا تو پانی پھر اپنی پہلی سطح پر آ گیا آپ نے غلام سے فرمایا۔ پیر نکال لے اور ان لوگوں سے فرمایا کہ جو اس برادہ کا وزن ہے وہی اس بیڑی کا وزن ہے۔

(تہذیب الاحکام بحارج ۹ صفحہ ۴۶۵)

جان بچی لاکھوں پائے

ایک ایسی عورت جناب امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے اپنے شوہر کی یہ شکایت پیش کی کہ وہ اس کی کنیز سے زنا کرتا ہے حضرت نے فرمایا اگر تو سچی ہے تو اس کو رجم کر دوں گا۔ اگر تو جھوٹی ہے تو تجھ کو دُرّے لگاؤں گا۔ یہ سنکر اس عورت نے اپنے ساتھیوں سے کہا مجھ کو واپس لے چلو اب سوائے ٹکر ٹکر دیکھنے اور اندر سلگنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ (مناقب شہر آشوب ج ۲ صفحہ ۲۰۱)

زوجہ کی کنیز سے ہمبستری کرنا

ایک شخص کو حضرت علیؑ کے سامنے پیش کیا گیا جس پر الزام یہ تھا کہ اس نے اپنی زوجہ کی کنیز سے ہمبستری کی تھی اور وہ حاملہ ہوگئی تھی لیکن اس شخص کا بیان یہ تھا کہ میری زوجہ نے مجھ کو یہ کنیز ہبہ کردی تھی جب زوجہ سے پوچھا گیا تو اس نے انکار کردیا حضرت علیؑ نے اس شخص سے فرمایا کہ تو اس کے ہبہ ہونے پر کوئی ثبوت پیش کرو ورنہ سنگسار ہو جائے گا۔ جب اس عورت نے دیکھا تو گھبرا کر بول اٹھی کہ میں نے کنیز کو ہبہ کیا تھا اس وقت حضرت نے اس عورت پر حد قذف جاری کی۔ (حضرت علیؑ کے فیصلے از محمد دمی)

غلام کے قاتل کی سزا

حضرت علیؑ کے سامنے ایک ایسے شخص کا مقدمہ پیش کیا گیا جس نے اپنے غلام کو اتنے دکھ دیئے تھے کہ وہ مرگیا آپ نے اس کو ایک سو تازیانے لگائے اور اس سے غلام کی قیمت وصول کرکے اس کی طرف سے خیرات کی پھر آقا کو ایک سال کے لئے قید بھی کیا۔

(وافی جز ۴ صفحہ ۹۴)

آقا کے حکم سے اگر غلام کسی کو قتل کردے

ایک شخص نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ فلاں آدمی کو قتل کردے اس غلام نے اپنے اپنے آقا کے حکم پر شخص مذکور کو قتل کردیا حضرت نے حکم دیا کہ مقتول کے بدلہ میں آقا کو قتل کیا جائے۔ کیونکہ غلام کی حیثیت مثل آقا کے تازیانہ یا تلوار کے ہے۔

(مناقب، شہر آشوب ج ۲ صفحہ ۱۹۶)

امام عادل کو اقراری مجرم کو معاف کرنے کا حق ہے

ایک شخص حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے چوری کا اقرار کیا حضرت نے اسی سے فرمایا تم قرآن پڑھنا جانتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں سورۃ بقر پڑھ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھ کو سورۂ بقرہ کی وجہ سے بخش دیا یہ سنکر اشعث بن قیس بولا۔ یا

امیر المومنین کیا آپ حد الٰہی کو معطل کرنا چاہتے ہیں؟ فرمایا اے نافہم تجھ کو کیا معلوم امام کے سامنے اگر کوئی شخص اقرار کرلے تو امام کو اختیار ہے چاہے اس کو بخش دے یا سزا دے۔ لیکن اگر اس جرم کے خلاف دو شاہد عادل گواہی دیں اس وقت حد کی تعطیل جائز نہیں۔

بیت المال میں سب مسلمانوں کا حصہ برابر ہے

ایک مرتبہ اصحاب مخصوصین میں سے ایک صاحب نے مساوات کے خلاف کچھ عرض کی اور اس پر دلیل پیش کی کہ آپ قریش اور تمام عرب کے قبائل کو اہل عجم اور دیگر تازہ مسلمان شدہ قوموں کے برابر جانتے ہیں یہی وجہ ہے کہ لوگ امیر شام کے پاس اہل عرب زیادہ رجوع ہوتے ہیں اور آپ کے پاس بہت کم!

امیر المومنینؑ ۔ نے نہایت متانت سے اور آزادی سے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ہرگز میری یہ خواہش نہیں ہے کہ میں اسلام کی جماعت میں ایک قوم پر ظلم کر کے دوسری قوم کی اعانت کروں۔ میں کبھی اپنے لئے یہ پسند نہیں کرتا۔ یہ مال تو انہیں مسلمانوں کا ہے۔ اگر میں خاص ملکیت بھی رکھتا تو میں اپنی عام ہمدردی کے خیال سے ان پر حصہ مساوی تقسیم کر دیتا۔ (کتاب غارات محمد ابن ابراہیم ثقفی تہذیب صفحہ ۳۰۸)

عرب و عجم میں مساوات

اس طرح دو عورتیں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی انہیں ایک عرب تھی اور دوسری عجم تقسیم کا وقت تھا یہ دونوں بھی اسلامی مستحقین میں شامل تھی ان میں سے ہر ایک کو پچیس پچیس درہم دیئے گئے، اس سے عربیہ جل اٹھی اور کہنے لگی یا امیر المومنین میری بہن عجم ہے۔ میرے برابر حصہ پانے کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ امیر المومنینؓ نے ارشاد فرمایا کہ اس مال میں بنی اسمٰعیل کو بنی اسحٰق پر ترجیح نہیں ہو سکتی۔

حضرت علیؓ کو خدا ماننے والوں کا انجام

عبداللہ بن سبا جو یمن کا رہنے والا ایک یہودی تھا اور ۳۵ھ میں اس نے ظاہری

طور پر اسلام قبول کیا۔ وہ اپنی یہودیت کے زمانے میں موسیٰ علیہ السلام کے وصی سیدنا یوشع بن نون علیہ السلام کی شان میں غلو کرتا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد اپنے اسلام کے زمانہ میں سیدنا علی ﷺ کے بارہ میں بھی اس نے اسی طرح کے مبالغہ آمیز باتیں کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے سیدنا علی ﷺ کی امامت کی فرضیت کے عقیدہ کو شہرت دی اور ان کے مخالفین کی تکفیر کی (ملاحظہ ہو رجال الکشی ص ۱۰۱، عراق، تنقیح المقال جلد۲ ص ۱۸۴، فرق الشیعہ، للنوبختی ص ۴۳۔۴۴، عراق۔ البدایہ والنہایہ جلد۷ ص ۱۶۷، روضۃ الصفا جلد۲ ص ۲۹۲، ایران) اس عبداللہ بن سبا اور اس کے ذریت اور معتقدین نے سیدنا علی ﷺ کی شان میں غلو کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ انہیں خدا کہنے لگے۔ یہ صریحاً کفر تھا کہ کسی انسان کو ''خدا'' کہا جائے، چنانچہ سیدنا علی ﷺ نے انہیں زندہ جلا دینے کی سزا دی، لیکن ان لوگوں کے عقیدہ میں سیدنا علی ﷺ کی اس سزا سے اور زیادہ پختگی ہوئی اور انہوں نے کہا:

لا یعذب بالنار الّا ربّ النار......

''آگ کی سزا صرف اور صرف خدا ہی دیتا ہے۔''

اور آپ نے چونکہ ہمیں آگ میں جلانے کی سزا دی ہے لہٰذا ہمیں پورا پورا یقین ہے کہ آپ واقعی خدا ہیں، لیکن بعد میں سیدنا عبداللہ بن عباس ﷺ نے سیدنا علی ﷺ کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاندار کو زندہ جلانے سے منع فرمایا ہے تو آپ نے اپنے اس فعل پر ندامت کا اظہار فرمایا۔

حضرت علی ﷺ نے انہیں زندہ جلا دیا

علامہ انور شاہ کاشمیری قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ سیدنا علی ﷺ سے یہ کہا گیا کہ مسجد کے دروازے پر کچھ لوگ کھڑے ہیں جو یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ان کے رب ہیں۔ سیدنا علی ﷺ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ تمہارا بُرا ہو تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا:

انت ربّنا وخالقنا ورازقنا......

''آپ ہمارے رب ہیں، ہمارے خالق ہیں اور ہمارے رازق ہیں۔''

سیدنا علی ﷺ نے فرمایا:

ویلکم انّما انا عبدٌ مثلکم اکل کما تاکلون واشربُ کما تشربون، ان اطعت اللّٰہ اثابنی انشاء وان عصیتہٗ خشیتُ ان یّعذّبنی، فاتّقوا اللّٰہ وارجعوا......

''تمہارا بُرا ہو میں تو تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں۔ جس طرح تم کھاتے ہو اسی طرح میں کھاتا ہوں اور جس طرح تم پیتے ہو اسی طرح میں پیتا ہوں۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں گا تو وہ مجھے اس کی جزا دے گا اور اگر میں اس کی نافرمانی کروں گا تو مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے عذاب دے گا۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے اس دعویٰ سے باز آ جاؤ۔''

(انوار المحمود علی سنن ابی داؤد ج۲ ص۴۷۶)

لیکن جب وہ لوگ بار بار کے سمجھانے سے باز نہ آئے تو سیدنا علی ﷺ نے انہیں زندہ جلا دیا۔

شراب نوشی کی سزا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شراب نوشی کی سزا میں کوڑوں کی تعداد معیّن نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کی سزا ۴۰ کوڑے تھی۔ اسی طرح سیدنا ابوبکر ﷺ کے عہدِ خلافت میں بھی اس کی سزا ۴۰ کوڑے ہی رہی، لیکن سیدنا عمر ﷺ کے زمانہ خلافت میں سیدنا علی ﷺ اور دوسرے صحابہ کے مشورہ سے یہ سزا ۸۰ کوڑے مقرر کی گئی۔ چنانچہ احادیث کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ ابن وبرہ کہتے ہیں کہ مجھے سیدنا خالد بن ولید ﷺ نے سیدنا فاروقِ اعظم ﷺ کی خدمت میں ایک مسئلہ کی تحقیق کے بارہ میں روانہ کیا۔ میں سیدنا فاروقِ اعظم ﷺ کی خدمت میں پہنچا، اس وقت ان کے پاس سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف، سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا طلحہ بن عبید اللہ اور سیدنا

زبیر بن العوام (رضی اللہ عنہم) موجود تھے۔ میں نے حاضر ہو کر سیدنا خالدؓ کا پیغام دیا کہ لوگ شراب خوری میں منہمک ہو رہے ہیں اور موجودہ سزا یعنی ۴۰ کوڑوں کو معمولی سمجھنے لگے ہیں۔ سیدنا فاروقِ اعظمؓ نے جواب میں فرمایا کہ اس وقت یہ حضرات میرے پاس موجود ہیں، ان سے اس بارہ میں دریافت کیا جا سکتا ہے۔ سیدنا علیؓ نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آدمی جس وقت شراب پی کر بدمست ہو جاتا ہے تو بکواس کرتا ہے۔ بکواس کرنے کی حالت میں پھر لوگوں پر بہتان تراشی کرتا ہے اور بہتان تراشی کی سزا ۸۰ دُرّے ہے، لہٰذا شراب پینے والے کی سزا ۸۰ دُرّے ہونی چاہیے۔ چنانچہ سیدنا عمرؓ نے شراب نوشی کی سزا ۸۰ دُرّے مقرر فرما دی۔

(السنن للدار قطنی جلد ۲ ص ۳۵۴-۳۵۸، مؤطا امام مالک ص ۳۵۷، المستدرک حاکم جلد ۴ ص ۳۷۵، المصنف عبدالرزاق جلد ۷ ص ۳۷۸)

سیدنا علیؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں بھی اسی سزا کو جاری رکھا اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ چنانچہ شیعہ علماء نے بھی تسلیم کیا ہے کہ ۸۰ کوڑوں کی سزا کے لیے سیدنا علی المرتضیٰؓ نے سیدنا عمرؓ کو مشورہ دیا تھا اور سیدنا عمرؓ نے اس مشورہ کو قبول فرماتے ہوئے شرابی کی سزا ۸۰ کوڑے مقرر فرمائی تھی۔ (ملاحظہ ہو فروع کافی جلد ۳ ص ۱۱۷۔ نولکشور)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے لکھا ہے کہ یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شرابی کی سزا ۸۰ کوڑے نہیں تھی، صحیح نہیں ہے، کیونکہ مسند ابی یعلیٰ، معجم الاوسط طبرانی وغیرہ میں حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی شرابی کی سزا ۸۰ کوڑے تھی۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو انوار المحمود جلد ۲ ص ۵۰۹)

سزا دینے میں آپ کا طرزِ عمل

سیدنا علیؓ کے مشورہ ہی سے ہم جنسی کی سزا قتل اور پھر اس کی لاش کو جلا دینے کی سزا بھی سیدنا علیؓ کے مشورہ سے سیدنا عمرؓ نے مقرر فرمائی۔ (ملاحظہ ہو فروع کافی جلد ۳ ص ۱۰۹، الاستبصار، طوسی، جلد ۲ ص ۳۰۶)

سیدنا علیؓ نے اس سزا کو بھی اپنے زمانہ خلافت میں بحال رکھا۔

آپ کے عہد خلافت میں یہ طے ہوا کہ کوڑوں کی سزا میں چہرہ اور شرمگاہ کو چھوڑ کر تمام جسم پر کوڑے مارے جا سکتے ہیں اور عورت کو سزا دینے میں اس کے تمام جسم کا چھپانا ضروری ہے تاکہ عورت بے ستر نہ ہونے پائے اور رجم کی صورت میں عورت کو ناف تک زمین میں گاڑ دینا چاہیے۔ (کتاب الخراج ص ۹۷)

تقسیم میں عزیزوں اور قرابتداروں کی رعایت نہیں کی جاتی

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ جو آپ کے بھائی حضرت جعفر طیار کے صاحبزادہ اور آپ کے داماد جناب حضرت زینب صلوۃ اللہ علیہا کے شوہر تھے ان کو ایک گھوڑے کی ضرورت پڑی۔ اور آپ اس کو خریدنا چاہتے تھے۔ لیکن اپنی تنگدستی اور مفلسی کی وجہ سے خرید نہیں سکتے تھے۔ آپ بیت المال کی تقسیم والے دن حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی موجودہ ناداری اور تنگدستی کی حالت دکھلا کر اصرار کرنے لگے کہ بیت المال میں سے کچھ رقم مل جائے۔ لیکن جناب امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا کہ جان غم میں نے تم کو تو بیت المال کی رقم دکھلا دی اب یہی باقی ہے کہ میں اب چوری کروں اور تم کو پہنچاؤں۔ یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے۔ اور آئندہ اصرار کی جرأت نہ کر سکے۔

(کتاب سراج المومنین حصہ دوم صفحہ ۸۶)

صاحبزادی ام کلثومؓ اور آپؓ بحیثیت حاکم

یحییٰ ابن سلمہ ناقل ہیں کہ عمر ابن سلمہ اصفہان کے عامل تھے۔ ایک بار وہ وہاں آئے تھے تو گھی اور شہد کی مشکیں بھری ہوئیں اپنے ہمراہ لائے۔ امیر المومنین ؑ کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ نے عمر ابن سلمہ سے قدرے گھی اور شہد طلب فرمایا عمر ابن سلمہ نے ایک برتن میں گھی اور ایک میں شہد بھیج دیا۔ دوسرے دن جناب امیر المومنینؑ نے وہ مشکیں ملاحظہ فرمائیں تو ان میں سے دو مشکیں ٹوٹی ہوئی پائیں عمر ابن سلمہ سے دریافت کیا تو انہوں نے اصل کیفیت عرض کر دی۔ یہ روداد سن کر امیر المومنین حضرت علیؑ نے وہ مشکیں جانچ کرنے والوں کے پاس بھیج دیں اور ان کے نقصان کی جانچ کرنے کا حکم دیا۔ انہوں

نے جانچ کر کے بتلایا کہ ان میں پانچ درہم کا نقصان ہوا ہے پس جناب ام کلثومؓ کے پاس ایک آدمی بھیج کر پانچ درہم منگوا لیئے اور وہ پیسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے۔

مسجد میں قصہ گوئی کی سزا

حضرت علی ﷛ جب کسی کو مسجد میں باطل قصہ گوئی کرتے ہوئے دیکھتے تھے تو درے سے سزا دیتے تھے۔

خبردار کرنے والا مجرم نہیں

دو لڑکے آپس میں کھیل رہے تھے ان میں سے ایک نے کھیل کی لکڑی جو اڑتی تو وہ دوسرے کے منہ پر آپڑی جس سے اس کے آگے کے چار دانت ٹوٹ گئے حضرت کے سامنے جب یہ معاملہ پیش ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ لکڑی اچھالتے وقت ''خبردار'' کہہ دیا تھا۔ اس نے کہا جی ہاں! پھر آپ نے اس پر گواہی طلب کی تو لوگوں نے اس امر کی شہادت بھی پیش کی تب آپ نے فرمایا جس نے خبردار کر دیا اس پر کوئی سزا یا حد نہیں لاگو ہوتی۔ (وافی جز ۳ صفحہ ۱۲۳)

گواہی گلے پڑی

ایک دفعہ تین شخصوں نے کسی کے خلاف زنا کی شہادت دی۔ حضرت علی ﷛ نے انکی گواہی سن کر فرمایا چوتھا گواہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا ابھی آتا ہے آپ نے حکم دیا کہ ان پر حد قذف کے (الزام تراشی) کے اسی تازیانہ لگائے جائیں کیونکہ اجرائے حد میں ایک گھڑی بھی تاخیر نہیں ہونا چاہیے۔

چار غیر عادل گواہ

ایک دفعہ چار آدمیوں نے حضرت علی ﷛ کے سامنے زنا کی گواہی دی تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ چاروں عادل نہیں ہیں بلکہ خود متہم ہیں آپ نے حکم دیا کہ ان چاروں پر حد لگائی جائے۔

ایک گواہ پر بھی فیصلہ ہو سکتا ہے

امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی ﷺ قرض کے مقدمہ میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم کے اوپر فیصلہ صادر فرمادیتے تھے۔

تشریح:۔ امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ اگر حکومت حکومت ہمارے ہاتھ میں ہو تو ہم ایک نیک شخص کی گواہی پر مقدمہ فیصل کر دیں بشرطیکہ مقدمہ حقوق الناس سے تعلق رکھتا ہو اور اگر وہ معاملہ حقوق اللہ کا ہے، یا رویت ہلال کا ہے تو اس میں ایک گواہی کافی نہیں

(وافی ج۲ صفحہ ۱۴۸)

عورتوں کی گواہی

حضرت علی ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کی گواہی نکاح میں تو جائز ہے لیکن طلاق میں جائز نہیں ونیز آپ نے فرمایا اگر تین مرد اور دو عورتیں گواہی پیش کریں تو یہ گواہی رجم (سنگساری) میں جائز ہے اور اگر دو مرد دو چار عورتیں ہوں تو جائز نہیں ہے۔

(وافی ج۳ صفحہ ۱۴۲)

شرابیوں کی دیت

چار آدمیوں نے شراب پی کر آپس میں جھگڑا کیا نوبت خنجر زنی تک پہنچی جس سے دو نفر ہلاک ہو گئے اور دو مجروح آپ نے مجروحین کو ۸۰ تازیانہ لگائے جانے کا حکم دیا اور ان مجروحین سے ان مرنے والے کی دیت دلوائی اور فرمایا کہ اگر ان مجروحین میں کوئی اور مرجائے تو پھر ان کے اولیاء پر کچھ نہیں ہے۔

جناب امیر نے اپنا حصہ بھی دے دیا!

کتاب مستدرک میں تحریر ہے کہ بصرہ میں تسلط ہو جانے کے بعد جناب امیرؑ نے وہاں کے بیت المال کا جائزہ لیا تو معتد بہ رقم موجود پائی اسی وقت وہ تمام رقم اہل اسلام کو تقسیم کردی اور امیر المومنین ﷺ کے حصہ میں بھی اتنی ہی رقم آئی تھی جتنی ہر مسلمان کے حصہ

میں آئی، اس ہی دوران ایک بزرگ اہل اسلام میں سے آئے اور عرض کی کہ تقسیم کے وقت میں حاضر نہ تھا، میرا حصہ مجھ کو ملنا چاہئے، امیر المومنین ؓ نے خادم کو آواز دی اور اپنا حصہ ان بزرگ کو دے دیا! یہ تھی انصاف پسندی اور رعایا پروری۔

(سراج المبین حصہ دوم)

موتیوں کا ہار اور جناب اُم کلثوم

علی ابن ابو رافع جن کو خاندان اہل بیت سے خدمت کا پشتی خاندانی شرف حاصل ہے، امیر المومنینؓ کی طرف سے بیت المال کے خازن تھے بیان کرتے ہیں کہ بصرہ سے خراج میں ایک موتیوں کا ہار آیا تھا، عید الاضحیٰ قریب تھی، حضرت اُم کلثومؓ بنت امیر المومنینؓ نے مجھ سے وہ ہار اس وعدہ پر لیا کہ عید کے روز پہن کر پھر واپس کر دیں گے یہ سنک آپ باہر تشریف لائے اور ابو رافع کو بلا کر پوچھا کہ بیت المال اسلامی میں خیانت کرتے ہو ابو رافع نے کہا معاذ اللہ فرمایا پھر یہ ہار جو بیت المال میں رکھا ہوا تھا میرے گھر کس طرح پہنچ گیا، ابو رافع نے سارا قصہ کہا سنایا جواب میں نہایت عتاب سے ارشاد ہوا کہ وہ ہار واپس لے کر بیت المال میں اسی جگہ رکھ دو اور پھر بار دیگر تم نے کوئی ایسی حرکت کی تو یہ یاد رکھنا کہ میں نہایت سختی سے پیش آؤں گا اور یہ بھی یاد رکھو کہ میری لڑکی نے یہ ہار اگر تجھ سے بطور مستعار نہ لیا ہوتا تو زنان ہاشمیہ میں آج پہلی عورت وہی ہوتی جس کا ہاتھ بعلت سرقہ قلم کیا گیا ہوتا۔ (سراج المبین حصہ دوم)

امام حسنؓ اور شہد کی مشکیں

ایک مرتبہ کہیں سے خراج میں شہد کی بھری ہوئی مشکیں آئی تھی، جناب امام حسینؓ کے پاس چند مہمان آئے، حضرت امام حسنؓ نے ایک درہم دے کر بازار سے روٹیاں منگوائیں مگر سالن کی ضرورت پیش آئی، قنبرؓ سے کہا کہ ایک مشک کھولکر شہد دے دو، قنبرؓ نے مشک کھولی اور اس میں سے ایک رطل شہد لے کر بھیج دیا، امیر المومنینؓ جب مشکوں کی تقسیم کے لئے بیٹھے تو قنبرؓ سے فرمایا کہ اس مشک میں مجھے کچھ فتور دکھائی دیتا ہے، قنبرؓ نے عرض کی

کہ آپ سچ بیان فرماتے ہیں پھر جناب امام حسنؑ کے شہد لینے کی پوری کیفیت عرض کر دی، جناب امیر المومنینؑ نے غصہ ہو کر حضرت حسنؑ کے مارنے کا قصد فرمایا۔

حضرت امام حسنؑ نے آپ کو اپنے چچا جعفر طیارؓ کی قسم دی جب جناب امیر المومنینؑ کو ان کی قسم دی جاتی تھی تو آپ کا غصہ فرو ہو جاتا تھا، آپ نے جناب امام حسنؑ سے فرمایا کہ تم کو اس بات پر کس چیز نے جرأت دلائی کہ تم نے تقسیم سے پہلے شہد لے لیا۔

امام حسنؑ نے عرض کی اس میں ہمارا بھی حق تھا ہم نے یہ خیال کیا کہ جب ہم کو ہمارا حق ملے گا ہم اُسی قدر اس میں واپس کر دیں گے۔

جناب امیرؑ نے فرمایا

"یہ سچ ہے کہ اس میں تمہارا حق تھا مگر یہ حق تم کو کب حاصل تھا کہ تم اور مسلمانوں سے پہلے اس مال سے نفع اٹھاؤ، یہ کہ کر قنبرؓ کو بلایا اور ایک درہم دیا کہ بازار سے خالص شہد لے آؤ، راوی حدیث کا بیان ہے کہ اب تک وہ بات میری نگاہوں میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے مشک کا منہ کھولا ہے اور قنبرؓ اس میں شہد ملا رہے ہیں اور امیر المومنینؑ کی یہ حالت ہے کہ آپ روتے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں بار خدایا حسنؑ کو بخش دے کہ وہ جانتا نہ تھا۔" (مطالب السول صفحہ ۱۰)

مرتد ہو جانے کی سزا

حضرت علیؑ کے ایک عامل نے آپ کو تحریر کیا کہ یہاں زندیقوں کے دو گروہ ہیں ایک مسلمان میں سے ہے اور دوسرا نصاریٰ میں سے، حضرت نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ مسلمانوں میں سے جو دینِ فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہو اس کے بعد مرتد ہو جائے تو اس کی گردن مار دو اور جو فطرت اسلام پر نہ پیدا ہوا ہو تو اس سے کہو کہ توبہ کرے اگر اس نے توبہ کی تو خیر ورنہ اس کو بھی قتل کر دو، اب رہے نصاریٰ تو جو اُن کا مسلک ہے وہ خود ارتداد سے بڑھ کر ہے۔ (وافی جز ۹ صفحہ ۷۰)

بت پرستی کی سزا

کوفہ میں دو مسلمان شخصوں کے متعلق کسی نے حضرت علیؑ سے شکایت کی کہ وہ بت کی پوجا کرتے ہیں آپ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر تجھ کو دھوکا ہوا ہوگا اس نے کہا جی نہیں پھر آپ نے ایک اور شخص ان کی تحقیق حال پر معین کیا اس نے بھی آ کر یہی کہا تب آپ نے ان کو بلا کر ڈانٹا اور اس دین سے پلٹنے کے متعلق فرمایا مگر انہوں نے انکار کیا تب آپ نے زمین میں ایک گڑھا کھدوایا اور اس میں آگ روشن کروائی جب شعلے بھڑکنے لگے تو اس میں ان کو ڈال دیا۔ (وافی جز ۹ صفحہ ۷۰)

خود کی چوری

ایک شخص نے مال غنیمت سے ایک خود چوری کر لیا لوگوں نے امیر المومنینؑ سے عرض کیا اس نے چوری کی ہے اس کا ہاتھ قطع کیجئے، امیر المومنینؑ نے فرمایا جنگ میں یہ بھی شریک تھا اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ مال غنیمت کے حصول میں اس کا بھی ہاتھ تھا۔

غلطی سے بایاں ہاتھ کاٹ دیا

امیر المومنینؑ نے ایک چور کا دایاں ہاتھ قطع کرنے کا حکم دیا لوگوں نے غلطی سے اس کا بایاں ہاتھ کاٹ ڈالا اور امیر المومنینؑ سے عرض کی کہ ہم نے غلطی سے بایاں ہاتھ کاٹ ڈالا ہے، اب اس کا دایاں ہاتھ قطع کیا جائے یا نہیں امیر المومنینؑ نے فرمایا نہیں اس کا بایاں ہاتھ تو تم کاٹ چکے ہو۔ (قضایائے امیر المومنین)

سگ گزیدہ کا حکم!

اگر کسی کا کتا دن میں کاٹتا تھا تو آپ اس کے مالک کو ضامن قرار دیتے تھے اور اگر رات کو کاٹتا تھا تو اس کو ذمہ دار قرار نہیں دیتے تھے (کیونکہ رات کے وقت ہر شخص کو اپنے مکان کی حفاظت کا اختیار ہے۔) (وافی ج ۲ صفحہ ۱۲۶)

اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم کسی کے مکان میں بغیر اجازت کے داخل

ہو اور گھر کا کتا کاٹ کھائے تو صاحب خانہ ذمہ دار نہیں ہے، ہاں اگر اس کی اجازت کے ساتھ داخل ہوئے ہو تو صاحب خانہ ذمہ دار ہے۔ (وسائل وافی ج صفحہ ۱۲۵)

چور کا ہاتھ آتش جہنم میں

امام جعفر صادقؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی خدمت میں کچھ چور پیش کیے گئے آپ نے ان کے ہاتھ کاٹے اور فرمایا تمہارے جسم کے جو حصے جدا کیے گئے وہ آتش جہنم میں چلے گئے اب اگر تم توبہ کر لیو تو ان کو جہنم کی آگ سے نکال سکتے ہو ورنہ یہ تم کو بھی اپنے ساتھ گھسیٹ لیں گے۔ (وافی جز۹ صفحہ ۶۶)

دوسری بار چوری کرنے کی سزا

حضرت امام محمد باقرؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ

(۱) اگر پہلی چوری کرنے سے چور کا ہاتھ کاٹا جا چکا ہے اس کے باوجود اس نے پھر چوری کی تو

(۲) اس کا بایاں پیر کاٹا جانا چاہیے، اس کے بعد پھر وہ چوری کرے تو

(۳) اس کو قید کر دیا جائے۔

اس کا داہنا پیر اور بایاں ہاتھ چھوڑ دیا جائے تا کہ اس سے راہ چل سکے، پاخانہ پیشاب کو جا سکے اور کھانا پینا کر سکے،

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں خدا سے حیا کرتا ہوں کہ اس کو اس طرح کر دو کہ وہ اپنے اعضاء سے بہرہ مند نہ ہو سکے

اس وقت تک قید خانہ میں رکھو یہاں تک کہ اس کو موت آ جائے پھر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی کبھی کسی چور کا ہاتھ پیر کاٹے جانے کے بعد اس کا دوسرا ہاتھ نہیں کاٹا۔ (وافی جز۹ صفحہ ۶۵)

زکوٰۃ......

زکوٰۃ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ضرورت مند افراد کی امداد و دستگیری کی جائے اگر

مستقل جاری رہے، اسلامی قانون کی رو سے جب تک زکوٰۃ ادا نہیں کی جائے مال کی تطہیر نہیں ہوتی، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانے میں زکوٰۃ کا نظام اجتماعی تھا، کارندوں کے ذریعے جمع کی جاتی اور پھر مقررہ مصارف پر صرف کر دی جاتی تھی چنانچہ امیر المومنین حضرت علیؓ نے سنت رسول اکرم ﷺ کے مطابق اپنی نگرانی میں جمع زکوٰۃ کو فوراً تقسیم کرنے کا بندوبست فرمایا چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں بڑے محنتی اور مخلص و دیانتدار افراد کو اس کام پر مقرر فرمایا، یہ افراد بڑی نرم مزاجی کے ساتھ کسی قسم کے جبر و تشدد کے بغیر زکوٰۃ وصول کرتے تھے، حضرت علیؓ کا حکم تھا کہ اس شخص سے زکوٰۃ وصول کرنا جو دے اور جو نہ کہدے کہ اس پر زکوٰۃ نہیں تو اس سے بار دیگر نہ پوچھا جائے۔

مال گزاری سے متعلق حضرت علیؓ کا حکم

اس واقعہ میں آپ کو ایک روایت بتاؤں گا جس سے معلوم ہوگا کہ دور خلافت حضرت علیؓ میں آپ اپنے ماتحتوں کے ذریعہ کس طرح جزیہ زکوٰۃ وغیرہ وصول کرتے تھے اور اس سلسلہ میں آپ کے کیا احکام تھے۔

''بیہقی نے اپنی ''سنن'' میں نقل کیا ہے کہ بزرگ سابور جسے عرب بزم نابور کہتے ہیں ایک ضلع تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک صاحب کو وہاں کی مالگذاری وصول کرنے پر مقرر فرمایا، رخصت کرتے وقت ان سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا دیکھنا ایک درم کو وصول کرنے پر بھی کسی کو کوڑے نہ مارنا اور ہرگز ہرزی رعایا کی اُن چیزوں کو بقایا میں نیلام نہ کرنا جوان کی روزی روزی کا ذریعہ ہوں، گرما اور سرما کے لباس اور ان کے مویشی جن سے وہ کاشت اور باربرداری کا کام لیتے ہوں، ان کو بھی ہاتھ نہ لگانا اس شخص نے حضرت علیؓ سے کہا امیر المومنین پھر تو اسی طرح واپس ہو جاؤں گا جیسے جا رہا ہوں، یعنی کچھ وصول نہ ہوگا۔

حضرت علی المرتضیٰؓ نے یہ سن کر فرمایا

خواہ تم اسی طرح واپس کیوں نہ ہو، پھر ارشاد فرمایا ''تجھ پر افسوس ہے مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کی زندگی کی اصلی ضرورتوں سے جو بچ جائے اس سے مطالبہ جائز

وصول کیا جائے۔" (سنن بیہقی صفحہ ۲۰۵)

چنانچہ جناب علی المرتضیٰؓ بلا جبر زکوٰۃ جمع کر کے قرآنی مصارف پر صرف کرتے تھے اور اسے محاصل حکومت کی دوسری مدوں میں خلط ملط نہ ہونے دیتے تھے۔

علم نحو کی تشکیل اور تدوین کا فیصلہ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے متعدد ایسے کاموں کی ابتدا ہوئی جس کے آثار نہ صرف یہ کہ باقی و پائندہ ہیں بلکہ جب تک عربی زبان اور اس کے قواعد نحو و صرف باقی ہیں وہ کارنامہ زندہ جاوید رہے گا، ابوالقاسم الزجاجی کی "امالی" میں مذکور ہے کہ میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو دیکھا کہ سر جھکائے متفکر بیٹھے ہیں میں نے عرض کیا، امیر المومنین! کس معاملہ میں متفکر ہیں؟ فرمایا میں تمہارے شہر میں عربی غلط طریقہ پر بولتے ہوئے سنتا ہوں' اس لئے میں چاہتا ہوں کہ زبان کے اصول وقواعد میں ایک یادداشت تیار کر دوں' میں نے عرض کیا اگر آپ ایسا کر دیں تو ہمیں آپ کے ذریعہ زندگی مل جائے گی، اور ہمارے یہاں عربی زبان باقی رہ جائے گی اس گفتگو کے بعد پھر میں تین روز کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ایک کاغذ مرحمت فرمایا جس میں علم نحو کی ابتدائی مسائل درج تھے۔

محقق فاضل استاذ العقاد کا بیان ہے:

"یہ بات بالکل سچ ہے کہ اس علم کی تشکیل میں سیدنا علی بن ابی طالب ؓ کا سب سے بڑا حصہ ہے، یہ روایت تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ ابو الاسود الدولی نے آپ سے اس امر کا شکوہ کیا کہ (ان مفتوحہ ممالک میں) لوگ عربی کا تلفظ صحیح نہیں ادا کرتے اور اس کے پڑھنے میں غلطیاں کرتے ہیں آپ نے فرمایا لکھو جو میں املا کراتا ہوں چنانچہ آپ نے اس کے ابتدائی اصول املا کرائے اور ابوالاسود سے کہا اسی طرز پر دیگر قواعد لکھ ڈالو اس وقت یہ علم نحو کے نام سے مشہور ہوا۔ (عربی میں "نحو" طرز کے

معنوں میں بولا جاتا ہے) آپ نے فرمایا: "انح هذا النحو" یعنی اسی طرز پر چلئے۔" (العبقریات للعقاد صفحہ ۹۶۹)

میں کھوپڑی پر ضرب لگنے سے قتل ہوں گا

ابو داؤد طیالسی اپنے مسند میں بیان کرتے ہیں کہ شریک نے عثمان بن المغیرہ سے زید بن وہب ہم سے بیان کیا کہ خوارج نے حضرت علیؓ کے پاس آ کر انہیں کہا' اللہ سے ڈریئے بلاشبہ آپ مرنے والے ہیں' آپ نے فرمایا' نہیں' اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا ہے' لیکن میں کھوپڑی پر ضرب لگنے سے قتل ہوں گا جو داڑھی کو رنگ دے گی، اور آپ نے اپنے ہاتھ سے داڑھی کی طرف اشارہ کیا، یہ ایک معروف و مشہور عہد اور فیصلہ شدہ امر ہے اور جس نے افترا کیا وہ ناکام ہوا۔ (البدایہ والنہایہ)

علیؓ کا قاتل بدبخت ترین آدمی

حافظ ابو یعلی نے بیان کیا ہے کہ سوید بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ رشدین بن سعد نے عن یزید بن عبداللہ بن اسامہ عن عثمان بن صہیب عن ابیہ ہم سے بیان کیا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا اولین کا بدبخت ترین آدمی کون ہے؟ میں نے کہا اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا۔

"آپ نے فرمایا تو نے درست کہا ہے......"

اور آخرین کا بدبخت ترین آدمی کون ہے؟

میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے اس کا علم نہیں۔

آپ نے فرمایا "جو تیری اس کھوپڑی پر تلوار مار کر اس کے خون سے تیری داڑھی کو رنگ دے گا۔"

راوی بیان کرتا ہے آپ نے فرمایا جو تیری اس کھوپڑی پر تلوار مار کر اس کے خون سے تیری داڑھی کو رنگ دے گا' راوی بیان کرتا ہے آپ فرمایا کرتے تھے، میں چاہتا ہوں کہ تمہارا بدبخت ترین آدمی ظاہر ہو۔

میرے قاتل کے سوا کوئی شخص قتل نہ ہو

امام احمد کا بیان ہے کہ وکیع نے ہم سے بیان کیا کہ اعمش نے سالم بن ابی الجعد سے بحوالہ عبداللہ بن سبع ہم سے بیان کیا کہ میں نے حضرت علیؓ کو فرماتے سنا کہ یہ داڑھی اس کھوپڑی سے ضرور رنگی جائے گی اور شقی میرا منتظر ہے لوگوں نے کہا یا امیر المومنین آپ ہمیں اس کے متعلق بتائیں ہم اس کی اولاد کو تباہ کر دیں گے، آپ نے فرمایا خدا کی قسم تب تم میری وجہ سے میرے قاتل کے سوا کسی اور شخص کو قتل کرو گے انہوں نے کہا ہم پر خلیفہ مقرر کر دیجئے، آپ نے فرمایا نہیں بلکہ میں تمہیں اس طرح چھوڑوں گا جیسے رسول اللہ ﷺ نے تمہیں چھوڑا تھا انہوں نے کہا جب آپ اپنے رب کے پاس جائیں گے تو آپ سے کیا کہیں گے؟ آپ نے فرمایا میں کہوں گا اے اللہ تو نے مجھے ان میں اپنی مرضی کے مطابق چھوڑا پھر تو نے مجھے موت دے کر اپنے پاس بلا لیا اور تو ان میں موجود تھا خواہ ان کی اصلاح کر خواہ انہیں خراب کر۔

امام احمد کا بیان ہے کہ اسود بن عامر نے ہم سے بیان کیا کہ ابوبکر نے عن الاعمش عن سلمہ بن کہیل عن عبداللہ بن سبع ہم سے بیان کیا کہ حضرت علیؓ نے ہم سے خطاب کیا اور فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا ہے کہ یہ داڑھی اس کھوپڑی سے ضرور رنگیں ہوگی' راوی بیان کرتا ہے' لوگوں نے کہا' ہمیں بتایئے وہ کون ہے ہم بالضرور اسے تباہ کر دیں گے یا بالضرور اس کی اولاد کو تباہ کر دیں گے' آپ نے فرمایا میں تم سے خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ میرے قاتل کے سوا کوئی اور شخص قتل ہو انہوں نے کہا اگر آپ کو اس بات کا علم ہے تو خلیفہ مقرر کر دیجئے آپ نے فرمایا نہیں' میں تمہیں اس کے سپرد کروں گا جس کے سپرد تمہیں رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا احمد اس کی روایت میں متفرد ہیں۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہفتم)

حضرت علی ؓ کے آخری فیصلے

عبدالرحمٰن بن ملجم اور اس کے دو ساتھی وردان اور شبیب حضرت علی المرتضیٰ ؓ کو

قتل کرنے کے لئے آئے اور آپؓ کے گھر کے اس دروازے کے سامنے بیٹھ گئے جہاں سے حضرت علیؓ باہر نکلا کرتے تھے، چنانچہ جب آپؓ فجر کی نماز کے لئے نکلے تو شبیب نے آپؓ پر حملہ کیا، مگر اس کی تلوار طاقچے میں لگی اور عبدالرحمٰن بن ملجم نے تلوار آپ کے سر پر ماری تو خون کی دھاریں آپؓ کی داڑھی مبارک پر گرنے لگیں۔

حضرت علیؓ نے آواز دی' اسے پکڑو اور واردان بھاگا تو حضر موت کے ایک شخص نے پکڑ کر اسے قتل کر دیا اور شبیب نے بھاگ کر جان بچائی اور لوگوں سے آگے نکل گیا اور ابن ملجم پکڑا گیا اور حضرت علیؓ نے جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب کو آگے کیا اور اس نے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی اور حضرت علیؓ کو ان کے گھر لایا گیا اور ابن ملجم کو بھی آپؓ کے پاس لایا گیا اور اس کی مشکیں باندھ کر آپ کے سامنے کھڑا کیا گیا، آپ نے اسے کہا اے دشمن خدا کیا میں نے تم سے حسن سلوک نہیں کیا؟ اس نے کہا بے شک آپ نے فرمایا تجھے اس کام پر کس بات نے آمادہ کیا ہے اس نے کہا میں نے چالیس روز اسے تیز کیا ہے اور اللہ سے دُعا کی ہے کہ وہ اس سے اس کی مخلوق کے بدترین آدمی کو قتل کرے گا۔

حضرت علیؓ نے اسے کہا' میں بھی تجھے اس سے مقتول دیکھتا ہوں اور تجھے اللہ کی مخلوق کا بدترین آدمی پاتا ہوں۔

پھر آپ نے فرمایا اگر میں مر جاؤں تو تم اسے قتل کر دینا اور اگر میں زندہ رہا تو میں بہتر جانتا ہوں کہ میں اس سے کیا کروں گا۔

جندب بن عبداللہ نے کہا یا امیر المومنین اگر آپ فوت ہو جائیں تو ہم حضرت حسنؓ کی بیعت کر لیں؟

آپ نے فرمایا' میں نہ تمہیں حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں تم بہتر سمجھتے ہو۔

اور جب حضرت علیؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ بکثرت لا الہ الا اللہ کا ورد کرنے لگے اور اس کے سوا آپ کچھ نہ بولتے تھے' بیان کیا گیا ہے کہ سب سے آخر میں آپ نے یہ آیت پڑھی:

فمن یعمل مثقال ذرّۃٍ خیرًا یّرہٗ ومن یعمل مثقال ذرّۃٍ

شرًّا یرهٗ.

اور آپ نے اپنے دونوں بیٹوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے' نماز پڑھنے' زکوٰۃ دینے' غصہ پینے' صلہ رحمی کرنے نیکی کا حکم دینے برائی سے منع کرنے اور فواحش سے اجتناب کرنے کی وصیت کی نیز ان دونوں کو اپنے بھائی حضرت محمد بن الحنفیہ کے متعلق بھی وصیت کی اور انہیں بھی وہی وصیت کی جو ان دونوں کو کی نیز یہ کہ وہ ان دونوں کی تعظیم کریں اور ان کے بغیر کسی بات کا فیصلہ نہ کریں اور آپ نے یہ ساری باتیں اپنی وصیت کی تحریر میں لکھیں۔

وصیت کی تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

یہ وصیت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کی ہے وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد لاشریک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں' اس نے انہیں ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکین ناپسند ہی کریں' بلاشبہ میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور یہی مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اول المسلمین ہوں' اے حسن اور میرے تمام بیٹو اور جس تک میری یہ تحریر پہنچے میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارا رب ہے اور تم فرمانبرداری کی حالت ہی میں مرنا اور سب اللہ کی رسی کو تھام لو اور پراگندہ نہ ہو، میں نے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ بلاشبہ آپس کے تعلقات کی اصلاح عام نماز روزے سے افضل ہے، اپنے قرابت داروں کا خیال رکھو اللہ تم پر حساب کو آسان کر دے گا اور یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور ان کے مونہوں کو ہلاک نہ کرو اور نہ وہ تمہاری موجودگی میں ضائع ہوں اور اپنے پڑوسیوں کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو بلاشبہ

وہ تمہارے نبی کی وصیت ہیں آپ ہمیشہ ان کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ عنقریب انہیں وارث قرار دے دیں گے اور قرآن کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو اور کوئی دوسرا اس پر عمل کرنے میں تم سے سبقت نہ کرے اور نماز کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو' بلاشبہ وہ تمہارے دین کا سون ہے اور اپنے رب کے گھر کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو جب تک تم زندہ رہو وہ تم سے خالی نہ ہو اور اگر اسے چھوڑ دیا گیا تو تم ایک دوسرے کو نہ دیکھو گے اور رمضان کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو بلاشبہ اس کے روزے دوزخ کے مقابلہ میں ڈھال ہیں اور اپنے مالوں اور پانی جانوں کے ساتھ راہ خدا میں جہاد کرنے کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو اور زکوٰۃ کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو بلا شبہ وہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتی ہے اور اپنے نبی ﷺ کی امان کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو اور آپس میں ظلم نہ کرو اور اپنے نبی کے اصحاب کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے اور فقراء اور مساکین کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو اور انہیں اپنی معاش میں شریک کرو اور اپنے غلاموں کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی کہ میں تم کو دو کمزوروں یعنی تمہاری بیویوں اور تمہارے غلاموں کے متعلق وصیت کرتا ہوں نماز کا خیال رکھو اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے خوف زدہ نہ ہونا جو تمہارا قصد کرے گا ور تمہارے خلاف بغاوت کرے گا وہ تمہیں اس کے مقابلہ میں کفایت کرے گا اور جیسا کہ اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے' لوگوں سے اچھی باتیں کرو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہ کرو ورنہ وہ تمہارے برے آدمیوں کو حکومت دے دے گا پھر تم دعا کرو گے اور وہ قبول نہیں ہو گی اور

تم پر ایک دوسرے کے ساتھ تعلق رکھنا اور ایک دوسرے پر خرچ کرنا لازم ہے اور ایک دوسرے کو پشت دینے اور ایک دوسرے سے تعلقات قطع کرنے اور پراگندہ ہونے سے بچو اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور ظلم پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرو بلاشبہ اللہ سخت عذاب والا ہے۔

اہل بیت' اللہ تمہارا محافظ ہو اور تمہارا نبی تمہارا نگہبان ہو' میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تمہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہوں"

پھر آپ لا الہ الا اللہ کے سوا کچھ نہیں بولے' حتیٰ کہ رمضان ۴۰ھ میں آپ کی وفات ہوگئی۔

غسل اور تجہیز و تکفین

آپ کے بیٹوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن جعفر نے آپ کو غسل دیا اور حضرت حسنؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ پر نو تکبیریں کہیں۔

امام احمدؒ نے بیان کیا ہے کہ ابو احمد الزبیری نے ہم سے بیان کیا کہ شریک نے عمران بن ظبیان سے بحوالہ ابو یحییٰ ہم سے بیان کیا کہ جب ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تلوار ماری تو آپ نے انہیں کہا اس سے وہ سلوک کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے کرنا چاہا جس نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

آپ نے فرمایا اسے قتل کر دو پھر اسے جلا دو۔

روایت ہے کہ حضرت ام کلثومؓ نے ابن ملجم سے جب کہ وہ کھڑا تھا' کہا تو ہلاک ہو جائے تو نے امیر المومنین کو تلوار کیوں ماری ہے؟

اس نے کہا میں نے صرف تمہارے باپ کو تلوار ماری ہے۔

حضرت ام کلثومؓ نے کہا' انہیں کچھ خوف نہیں ہے۔

اس نے کہا تم کیوں روتی ہو؟ خدا کی قسم میں نے آپ کو وہ ضرب لگائی ہے کہ اگر وہ اہل مصر کو لگتی تو وہ سب مرجاتے اور قسم بخدا میں نے ایک ماہ تک اس تلوار کو زہر پلایا ہے

اور میں نے اسے ایک ہزار درہم میں خریدا ہے اور ایک ہزار درہم کا اسے زہر پلایا ہے۔

اپنے قاتل کے بارے میں وصیت

جب آپ کو ابن ملجم لعنہ اللہ ضربت لگا چکا تو آپ نے حسن اور حسین ؓ سے فرمایا!
میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، دنیا کے خواہشمند نہ ہونا، اگرچہ وہ تمہارے پیچھے لگے اور دنیا کی کسی ایسی چیز پر نہ کڑھنا جو تم سے روک لی جائے جو کہنا حق کے لیے کہنا اور جو کرنا ثواب کے لیے کرنا ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بنے رہنا۔

میں تم کو اپنی تمام اولاد کو اپنے کنبہ کو اور جن جن تک میرا یہ نوشتہ پہنچے سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اپنے معاملات درست اور آپس کے تعلقات سلجھائے رکھنا کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزے سے افضل ہے، دیکھو یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ان کے کام و دہن کے لیے فاقہ کی نوبت نہ آئے اور تمہاری موجودگی میں وہ تباہ و برباد نہ ہو جائیں اپنے ہمسایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ ان کے بارے میں تمہارے پیغمبر ﷺ نے برابر ہدایت کی ہے اور آپ ﷺ اس حد تک ان کے لیے سفارش فرماتے رہے کہ ہم لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ آپ انہیں بھی ورثہ دلائیں گے، قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ایسا نہ ہو کہ دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم پر سبقت لے جائیں، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے اپنے پروردگار کے گھر کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اسے جیتے جی خالی نہ چھوڑنا کیونکہ اگر یہ خالی چھوڑ دیا گیا تو پھر عذاب سے مہلت نہ پاؤ گے، جان، مال اور زبان سے راہ خدا میں جہاد کرنے کے بارے میں اللہ کو نہ بھولنا اور تم کو لازم ہے کہ آپس میں میل ملاپ رکھنا اور ایک دوسرے کی اعانت کرنا اور خبردار ایک دوسرے کی طرف سے بیٹھ پھیرنے اور تعلقات توڑنے سے پرہیز کرنا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے کبھی ہاتھ نہ اٹھانا ورنہ بد کردار تم پر مسلط ہو جائیں گے، پھر دعا مانگو گے تو قبول نہ ہوگی۔"

پھر ارشاد فرمایا اے عبدالمطلب کے بیٹو! ایسا نہ ہونے پائے کہ تم امیر المومنین قتل ہو گئے امیر المومنین قتل ہو گئے کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا شروع کر دو۔

دیکھو! میرے بدلے میں صرف میرا قاتل ہی قتل کیا جائے اور دیکھو! جب میں اس ضرب سے مر جاؤں تو اس ایک ضرب کے بدلے میں ایک ہی ضرب لگانا اور اس شخص کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار! کسی کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹو، اگرچہ وہ کاٹنے والا کتا ہی ہو۔ (وصیت نمبر ۴۷، نہج البلاغہ)

ابن ملجم کا عبرتناک انجام

جب حضرت علی فوت ہو گئے تو حضرت حسنؓ نے ابن ملجم کو بلایا تو ابن ملجم نے آپ سے کہا میں آپ کے سامنے ایک بات پیش کرتا ہوں آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے حطیم کے پاس اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو قتل کروں گا یا ان کے درے مر جاؤں گا' اگر آپ مجھے چھوڑ دیں تو میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤں گا اور اگر میں انہیں قتل نہ کر سکا یا انہیں قتل کر دیا اور میں زندہ رہا تو مجھے اللہ کی قسم ہے کہ میں آپ کے پاس آ جاؤں گا اور اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں رکھ دوں گا۔

حضرت حسنؓ نے اسے کہا خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو گا حتیٰ کہ تو دوزخ کو دیکھے' پھر آپ نے اسے آگے کیا اور قتل کر دیا پھر لوگوں نے اسے پکڑ کر چٹائیوں میں لپیٹ دیا اور پھر اسے آگ سے جلا دیا۔

اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اس کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور اس کی دونوں آنکھیں سرمگیں ہو گئیں اس کے باوجود وہ سورۃ اقراء باسم ربک الذی خلق آخر تک پڑھتا رہا پھر اس کی زبان کاٹنے کے لیے آئے تو وہ گھبرا گیا اور کہنے لگا میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ مجھ پر ایک ایسی گھڑی گزرے جس میں اللہ کو یاد نہ کروں پھر انہوں نے اس کی زبان کاٹ دی پھر اسے قتل کیا اسے بانس کے ظرف میں جس میں کھجور

وغیرہ رکھی جاتی ہے' جلا دیا۔ واللہ اعلم

حضرت علی ؓ کے فیصلے پر رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ

امام احمدؒ نے بیان کیا ہے کہ حجاج نے ہم سے بیان کیا کہ اسرائیل نے عن ابی اسحاق عن ہانی بن ہانی عن علی ہم سے بیان کیا کہ جب حضرت حسنؓ پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ' تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟

میں نے کہا میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ وہ حسنؓ ہے۔

اور جب حضرت حسینؓ پیدا ہوئے تو آپ نے فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟

میں نے کہا میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ یہ حسینؓ ہے۔

اور جب تیسرا لڑکا پیدا ہوا تو حضرت نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟

میں نے کہا حرب۔

آپ نے فرمایا بلکہ یہ محسن ہے پھر فرمایا میں نے ان کا نام حضرت ہارونؑ کے بیٹوں شبر' شبیر اور مشبر کے نام پر رکھا ہے۔

اور اسے محمد بن سعد نے عن یحیٰی بن عیسیٰ التیمی عن الاعمش عن سالم بن ابی الجعد روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں ایسا شخص ہوں جو جنگ کو پسند کرتا ہوں اور جب حسنؓ پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھنا چاہا اور انہوں نے حدیث کو پہلے کی طرح بیان کیا ہے لیکن تیسرے لڑکے کا ذکر نہیں کیا اور بعض احادیث میں بیان ہوا ہے کہ حضرت علیؓ نے پہلے حضرت حسنؓ کا نام حمزہ اور حضرت حسینؓ کا نام جعفر رکھا اور ان دونوں کے نام کو رسول اللہ ﷺ نے تبدیل کر دیا۔

حضرت علیؓ نے سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ سے نکاح کیا اور معرکہ بدر کے بعد ان کے پاس گئے اور ان سے آپ کے ہاں حضرت حسن اور حضرت حسینؓ پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محسن بھی پیدا ہوئے اور چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گئے نیز زینب الکبریٰ اور ام کلثوم بھی آپ کے ہاں پیدا ہوئیں۔

اور اسی حضرت ام کلثومؓ سے حضرت عمر بن الخطابؓ نے نکاح کیا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اور حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ پر کسی عورت سے نکاح نہیں کیا حتیٰ کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے چھ ماہ بعد فوت ہو گئیں اور جب آپ فوت ہو گئیں تو آپ کے بعد آپ نے بہت سی بیویوں سے نکاح کیا ان میں سے بعض تو آپ کی زندگی میں فوت ہو گئیں اور بعض کو آپ نے طلاق دے دی اور آپ چار بیویوں کو چھوڑ کر فوت ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ، علامہ ابن کثیرؒ)



چھٹا باب

عجائبات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ



قیصر روم کے حضرت امیر معاویہؓ کو سوالات

روایت ہے کہ ایک مرتبہ قیصر روم نے حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں چند سوالات ارسال کیے حضرت امیر معاویہؓ نے وہ سوالات ایک شخص کے ذریعے حضرت علیؓ کی خدمت میں ارسال کر دیے وہ شخص کوفہ پہنچا اور حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؓ اس وقت صحن مسجد میں تشریف فرماتے اور آپؓ سے کچھ لوگ مسائل پوچھ رہے تھے مجمع عام میں سے وہ شخص اٹھا اور اس نے حضرت کو سلام کیا، حضرت نے سلام کا جواب دیا، آپؓ نے پوچھا تو کون ہے؟

وہ شخص کہنے لگا: میں آپ کے علاقہ کا رہنے والا اور آپؓ کی رعایا ہوں۔

حضرت نے فرمایا: نہ تو میری رعایا ہے اور نہ ہی میری سلطنت میں تو رہتا ہے اگر صرف ایک دن بھی تو مجھے ملتا تو میں تجھے پہچان لیتا، پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس کو جانتا ہے؟

لوگوں نے کہا: نہیں ہم اسے نہیں جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: نہ تو یہ لوگ تجھے پہچانتے ہیں اور نہ ہی میں نے دیکھا ہے۔ لہٰذا اپنی حقیقت بتا۔

وہ شخص کہنے لگا۔ اگر مجھے امان ہو تو میں اپنی حقیقت ظاہر کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا: جب سے تو ہماری مملکت کی حدود میں داخل ہوا ہے اب تک کوئی فساد و فتنہ تو برپا نہیں کیا؟ وہ کہنے لگا نہیں، میں نے ایسا کام نہیں کیا۔

حضرت نے فرمایا: شاید تو پھر کسی جنگ کے موقع پر ادھر داخل ہوا ہو؟

وہ کہنے لگا: ہاں ایسا ہی ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ جب جنگ ختم ہو چکی تھی اور ہتھیار وغیرہ رکھ دیے گئے اور تو

بعد میں ادھر آیا ہے تو پھر تجھے امان ہے۔

وہ شخص کہنے لگا مجھے اصل میں حضرت معاویہ ؓ نے شام سے بھیجا ہے کہ میں اجنبی بن کر آپ کے پاس آؤں اور وہ مسائل آپ سے پوچھوں، جو قیصر روم ابن الاصغر نے حضرت معاویہ ؓ سے پوچھے ہیں، ساتھ ہی قیصر روم نے معاویہ ؓ کو یہ بھی لکھ بھیجا ہے کہ اے معاویہ! اگر تو خلیفہ رسول ﷺ ہونے کا دعویدار ہے تو میرے ان سوالات کا جواب بھیج دے، تاکہ میں بھی تیری اطاعت کروں اور ساتھ ہی اپنا جزیہ بھی تمہیں بھیج دوں۔

چنانچہ حضرت معاویہ ؓ نے مجھے حکم دیا کہ "تو اجنبی بن کر جا اور حضرت علی ؓ سے یہ مسائل پوچھ آ۔"

سوالات کی تفصیل

حضرت نے فرمایا: وہ کونسے مسائل ہیں؟

وہ شخص کہنے لگا: سوال یہ ہیں:

۱۔ حق و باطل کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

۲۔ آسمان و زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

۳۔ مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ کتنا ہے؟

۴۔ کہکشاں اور قوس وقزح کیا ہے؟

۵۔ چاند میں نشان کیسا ہے؟

۶۔ وہ کیا شی ہے جو سب سے پہلے زمین پر چلی؟

۷۔ وہ کیا شے ہے جو سب سے پہلے زمین پر لرزنے اور کانپنے لگی؟

۸۔ اس وادی کا نام کیا ہے جہاں مومنین کے ارواح جاتے ہیں؟

۹۔ کفار کی روحوں کا مسکن کونسا ہے؟

۱۰۔ مومنت کیا ہے؟

۱۱۔ وہ کونسی دس چیزیں ہیں جو ایک دوسرے سے سخت تر ہیں؟

سیدنا حسن ؓ کی طرف سے جوابات

جب اس شخص کی گفتگو یہاں تک پہنچی تو حضرت نے فرمایا: میرے بیٹوں حسنؓ و حسینؓ اور محمد بن حنفیہ کو بلاؤ۔ جب آپ کے فرزندان حاضر ہوئے تو آپؓ نے اس شامی شخص سے فرمایا: یہ حسنؓ و حسینؓ رسول خدا کے فرزند ہیں اور یہ محمد بن حنفیہ میرا فرزند ہے۔ جس سے مرضی آئے اپنے سوال پوچھ لے۔

شامی شخص نے امام حسنؓ کی طرف اشارہ کیا اور کہا میں اس طویل زلفوں والے نوجوان سے پوچھوں گا۔ جب اس نے سوال پوچھنا شروع کیے تو حضرت نے فرمایا:

۱۔ اے شامی! حق اور باطل کے درمیان چار انگلیوں کا فاصلہ ہے۔ جو بات صرف سنی جائے وہ باطل ہے اور جو دیکھی جائے وہ حق ہے۔ فاصلہ سے مراد آنکھ اور کان کا فاصلہ ہے جو صرف چار انگشت ہیں۔

شامی شخص کہنے لگا: حضور! آپ کا یہ جواب بالکل درست ہے۔

۲۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان مظلوم کی آہ و فریاد کا فاصلہ ہے یا پھر صرف آنکھ کی ایک نظر کا فاصلہ ہے اس کے علاوہ اگر کوئی دوسرا فاصلہ بتائے تو وہ جھوٹا ہے۔

۳۔ مشرق و مغرب کے درمیان سورج کی ایک دن کی رفتار کا فاصلہ ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی فاصلہ متعین نہیں کیا جاتا۔

شامی شخص نے کہا: حضور! آپ کا یہ جواب بالکل درست ہے۔

۴۔ کہکشاں اصل میں پانی کا ذخیرہ ہے جس سے خوشگوار پانی برستا ہے۔

۵۔ قوس و قزح میں سے قزح شیطان کا نام ہے بلکہ قوس کو اللہ کی قوس کہا جاتا ہے کیونکہ قوس اللہ کی طرف سے اہل زمین کے لیے امان ہوتی ہے۔

۶۔ چاند میں موجود نشانات سورج کے نور کی کمی بیشی کے وجود سے ہوتے ہیں، اس لیے فرمان خدا ہے کہ ہم نے دن رات کو نشانیاں بنایا ہے، رات کی نشانی مٹ جاتی ہے اور دن کی نشانی روشن ہے۔

۷۔ پہلا چشمہ جو زمین پر جاری ہوا وہ وادی ''داب'' کا چشمہ تھا۔ ممکن ہے کہ ''داب'' اس مقام کا نام ہو جہاں سے آب حیات کا چشمہ پھوٹا تھا۔

۸۔ پہلا درخت جو زمین پر پیدا ہوا اور اس کے پتے تھرتھرائے وہ کھجور کا درخت تھا۔

۹۔ وہ وادی جہاں مسلمان اور مومن روحیں جاتی ہیں وہ ''وادی سلمٰی'' ہے اور ممکن ہے کہ سلمٰی۔ وادی السلام کا دوسرا نام ہو۔

۱۰۔ وہ وادی جہاں کفار کی روحیں رہتی ہیں وہ وادی برہوت ہے۔

۱۱۔ مخنث کے بارے میں اگر شک ہو جائے تو اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کے چہرے پر بال ظاہر ہوں تو مرد ہے اور اگر سینہ پر علامات نمودار ہوں تو پھر مونث ہے، اسی طرح پیشاب کرنے سے بھی مرد وعورت کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ وہ دس چیزیں جو ایک دوسرے سے سخت ہیں، ان میں پہلا پتھر ہے جو سخت ہے اور پھر اس سے سخت لوہا ہے جو اسے توڑ دیتا ہے اور لوہے سے سخت آگ ہے جو اسے پگھلا دیتی ہے اور آگ سے سخت پانی ہے جو اس کو بجھا دیتا ہے اور پانی پر غالب وہ بادل ہے جو پانی کو اٹھاتے ہیں، اور اس بادل پر غالب ہوا ہے جو اسی کو اڑاتی ہے اور ہوا پر غالب وہ فرشتہ ہے جس کے حکم سے ہوا چلتی ہے اور اس فرشتہ پر غالب ملک الموت ہے، جو اس موکل کو بھی فنا کر دے گا اور ملک الموت پر غالب موت ہے جو ملک الموت کو بھی مار دے گی اور موت پر غالب میرے رب کا حکم ہے۔

جب شامی شخص نے یہ جواب سنے تو بے ساختہ کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ فرزند رسول ﷺ ہیں اور آپؓ کے جوابات بالکل درست ہیں۔

(کتاب عجائب احکام امیر المومنین)

بینا اور نابینا کے بارے میں سوالات

عجائب احکام میں اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ ابن کواء نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ مجھے بتائیں وہ کونسا شخص ہے جو شب و روز میں نابینا ہے؟ وہ کونسا شخص ہے جو شب و

روز میں بینا ہے؟ وہ کونسا شخص ہے جو رات کو اندھا اور دن کو بینا ہے؟ وہ کونسا شخص ہے جو دن کو اندھا اور رات کو بینا ہے؟

حضرت علیؓ کے جوابات

حضرت نے فرمایا: وہ سوال کیا کرو جو سودمند ہو۔ ایسے سوالات سے اجتناب کرو جو بے فائدہ ہوں، بہرحال تیرا جواب یہ ہے کہ

۱۔ جو شخص شب و روز میں بینا ہے ایسا شخص ہے جو سابقہ تمام رسولوں پر ایمان رکھتا ہو اور انکی کتابوں کی تصدیق کرتا ہو اور جب رسالت مآب ﷺ کا زمانہ آیا تو رسول خدا ﷺ پر بھی ایمان لایا، ایسا شخص رات دن میں بینا ہے۔

۲۔ وہ شخص جو شب و روز میں اندھا ہے، ایسا شخص ہے جو سابقہ پیغمبروں پر ایمان نہیں رکھتا اور نہ ہی رسالت مآب ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتا ہے، یہ شخص شب و روز میں اندھا ہے۔

۳۔ وہ شخص جو رات کا اندھا اور دن میں بینا ہے، ایسا شخص ہے جو سابقہ انبیاء پر ایمان نہیں رکھتا البتہ جب رسالت مآب ﷺ مبعوث ہوئے تو ان پر ایمان لے آیا، اور جہالت کی تاریکی سے بچ نکلا۔

۴۔ وہ شخص جو رات کو بینا اور دین کا اندھا ہے ایسا شخص ہے جو سابقہ انبیاء پر ایمان رکھتا ہے لیکن جب رسالت مآب ﷺ کا زمانہ آیا تو ان کا منکر ہو گیا اور ان کی تصدیق نہ کی، تو ایسا شخص رات کو بینا اور دن کا اندھا ہے۔

"والذاریات ذروًا" کی تفسیر

کتاب عجائب احکام میں روایت ہے کہ ایک دن حضرت علیؓ منبر پر تشریف فرماتے، تو آپ نے مجمع عام کو مخاطب کر کے فرمایا: "سلونی قبل ان تفقدونی" مجھ سے پوچھو جو دل چاہے ہو سکتا ہے تم پوچھتے رہو اور تمہیں میں نہ مل سکوں۔

خارجی عبداللہ بن کواء مجمع عام میں اٹھا اور کہا یا علی! ہمیں والذاریات ذروًا

(سورت الذاریات آیت نمبرا) کے بارے میں بتائیں ان ہواؤں کی قسم جو بادلوں کواڑا کر تتر بتر کر دیتی ہیں۔

حضرت نے فرمایا: تو بغرض عناد پوچھ رہا ہے سمجھنے کی غرض سے نہیں پوچھ رہا، لیکن تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ والذاریات وہ ہوائیں ہیں جو پراگندہ کرتی ہیں۔

ابن کواء نے پوچھا فالحاملات وقرًا کیا چیز ہے؟

پھر پانی کا بوجھ اٹھاتی ہیں۔

حضرت نے فرمایا: وہ بادل ہیں جو پانی اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔

ابن کواء نے پوچھا: فالجاریات یُسرًا کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا: وہ کشتیاں ہیں جو باذن خدا پانی کی سطح پر تیر رہی ہیں۔

ابن کواء نے پوچھا: فالمقسمات امرًا کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا: وہ فرشتے جو مختلف امور کی تقسیم پر مامور ہیں۔

ابن کواء نے پوچھا: طور کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا: وہ پہاڑ جہاں حضرت موسیٰ خدا سے مناجات کرتے تھے۔

ابن کواء نے پوچھا: والکتاب المسطور کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے کتاب مسطور وہ لوح محفوظ ہے، جو سفید موتی سے بنی ہوئی ہے، جس کی جلدیں سرخ یاقوت کی ہیں، لوح محفوظ کی کلام مثل بجلی اور تحریر نورانی ہے، لوح محفوظ کی بلندی عرش علیٰ تک پہنچی ہوئی ہے اور لوح محفوظ کی نچلی سطح اسرافیل فرشتہ کے دامن پر ہے، یہی فرشتہ اسرافیل ہی لوح محفوظ پر موکل ہے۔

جب کوئی وحی بھیجنا ہوتی ہے تو اسرافیل کو حکم خدا پہنچتا ہے، پھر اسرافیل وہ حکم جبرائیل فرشتہ کو بلا کر اسے سناتا ہے، اور جبرائیل جب حکم خدا لیکر مختلف آسمانوں سے گذرتا ہے تو فرشتے پوچھتے ہیں: خدا کا کیا حکم ہے؟ تو جبرائیل جواب دیتا ہے کہ جو کچھ رب نے حکم دیا ہے وہ حق اور سچ ہے، وہ رب بلند و بالا صاحب عظمت ہے اور صحیح حکم دیتا ہے اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

ابن کواء نے پوچھا: بیت المعمور کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا: بیت المعمور چوتھے آسمان پر سفید موتی کا بنا ہوا ایک مکان ہے جس کی دائیں جانب اہل جنت کے نام اور اعمال نامے موجود ہیں اور بائیں جانب اہل جہنم کے نام اور ان کے اعمال نامے سیاہ قلم سے لکھے جاتے ہیں اور جب شام ہوتی ہے تو دن بھر کے ہر شخص کے اعمال وہاں لکھے جاتے ہیں، اور ان کے اعمال میں ذرا برابر بھی کمی بیشی واقع نہیں ہوتی، یہی تو وجہ ہے کہ بروز قیامت ہر شخص اپنے نامۂ اعمال کو دیکھ کر کہے گا:

لَا يُغَادِرُ صغيرةً وَّلَا كبيرةً اِلَّا احصاها ......

"کہ اس نامہ اعمال نے کوئی چھوٹی بڑی بات نہیں چھوڑی ہے۔"

اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی:

هٰذَا كتابنا ينطق عليكم بالحق انا كنا نستنسخ ما كنتم تعملون.
(الجاثیہ:۲۹)

"یہ ہماری کتاب جس میں اعمال لکھے ہیں تمہارے مقابلہ میں ٹھیک ٹھیک بول رہی ہے جو کچھ تم کرتے تھے ہم لکھوائے جاتے ہیں۔"

ابن کواء نے پوچھا: بیت المعمور کہاں واقع ہے؟

حضرت نے فرمایا: بیت المعمور وہ مقام ہے جہاں روزانہ ستر ہزار ملائکہ داخل ہوتے ہیں اور باہر آتے ہیں اور پھر زندگی بھر ان کی نوبت دوبارہ نہیں آتی اور بیت المعمور خانہ کعبہ کی عین سیدھ میں اس طرح بلند ہے کہ اگر کوئی شخص وہاں سے گرے تو وہ سیدھا کعبہ کی چھت پر آ گرے گا۔

ابن کواء نے پوچھا: سقف مرفوع کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا: سقف وہ آسمان ہے جو دنیا سے بلند ہے اور آسمان مثل دریا ہے جو کہ بہنے والا نہیں اور وہ ایک محفوظ دریا ہے اور اسی آسمان میں بارش، بجلی اور بادل وغیرہ سب کچھ موجود ہیں اور اسی آسمان کو خداوند تعالیٰ نے چاند جیسے چراغوں اور ستاروں سے زینت بخشی ہے، اور شیاطین کی رجم گاہ بھی یہی ہے، اس کے بعد آپ نے اس آیت کی

تلاوت فرمائی:

انا زیّنّا السماء الدنیا بزینۃ نِ الکواکب وَحِفظًا مّن کلّ
شیطانٍ مّاردٍ لّا یَسّمّعُونَ اِلَی المَلَاِ الْاَعلٰی ویقذفون من کل
جانب دُحورًا ولھم عذاب واصب. (الصّٰفّٰت:۷،۸،۹)

"ہم ہی نے نیچے والے آسمان کو تاروں کی آرائش (جگمگاہٹ) سے آراستہ کیا، اور تاروں کو ہر سرکش شیطان سے حفاظت کے واسطے بھی پیدا کیا کہ اب شیطان عالم کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے اور جہاں سن گن لینا چاہا تو ہر طرف سے کھدیڑنے کے لیے شہاب پھینکے جاتے ہیں اور ان کے لیے پائندار عذاب ہے۔"

(مولائے کائنات کے فیصلے)

چاند کا نشان، بجلی اور کڑک کیا چیز ہے؟

ابن کواء نے پوچھا۔ حضرت مجھے بتائیں کہ چاند میں یہ نشان کیسا ہے؟

حضرت نے فرمایا: ابن کواء سورج اور چاند عظمت خدا کی دو عظیم نشانیاں ہیں، پہلے ان دونوں کی روشنا س برابر تھی لیکن جب اللہ نے حضرت آدم صفی اللہ کو پیدا فرمایا تو چاند کی روشنی میں سے ننانوے حصے مٹا دیئے اور صرف نور کا ایک جز باقی رہنے دیا، اس لیے تا کہ رات اور دن کا فرق واضح ہو سکے، اسی طرح رات و دن کی گھڑیاں متعین نہیں ہو سکتیں، مہینوں کی ابتداء اور انتہا بھی اسی چاند سے ممکن ہے، پھر آپ نے آیت تلاوت فرمائی:

وجعلنا الّیل والنھار ایتین فمحونا ایۃ الّلیل وجعلنا ایۃ
النھار مبصرۃ لّتبتغوا فضلًا من ربکم ولتعلموا عدد السّنین
والحساب. (بنی اسرائیل:۱۲)

"ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے رات کی نشانی کو ہم نے بے نور بنایا اور ہم نے دن کی نشانی کو روشن کر دیا تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور ماہ و سال کا حساب معلوم کر سکو۔"

ابن کواء نے پوچھا۔ اس آیت کا مفہوم کیا ہے؟

وبقية مما ترک آل موسیٰ وھارون تحمله الملائكة......

(البقرہ:۲۴۸)

''اس تابوت میں آل موسیٰ وہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں۔''

حضرت نے فرمایا: اس بقیہ سے مراد عمامہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور تورات کی تختیاں اور ایک سنہری طشت ہے۔

ابن کواء نے پوچھا: رعد کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا: ایک فرشتہ ہے جس کا نام رعد ہے اور وہ فرشتہ اپنی تسبیح و تقدیس کے ذریعہ بادلوں کو چلاتا ہے، اور یہ آواز ان بادلوں سے پیدا ہوتی ہے۔

ابن کواء نے پوچھا۔ برق کیا ہے؟

حضرتؓ نے فرمایا: یہ بجلی ایک فرشتہ کی نگاہ اور نظر کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے وہ فرشتہ کبھی دائیں اور بائیں دیکھتا ہے تو یہ برق اور بجلی پیدا ہوتی ہے۔

بعض آیاتِ قرآنی کا مفہوم

ابن کواء نے پوچھا: قرآن کی اس آیت کا کیا معنی ہے؟

الذين بدلوا نعمت الله كُفْرًا وَاَحَلُّوا قومهم دار البوار.

(ابراہیم:۲۸)

''جنہوں نے میرے احسان کے بدلے ناشکری اختیار کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں جھونک دیا۔''

حضرت نے فرمایا: اس سے مراد قریش کے وہ فاجر گروہ ہیں جن میں بعض لوگوں کی اسلام دشمنی تو جنگ بدر کے دن ظاہر ہوگئی تھی جیسا کہ بنو مغیرہ وغیرہ، ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی جو ابھی تک مال و اسباب دنیا سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں لیکن اصل میں یہ لوگ صفات خدا کے منکر ہیں، انہی کے بارے میں خدا فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں نے اپنی قوم کو جہنم کے دروازے پہنچا دیا ہے۔

ابن کواء نے پوچھا: اس آیت کا مفہوم کیا ہے؟

قل هل ننبئکم بالاخسرین اعمالاً O الذین ضل سعیهم
فی الحیوٰة الدنیا. (الکهف:۱۰۳)

"اے رسول تم کہہ دو کیا ہم ان لوگوں کو پتا بتا دیں جو لوگ اعمال کی حیثیت سے بہت گھاٹے میں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیاوی زندگی سعی وکوشش سب اکارت ہوگئی۔"

حضرت نے فرمایا: یہ وہ خوارج ہیں جن کی نشاندہی خدا نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی ہے۔

اسی طرح ابن کواء نے قوس وقزح اور کہکشاں کے بارے میں سوال پوچھے تو حضرت نے وہی سابقہ روایت کے مطابق جواب دیئے۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں سوال

ابن کواء نے پوچھا: اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے ذرا وضاحت فرمائیں؟

حضرت نے پوچھا: کونسے صحابی کے بارے میں پوچھتا ہے؟

ابن کواء نے کہا: سلمان فارسیؓ کے بارے میں پوچھتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا: سلمان فارسی وہ شخص ہے جس نے سابقہ شریعتوں اور شریعت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اچھی طرح حاصل کیا تھا، اور سلمان رضی اللہ عنہ کبھی نہ خشک ہونے والا دریا تھا بلکہ سلمان رضی اللہ عنہ ہم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے تھا۔

ابن کواء نے پوچھا: ابوذر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کیسی تھی؟

حضرت نے فرمایا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے معاملات میں صحیح العمل اور نیکوکار تھے اور دین کے معاملہ میں بخل کی حد تک محتاط تھے اور بارگاہ خدا کے قرب کی خاطر کوشاں تھے۔

ابن کواء نے پوچھا۔ مجھے اپنے بارے ذرا بتائیں؟

حضرت نے فرمایا: مجھ سے تو نے ایسی بات پوچھی ہے کہ میں اپنی تعریف کروں حالانکہ خدا نے اپنی تعریف وتوصیف سے منع فرمایا ہے۔

ابن کواء نے عرض کیا: خدا نے یہ بھی تو فرمایا ہے اما بنعمة ربک فحدث.

حضرت نے فرمایا: اس آیت میں دین و دنیا کی بھلائی کا تذکرہ کیا گیا ہے اور میں نے جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز مانگی تو انہوں نے عطا فرمائی اور الحمد یہ مجھے دین و دنیا کی بھلائی حاصل ہے قرآن کا میں ایسا عالم ہوں کہ جو آیت جہاں اور جس وقت نازل ہوئی اور جس کے بارے وہ آیت نازل ہوئی میں اس سے واقف ہوں۔

ذوالقرنین کے متعلق سوال

ابن کواء نے پوچھا: اچھا یہ فرماؤ کہ ذوالقرنین نبی تھا یا صرف بادشاہ تھا؟

حضرت نے فرمایا: ذوالقرنین نہ پیغمبر تھا اور نہ ہی بادشاہ بلکہ وہ اللہ کا نیک بندہ تھا جسے خدا سے بے حد محبت تھی تو خدا بھی اس کو محبوب جانتا تھا اور ذوالقرنین رضائے خدا کے لیے لوگوں کو توحید کی طرف بلاتا اور دین کی تبلیغ کرتا تھا، خدا نے انہیں اپنی قوم کی طرف بھیجا تاکہ انہیں تبلیغ دین کرے، قوم کے جفاکاروں نے انہیں دائیں طرف سر پر ضرب لگائی، تو خدا نے کچھ عرصے کے لیے انہیں اپنی قوم سے غائب کر دیا اور پھر دوبارہ انہیں قوم کے پاس بھیجا اور تبلیغ کی تو دوبارہ قوم کے ظالم افراد نے انہیں سر پر بائیں طرف ضرب لگائی اور پھر کچھ عرصہ کے لیے خدا نے انہیں غائب کر دیا، تیسری دفعہ جب اللہ نے انہیں مبعوث فرمایا تو انہیں مشرق و مغرب کا بادشاہ بنا کر بھیجا اور انہوں نے مغرب و مشرق کی دنیا کو فتح کیا، اب اگر تم تلاش کرنا چاہو تو تمہیں اپنے پاس ذوالقرنین کی مثل ہستی مل سکتی ہے (اور اس بات سے حضرت کی مراد اپنی ذات گرامی ہے)۔

اس روایت میں لفظ مبعوث سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے ذوالقرنین کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ واللہ اعلم

بعض متفرق سوالات

ابن کواء کے سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا جو اصبغ بن نباتہ نے بیان کیا ہے کہ ابن کواء نے حضرت علی ؓ سے پوچھا کہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے خدا

نے کسی اور شخص سے بھی گفتگو کی؟

حضرت نے فرمایا: خداوند عالم نے جس انسان کو بھی پیدا کیا اس سے خطاب بھی کیا اور پھر جواب بھی خود دیا ہے، یہ بات ابن کواء کی سمجھ میں نہ آئی تو اس نے پوچھا، وہ کیسی گفتگو تھی۔

حضرت نے فرمایا: کیا تو نے قرآن کریم کی یہ آیت نہیں پڑھی کہ فرمان خدا ہے:

واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم واشهدهم علٰی انفسهم الست بربکم قالوا بلٰی. (الاعراف: ۱۷۲)

"وہ وقت بھی یاد دلاؤ جب تمہارے پروردگار نے آدم کی اولاد سے یعنی پشتوں سے باہر نکال کر ان کی اولاد سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرالیا پوچھا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں، تو سب کے سب بولے ہاں ہم اس کے گواہ ہیں۔"

خداوند عالم نے تمام اولاد آدم سے عالم ذر میں خطاب بھی کیا اور پھر ان سے جواب بھی حاصل کیا، اسی طرح اس فرمان سے بھی یہ مقصد ظاہر ہوتا ہے۔"

انی انا الله لا اله اِلّا انا وَانا الرحمٰن......

"بے شک میں اللہ ہوں اور میرے بغیر کوئی معبود نہیں اور میں ہی رحم کرنے والا ہوں۔"

اس کے بعد پوری اولادِ آدم نے اطاعت خدا اور اس کے رب ہونے کا اعتراف کرلیا اور اللہ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے انبیاء و رسل بھیجے اور پھر حکم دیا کہ میرے نمائندگان کی اطاعت کرو، اور عالم میثاق میں ہر شخص نے اسی حکم کا اقرار بھی کرلیا، جب اولاد آدم نے اقراء کرلیا تو اسی وقت ملائکہ نے کہا، اے اولاد آدم!:

شهدنا علیکم یا بنی آدم ان تقولوا یوم القیامة انا کن عن هذا الدین والامر لغافلین.

ملائکہ نے کہا:

''ہم بھی تمہارے گواہ ہیں کہیں تم قیامت کے بعد یہ نہ کہنا کہ ہمیں اس حکم اور دین کا علم نہ تھا۔''

ایک شامی شخص کے مختلف سوالات

ایک شامی شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا:

(۱) وہ کونسے انبیاء ہیں جن کی زبان عربی تھی؟

(۲) وہ کونسے انبیاء ہیں جن کے دو نام ہیں؟

(۳) سب سے پہلے شعر کس نے کہا؟

(۴) نوح علیہ السلام کی کشتی کیسی تھی؟

حضرت علیؓ کے جوابات

☆...... حضرت نے فرمایا: پانچ انبیاء تھے جن کی زبان عربی تھی یعنی حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت شعیب، حضرت اسماعیل علیہم السلام اور حضرت محمد ﷺ۔

☆...... وہ پیغمبر جن کے دو نام تھے: یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا دوسرا نام اسرائیل تھا، دوسرے حضرت خضر علیہ السلام جن کا دوسرا نام قالیسا تھا، تیسرا حضرت یونس علیہ السلام جن کا دوسرا کا نام ذوالنون تھا چوتھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کا دوسرا نام مسیح تھا۔ پانچواں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کا دوسرا نام احمد تھا۔

☆...... پہلا شخص حضرت آدم علیہ السلام تھا جس نے ہابیل کی وفات پر یہ اشعار پڑھے:

تغیرت البلاد ومن علیہا

ووجہ الارض مغبر قبیح

''زمین کے شہر اپنے باسیوں بدل چکے ہیں، اور پوری روئے زمین دھواں دھواں نظر آتی ہے۔''

تغیر کل ذی لون وطعم

وقل بشاشة الوجه المليح

"ہر چیز کا رنگ اور ذائقہ بدل چکا ہے اور اب پر رونق چہرے کی رونق بھی ختم ہو چکی ہے۔"

اس کے جواب میں پھر شیطان نے شہ اشعار پڑھ دیئے۔

تنح عن البلاد وساكنيها

فبئ بالخلد ضاق بک الفسيح

"شہر اور ان کے باسیوں سے دور ہو جا اور جنت کو یاد کر کہ جہاں کی وسعت تجھ پر تنگ ہو گئی۔"

وكنت بها زوجک فی قرار

وقليل من اذى الدنيا مريح

"تو خود اور تیری زوجہ وہاں پر سکون تھے اور دنیا کے غموں سے تو مطمئن تھا۔"

کشتی نوح (علیہ السلام) کی لمبائی آٹھ سو ہاتھ اور چوڑائی پانچ سو ہاتھ تھی اور بلندی اَسّی (۸۰) ہاتھ تھی۔

شامی نے پوچھا: حضرت نوح علیہ السلام کا نام کیا تھا؟

حضرت نے فرمایا: نوح علیہ السلام کا نام عبدالغفار یا عبدالمالک یا عبدالاعلیٰ تھا۔ (بحث خصال، از شیخ صدوق)

اصحاب رس اور حنظلہ کے بارے میں سوال

علامہ مجلسی نے کتاب بحار الانوار میں نقل کیا ہے کہ حضرت علی کی شہادت سے تین دن پہلے ایک تمیمی شخص حضرت کے پاس آیا اور اس نے پوچھا: یا امیر المومنین اصحاب رس کے بارے میں فرمائیں کہ وہ کتنے لوگ تھے؟ کس زمانہ میں تھے؟ اور ان کا بادشاہ کون تھا؟ ان کا مسکن کہاں تھا؟ اللہ نے ان کے پاس کوئی پیغمبر بھی بھیجا تھا؟ اور یہ لوگ

ہلاک کیسے ہوئے؟

ان کے بارے میں کوئی تفصیل معلوم نہیں ہوئی، قرآن میں صرف اتنا ذکر ہے کہ:

كذبت قبلهم قوم نوح واصحاب الرس وثمود.

(سورہ ق، آیت نمبر ۱۲، پارہ ۲۶)

''ان سے پہلے نوح (علیہ السلام) کی قوم اور خندق والوں اور قوم ثمود نے اپنے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا۔''

حضرت نے فرمایا: اب تک یہ مسئلہ مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا اور میرے بعد کسی کو بھی اس کا علم نہ ہوگا، بلکہ میرا بیان ہی نقل کرے گا، اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ یہ کس دن نازل ہوئی یا کس رات نازل ہوئی، مدینہ میں نازل ہوئی یا مکہ میں اتری، جنگل میں نازل ہوئی یا پہاڑ پہ اتری اور میرے اس سینہ میں علوم کے سمندر موجزن ہیں، لیکن افسوس کہ علم کے متلاشی کم ہیں اور میں بھی عنقریب تم سے چلا جاؤں گا اور پھر تمہیں ندامت ہوگی اب تمہیں اصحاب رس کا قصہ بیان کرتا ہوں۔

اصحابِ رس کا قصہ

اصحاب رس ایک صنوبر پرست قوم تھی، صنوبر کو شاہ درخت بھی کہتے ہیں اور اسے یافث بن نوح نے اُگایا تھا اور وہ درخت ان کے زمانے تک ویسے کا ویسا سرسبز وشاداب تھا، یہ درخت ایک روشناب نامی چشمہ کے کنارے واقع تھا اور یہ درخت سلیمانؑ بن داؤد کے بعد بھی باقی تھا، اور یہ اصحاب رس آذربائیجان کے قریب ''رودارس'' کے علاقہ میں نمودار ہوئے۔

ارس نامی نہر کے کنارے بارہ شہر آباد کئے گئے تھے اور یہ سب کے سب کوہ البرز، کے دامن میں واقع تھے، اس زمانے میں کوئی نہر بھی نہر ارس سے زیادہ میٹھی اور پررونق نہ تھی اور ان کے آباد کردہ شہروں سے زیادہ کوئی شہر بھی زیادہ پررونق اور پرکیف نہ تھا، ان کے آباد کردہ بارہ شہروں کے نام یہ تھے:

(۱) آبان (۲) آر (۳) دی (۴) بھمن (۵) اسفندیار (۶) فروردین (۷) اردیبھشت (۸) خرداد (۹) مرداد (۱۰) تیر (۱۱) مہر (۱۲) شہریور۔

ان میں سے اسفند یار اس زمانے کے بادشاہ کا دارالحکومت تھا، اس بادشاہ کا نام ترکوز بن عابور تھا، بعض مورخ اس کا نسب آل ثمود سے اور بعض نمرود کے ساتھ ملاتے ہیں، یہ بادشاہ ایک دوسرے بادشاہ سخرن بن گودرز کا ٹیکس گزار تھا، انہوں نے صنوبر کے درخت ہر شہر میں اگا رکھے تھے اور نالیاں بنا کر اس روشناب چشمہ کا پانی ان درختوں تک پہنچاتے تھے اور ان لوگوں نے اس چشمے کا پانی اپنے اوپر اور اپنے حیوانات پر بھی حرام قرار دیا تھا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ جو پانی ہمارے خداؤں کی زندگی کا ذریعہ ہو وہ ہم پر حرام ہے اور اگر کوئی شخص اس چشمے کا پانی پی لیتا تو یہ اسے قتل کر دیتے تھے، ہر مہینہ کی ابتداء میں انہوں نے ایک عید کا دن مقرر کیا ہوا تھا، جس دن یہ سب لوگ ایک شہر میں اکٹھے ہوئے اور اپنی توفیق کے مطابق قربانی بھی ساتھ لاتے، جب سارے لوگ جمع ہو جاتے تو اسی درخت پر ایک منقش ریشمی چادر ڈال دیتے اور پھر اپنی اپنی قربانی کو ذبح کر دیتے تھے، جانوروں کو ذبح کرنے کے بعد ان کو جلانا شروع کر دیتے اور کافی آگ بھڑکاتے، جب آگ سے دھواں نکلتا اور ان کو کچھ نظر نہ آتا اسی وقت یہ گڑگڑاتے اور رو رو کر صنوبر کے درخت سے التجا کرتے کہ ہمارے گناہوں اور خطاؤں سے درگزر فرما، ان کے جواب میں شیطان دھیمی دھیمی آواز میں انہیں کہتا کہ تم مطمئن ہو میں تمہاری قربانیوں سے خوش ہوں اور میں تم سے راضی ہوں۔

جب یہ آواز وہ سنتے تو خوشی خوشی اٹھتے اور شراب و کباب کی محفلیں آراستہ کر کے نغمات گانا شروع کر دیتے، اسی طرح ایک دن رات ان کا یہ سلسلہ جاری رہتا اور ہر ماہ کا آغاز ان کے لیے یوم عید ہوتا، اہل عجم نے اپنے مہینوں کے نام انہی شہروں کے نام پر رکھ لیے ہیں، مثلاً آبانصاہ اور آذرماہ وغیرہ۔

ان کا یہ سلسلہ ہر ماہ ہر شہر میں تبدیل ہوتا رہتا، آخر کار عید کا جشن دارالحکومت اسفند یار میں آپہنچا، چونکہ یہ دارالحکومت تھا اس لیے اب دوگنا قربانیاں تیار کی گئیں اور وہاں صنوبر کے درخت کے پاس ایک ریشمی خیمہ نصب کیا جاتا، اور اس کے بارہ دروازے بنا کر ہر دروازے پر ہر شہر کے مخصوص لوگوں کو ٹھہرایا جاتا تھا، وہ خیمہ مختلف حیوانات کی صورتوں سے مزین کیا جاتا، حسب سابق جب قربانیاں ذبح کی جاتیں تو بڑی آگ روشن کر کے

قربانیوں کو جلانا شروع کر دیتے جب آگ سے اتنا دھواں اٹھتا کہ نظر کچھ نہ آتا تو اس وقت یہ لوگ آہ و زاری کرنا اور گڑ گڑانا شروع کر دیتے تھے، اور درخت کو خدا سمجھ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے، شیطان جب ان کی یہ حالت دیکھتا تو اس صنوبر کے درخت کو زور سے جھٹکا دیتا اور ہلاتا اور باآواز بلند کہتا، تمہیں مبارک ہو تمہارے گناہ میں نے معاف کر دیئے ہیں اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ بھی تم پر اسی طرح مہربان رہونگا، شیطان کی یہ آواز سن کر یہ لوگ سجدہ سے سر اٹھاتے اور خوشی خوشی شراب کی محفل سجاتے اور اتنی شراب خوری کرتے کہ مست اور بے ہوش ہو کر زمین پر پڑے رہتے۔

حنظلہ (علیہ السلام) نبی کا تعارف

یہی سلسلہ بارہ دن تک جاری رہتا اور پھر تیرھویں دن یہ تمام لوگ اپنے شہروں کو چلے جاتے، جب ان لوگوں کی سرکشی اور بغاوت طول پکڑ گئی تو خدا نے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی کو مبعوث فرمایا جو کہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل کے فرزند یہودا کی اولاد میں سے تھا۔

اس نبی کا نام ''حنظلہ'' تھا اور حنظلہ بن صفوان سچائی اور حقیقت پسندی میں اتنا مشہور تھا کہ لوگ انہیں ''حنظلہ'' ''الصدق'' کہتے تھے، آخر کار خدا نے اسی حنظلہ کو حکم دیا کہ اپنے ملک شام کو چھوڑ دو اور ان اصحاب الرس کو دعوت توحید دو، اور خدا کا دین سکھاؤ۔

عنقاء پرندہ

نبی خدا نے پہنچ کر تبلیغ دین شروع کی اور کافی عرصہ تبلیغ کرتے رہے لیکن کچھ اثر نہ ہوا اور انہوں نے نبی کی کوئی بات نہ مانی، آخر کار نبی نے دعا مانگی کہ خدایا اس قوم پر عذاب نازل فرما، اللہ نے نبی کی بددعا قبول فرمائی اور ایک پرندہ جو ان کے قریب پہاڑ پر رہتا تھا ان لوگوں پر مسلط کر دیا اس پرندہ کو یہ لوگ عنقاء کہتے تھے۔

وہ پرندہ شہر میں آتا اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اٹھا کر لے جاتا اور کھا جاتا تھا، حتیٰ کہ ان لوگوں کے دیکھتے دیکھتے ان کے بچوں کو مارتا رہتا۔

اس عذاب سے لوگوں میں وحشت اور دہشت پھیل گئی آخر کار وہ نبی کے پاس آئے اور درخواست کی کہ اے نبی! خدا سے دُعا مانگو کہ یہ پرندہ ہلاک ہو جائے اور ہمیں اس عذاب سے نجات ملے، اگر ہمیں اس عذاب سے نجات مل گئی تو ہم ایمان لائیں گے۔

نبی نے دُعا مانگی اور آسمان سے بجلی گری اور وہ پرندہ ہلاک ہو گیا، انہیں عذاب سے نجات مل گئی لیکن اس کے بعد بھی وہ نہ ایمان لائے اور نہ ہی پیغمبر کی اطاعت کی، بلکہ اپنی سرکشی پر ڈٹے رہے، پھر حضرت حنظلہ نے خدا سے شکایت کی۔

مشرک قوم کے وساوس

ایک دن عید کا جشن شہر اسفندیار میں منایا جا رہا تھا کہ پیغمبر خدا وہاں آگئے، اور لوگوں کو دیکھا کہ درختوں کو سجدہ کر رہے ہیں تو پیغمبر نے خدا سے التجاء کی کہ خدایا یہ لوگ درختوں کی پوجا کرتے ہیں، جو کوئی نفع ونقصان نہیں دیتے لہٰذا اپنی قدرت سے ان درختوں کو خشک کر دے۔

صبح ہوئی تو وہ تمام درخت خشک ہو چکے تھے اور ان کے پتے وغیرہ جھڑ چکے تھے لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو وحشت زدہ ہو گئے کچھ لوگ کہنے لگے حنظلہ نے ہمارے خداؤں پر جادو کر دیا ہے۔

کچھ کہنے لگے نہیں ہمارے خدا ہم سے ناراض ہو گئے ہیں، لہٰذا انہوں نے اپنی رونق کو ہم سے پنہاں کر لیا ہے، الغرض طرح طرح کی باتیں ہونے لگیں۔

حضرت حنظلہ نے انہیں فرمایا: تم ان درختوں کو چھوڑ دو اور خدائے واحد کی عبادت شروع کرو، لوگوں نے ان کی بات نہ مانی اور فیصلہ کیا کہ اس پیغمبر خدا کو قتل کر دو تجویز یہ سوچی کہ اس صنوبر کے درخت کے پاس ایک کنواں کھودا جائے، جب پانی نکلنے لگا تو انہوں نے لوہے کے ٹکڑے اس میں ڈالنا شروع کیا اور پانی کنوئیں سے نکالتے رہے، آخر کار انہوں نے نبی کو پکڑ کر اسی کنوئیں میں اوندھے منہ ڈال دیا اور اوپر پتھروں سے اس کنوئیں کا منہ بند کر دیا اور اوپر نہر کا پانی چلانا شروع کر دیا، چونکہ لغت میں رس کنوئیں کو کہتے ہیں اس لیے ان

لوگوں کو اصحاب رس کہتے ہیں۔

اصحابِ رس کی ہلاکت

کنوئیں کا منہ بند کرنے کے بعد صبح سے شام تک نبی کی آہ و بکا سنتے رہے کہ وہ کہتے تھے:

سیدی قد تری ضیق مکانی وشدة کربی فارحم ضعف رکنی قلة حیلتی وعجل بقبض روحی ولا توخر اجابة دعوتی

''اے میرے سردار! میرے مکان کی تاریکی اور مصیبت کی سختی کو تو جانتا ہے، میرے بے بسی اور بے چارگی پر رحم فرما، اور میری روح جلدی قبض فرما، اور میری دُعا جلد قبول فرما۔''

اس کے بعد اللہ نے جبرائیل کو حکم دیا کہ ان اصحاب رس کو فوراً ہلاک فرما۔ شاید انہوں نے سوچا تھا کہ مجھے ان کا علم نہیں یا میرے حلم کی وجہ سے یہ مغرور ہو چکے ہیں۔

یہ بدبخت لوگ رزق میرا کھاتے ہیں اور عبادت میرے غیر کی کرتے ہیں انہوں نے میرے پیغمبر کو بھی قتل کر دیا ہے گویا کہ ان کے عادات وافعال کا مجھے علم نہیں حالانکہ مجھے سب کچھ معلوم ہے، مجھے اپنی ذات کی قسم انہیں ایسا عذاب دوں گا جو کائنات کے لئے باعث عبرت ہوگا۔

عید کے موقع پر یہ تمام لوگ جمع تھے کہ تیز رفتار سرخ آندھی چلی، یہ لوگ ایک دوسرے پر گرنے لگے، پھر زمین گندھک کی مانند ہو گئی اوپر سے سیاہ بادل آیا جس سے آگ برسنے لگی، ہوا چلتی رہی آگ بھڑکتی رہی اور یہ لوگ جھلتے گئے حتیٰ کہ ان بارہ شہروں کا ایک باسی بھی باقی نہ رہا۔

فنعوذ باللہ من غضب الجبار.

(مولائے کائنات کے فیصلے از ریاض حسین جعفری)

ساتواں باب

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

اور

اعترافِ حق



سیدنا علی ﷺ میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص خوبی یہ رکھی تھی کہ وہ اعتراف حق سے کبھی نہیں ہچکچاتے تھے۔ جب بھی کبھی اپنے سے بڑے یا اپنے سے چھوٹے کی خوبیوں کا اعتراف کرنا پڑا آپ نے کبھی اس میں بخل سے کام نہ لیا، بلکہ ان خوبیوں کا برملا اظہار فرمایا۔ چنانچہ امام ابو یوسفؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا علیؓ اور سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سیدنا عمر ﷺ کے پاس گئے جب کہ ان پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس ﷺ نے سیدنا عمر ﷺ سے کہا کہ آپ کو خوشخبری ہو:

فو اللّٰه لقد كان اسلامک عزًا ولقد هجرتک فتحًا وولايتک عدلًا ولقد صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم حتّٰى توفي وهو عنک راضٍ ثم صحبت ابابكرٍ فتوفّي وهو عنک راضٍ ولقد ولّيت فما اختلف في ولايتک اثنان.

''بخدا! آپ کا اسلام لانا اہل اسلام کے لئے باعث عزت ہوا، آپ کا ہجرت فرمانا وجہ کشائش ہوا، آپ کی ولایت (خلافت) سراپا عدل تھی۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت وہم نشینی فرمائی تھی، اور جب آپ ﷺ نے انتقال فرمایا تو وہ آپ سے راضی تھے۔ پھر ان کے بعد آپ کو سیدنا ابو بکر ﷺ کی ہم نشینی کا موقع ملا۔ چنانچہ جب انہوں نے اس دنیا سے انتقال فرمایا تو وہ بھی آپ سے راضی تھے۔، اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آپ کی خلافت پر دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا''۔

سیدنا عمر ﷺ نے جب یہ سنا تو کہا، ابن عباس! کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے؟ سیدنا ابن عباس ﷺ ذرا ہچکچائے، سیدنا علی ﷺ جو اس وقت وہاں موجود تھے، فوراً بول اُٹھے، ہاں ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔ (نعم نشهد بذالک)

(کتاب لا ثار ص ۲۰۷، ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۱۱۵)

جنتی بوڑھوں کے سردار

اسی طرح ایک اور روایت سیدنا علی ؓ سے منقول ہے، سیدنا علی ؓ فرماتے ہیں کہ جب ابولولو مجوسی نے سیدنا عمر ؓ پر قاتلانہ حملہ کیا تو میں سیدنا عمر ؓ کے پاس گیا۔ دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں۔ سیدنا علی ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا امیر المومنین! آپ کے رونے کا کیا سبب ہے؟ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں میں جنت میں جاؤں گا یا جہنم میں؟ اس وجہ سے رو رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ کو خوشخبری ہو، کیونکہ میں نے سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات سے بے شمار دفعہ سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے:

سیّدا کھول اھل الجنۃ ابوبکر وعمر وانعما.....

"ابوبکرؓ وعمرؓ پختہ عمر کے جنتیوں کے سردار ہوں گے اور یہ بڑے عمدہ سردار ہیں۔"

سیدنا عمر ؓ نے فرمایا کہ اے علیؓ! آپ اس کی گواہی دیتے ہیں۔ سیدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا، ہاں میں اس بات کا گواہ ہوں:

وانت یا حسن! فاشھد علی انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اِنّ عمر من اھل الجنۃ.

"اور اے بیٹے حسن! تو بھی اس بات کی گواہی دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عمر ؓ اہل جنت میں سے ہے۔"

(کنز العمال ج ۲ ص ۳۶۴)

راشدین اور مصلحین کی نشاندہی

اسی طرح علامہ ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ خلافت فاروقی کے دوران سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر ؓ کو دیکھا کہ سوار ہو کر کہیں جا رہے ہیں۔ پوچھا، امیر المومنین! کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ فرمایا، بیت المال کے اونٹوں میں سے صدقہ کا ایک اونٹ فرار ہو گیا ہے اس کو ڈھونڈنے جا رہا ہوں۔ یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لقد اذللت الخلفاء بعدک......

"آپ نے اپنے بعد والے خلفاء کو مشقت میں ڈال دیا ہے"۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ابوالحسن! یہ شے کوئی قابلِ ملامت چیز نہیں ہے، پھر فرمایا:

والذی بعث محمدًا بالنبوة لو انّ عناقًا ذهبت بشاطئی الفرات لاخذ بها عمرؓ یوم القیامة......

"قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نبوت عطا کر کے بھیجا، اگر بکری کا ایک بچہ بھی فرات کے کنارے گم ہو جائے گا تو روزِ قیامت عمرؓ کو اس کے بارہ میں بھی باز پرس ہو گی"۔

(سیرۃ عمر بن الخطاب لابن جوزی ص ۱۴۰، البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۳۶)

اسی طرح جہاں کہیں بھی اعتراف حق کا موقع ملا آپ نے کبھی اس سے گریز نہ کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کے بارہ میں فرمایا:

کانا امامی هدًی راشدین مصلحین منجحین خرجًا من الدنیا خمیصین.

"وہ دونوں امت محمدیہ کے لیے امامِ ہدایت تھے، راشدین تھے، نیکی کے کاموں میں کامیاب اور کامران تھے۔ دنیا سے بھوکے رخصت ہوئے یعنی دنیا کی کوئی طمع نہیں تھی"۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۲۹)

بعد میں آنے والوں پر حجت

اسی بارہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد عبد خیر نے آپ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

انّ اللّٰه جعل ابابکرٍ وعمر حجةً علٰی من بعدهما من الولاة الٰی یوم القیامة فسبقا واللّٰه سبقًا بعیدًا واتعبا واللّٰه من بعدهما اتعابًا شدیدًا.

''بے شک اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کو بعد میں آنے والے تمام حکام پر حجت بنایا ہے۔ بخدا! یہ دونوں سب پر سبقت لے گئے اور ان دونوں نے اخلاص و تقویٰ کے لحاظ سے بعد میں آنے والوں کو سخت مشقت میں ڈال دیا۔'' (اسد الغابہ ج ۴ ص ۶۸)

سیدنا علیؓ نے اپنی خلافت کے ایام میں ایک دفعہ لوگوں کے سامنے خطبہ میں سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہما کے مقام اور درجہ کو یوں بیان فرمایا:

سبق رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلم وثنّی ابوبکر رضی اللّٰہ عنه وثلّث عمر رضی الله عنه ثم خبّطنا فتنة او اصابتنا فتنة فکان ما شاء اللّٰہ......

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں سے انتقال میں سبقت فرمائی، پھر دوسرے نمبر پر ابوبکرؓ، پھر تیسرے نمبر پر عمرؓ تشریف لائے۔ پھر ہم میں کئی قسم کے فتنے آ ٹپکے، چنانچہ جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا وہ ہوا۔''

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۷۔ التاریخ الکبیر للبخاری ج ۴ ص ۱۷۳۔ حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۴۷)

صدیق اکبرؓ کے بارے میں اظہارِ خیال

نزال بن سبرہ الہلالی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا علیؓ نہایت خوشگوار موڈ میں تھے۔ ہم نے ان سے کہا کہ امیر المومنین! اصحابِ رسولؐ کے بارہ میں ہمیں کچھ بتلائیے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابی میرے ساتھی اور رفیق کار تھے۔ ہم نے کہا ابوبکرؓ کے بارہ میں کچھ بتائیے۔ سیدنا علیؓ نے فرمایا:

ذاک امراء سمّاہ اللّٰہ الصّدیق علٰی لسان جبرئیل ولسانِ محمّدٍ صلی اللّٰہ علیه وسلم کان خلیفة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم علی الصّلواۃ رضیه لدیننا فرضیناہ لدنیانا.

''ابوبکرؓ وہ شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی زبانوں سے ان کا نام "صدیق" رکھا ہے، اور وہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ مقرر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا، پس ہم نے اپنے دنیوی معاملات کے لئے انہیں پسند کرلیا۔" (اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱۶، ۲۲۱)

خلاصہ یہ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ میں اللہ تعالیٰ نے اعتراف حق کی خوبی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ باوجود اس بات کے کہ آپ کے عہدِ خلافت میں سبائیوں کا ایک جم غفیر آپؓ کے اردگرد جمع تھا، جو دل وجان سے سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم کے مخالف تھے، لیکن پھر بھی آپؓ اپنی گفتگو اور اپنے خطبات میں ان حضرات کی فضیلت کا اعتراف فرماتے رہتے۔ اس بارہ میں شیعہ سنی دونوں کی کتابیں اس قسم کی روایات سے بھری پڑی ہیں۔ لیکن یہاں ہم نے صرف چند ایک ذکر کی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اعترافِ حق کی یہ خوبی ہر شخص میں نہیں ہوتی۔ اس خوبی کے لیے بہت بڑے ظرف کی ضرورت ہوتی ہے اور جس میں یہ خوبی ہو وہ واقعتاً بہت بڑا آدمی ہوتا ہے، اور اس لحاظ سے سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑے انسان تھے۔

اُمت میں سب سے بہترین شخص

آپؓ فرماتے ہیں:

"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال خیر کی حالت میں ہوا جیسے کہ ایک نبی کا انتقال خیر اور بہتر حالت میں ہوتا ہے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپؓ نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل اور سنت کے مطابق عمل کیا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا جس بہترین حالت میں کسی کا انتقال ہوتا ہے، وہ امت کے نبی کے بعد تمام امت میں بہترین شخص تھے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور انہوں نے ان دونوں کی سنت اور عمل کے مطابق عمل کیا پھر وہ بہترین حالت میں انتقال کر گئے۔ وہ اس امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے بہترین تھے۔"

(کنز العمال ج ۶ ص ۳۶۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۸۸۷)

ایک اور روایت میں ہے کہ جناب علی المرتضیٰ ﷜ نے ایک مرتبہ لوگوں کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلا اُخبرُکم بخیرِ النّاس بعد رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم ابوبکرؓ و عمرؓ......

''کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہترین شخص کے بارہ میں نہ بتاؤں؟ سنو، وہ ابوبکرؓ تھے اور ان کے بعد عمرؓ تھے۔''

(ابن ماجہ ص ۱۱۔ التاریخ الکبیر للبخاری ج ۲ ص ۲۸۰۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۴۵۶۔ حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۹۹۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۳۰۱)

ابن اثیر جزری نے اس بارہ میں ایک روایت نقل کی ہے کہ سیدنا علی ﷜ نے فرمایا:

انّ اللّٰہ جعل ابابکرٍ حجۃ علی من بعدھما من الولاۃ الٰی یوم القیامۃ فسبقا واللّٰہ سبقًا بعیدًا واتعباً واللّٰہ من بعدھما اتعابًا شدیدًا۔

''بے شک اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے تمام حکام پر اور امراء پر ابوبکرؓ اور عمرؓ کو حجت و برہان بنایا۔ بخدا! یہ دونوں سب پر گوئے سبقت لے گئے اور ان دونوں نے بعد میں آنے والے لوگوں کو اپنے اخلاص و تقویٰ کی وجہ سے سخت مشقت میں ڈال دیا۔'' (اسد الغابہ ج ۴ ص ۶۸)

سب سے پہلے جنت میں

سیدنا علی ﷜ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''سب سے پہلے جو جنت میں جائیں گے وہ ابوبکرؓ اور عمرؓ ہوں گے''۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''سیدنا علی ﷜ نے فرمایا کہ اس امت میں سب سے پہلے جو جنت میں داخل ہوں گے وہ ابوبکرؓ اور عمرؓ ہوں گے۔ اس پر ایک شخص نے پوچھا، امیر المومنین! آپ سے بھی پہلے؟ فرمایا: ہاں قسم ہے اس ذات کی جس

نے دانہ کو پیدا کیا اور روح کی تخلیق فرمائی، یقیناً ابو بکرؓ اور عمرؓ مجھ سے بھی پہلے جنت میں داخل ہوں گے"۔ (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ج ۱ ص ۶۸۔۳۶۷)

آپؓ کا اخلاص اور انکساری

ایک مرتبہ آپ کے صاحبزادے سیدنا محمد بن الحنفیہؒ نے سیدنا علی ﷺ سے پوچھا: جنابِ رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں سب سے بہتر کون تھے؟ آپؓ نے فرمایا، ابو بکر! میں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا: عمرؓ۔ میں ڈرا کہ آپ عمر ﷺ کے بعد عثمان ﷺ کا نام لیں گے، لہٰذا میں نے کہا کہ پھر آپ؟ فرمایا کہ میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۱۸۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۸۔ کنز العمال ج ۶ ص ۳۶۶)

جب سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا انتقال ہو گیا تو ایک مرتبہ ان دونوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اے لوگو! تم میں سے ان دونوں (سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ) جیسا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، کیونکہ کوئی شخص بھی ان کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا، مگر ان کے ساتھ محبت رکھنے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے سے۔ جو شخص مجھ سے محبت کا دم بھرتا ہے اسے ان دونوں سے محبت رکھنی چاہئے اور جو میرے ساتھ دوستی اور محبت نہیں رکھتا وہ ان دونوں سے بغض و عداوت رکھتا ہے اور میں ایسے شخص سے بری الذمہ ہوں۔" (فضائل ابی بکر لابی طالب العشاری ص ۷)

تفضیلیوں کے لئے قابلِ غور

ایک موقع پر سیدنا علی ﷺ نے ان لوگوں کو متنبہ کیا جو انہیں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر ترجیح اور فضیلت دیتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا:

لا یفضلنی احد علی ابی بکرٍ و عمرؓ اِلّا جلدتہ حد المفتری.

"مجھے کوئی بھی ابوبکرؓ اور عمرؓ پر فضیلت نہ دے۔ (جو فضیلت دے گا) میں اُسے سزا مفتری کی حد کی دوں گا۔" (مفتری کی حد ۸۰ دُرّے ہے)

(کنز العمال ج ۶ ص ۳۷۱۔ استیعاب ج ۲ ص ۲۴۴)

اس مضمون کی ایک روایت شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان جلد ۳ ص پر بھی نقل کی ہے۔

سیدنا علی ﷺ کی زبان مبارک سے شیخین رضی اللہ عنہما کی فضیلت اور ان کے اعلیٰ مقام کے بارہ میں حدیث و تاریخ کی کتابوں میں بے شمار روایات موجود ہیں جن کو طوالت کے خوف سے یہاں نقل نہیں کیا جا رہا ہے۔ البتہ اہل علم حضرات ان روایات کو مندرجہ ذیل کتابوں میں ملاحظہ فرمالیں۔

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۲۱ ص ۱۴۹، ج ۶ ص ۸۹

۲۔ مسند احمد جلد ا ص ۱۴۲، ۱۴۷، ص ۱۲۸، ص ۱۱۵، ص ۱۰۶

۳۔ اسد الغابہ جلد ۴ ص ۶۸، جلد ا ص ۹۰، جلد ۳ ص ۲۱۶، ۲۲۱

۴۔ کنز العمال جلد ۶ ص ۳۱۸، ۳۱۹، ۲۶۶، ۳۲۵، ۳۶۹، ۴۱۱، جلد ۸ ص ۳۳۱

۵۔ التاریخ الکبیر للبخاری جلد ۲ ص ۲۸۰، جلد ۴ ص ۱۷۳

۶۔ حلیۃ الاولیاء جلد ۵ ص ۴۷، جلد ۷ ص ۱۹۹، ۲۰۰، ص ۲۲۴

۷۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۲۶، ص ۴۴ ص ۸۴

۸۔ مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵، ص ۶۸، ص ۷۹

۹۔ الاستیعاب جلد ا ص ۴۲، جلد ۲ ص ۲۴۳

۱۰۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ ص ۳۰۱

۱۱۔ ابن ابی الحدید جلد ا ص ۲۹۵، جلد ۴ ص ۱۳۰

۱۲۔ ناسخ التواریخ جلد ۳ ص ۲۴۱

روایات کی اس کثرت کی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کا تمام امت سے بہتر اور افضل ہونا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

خلفاء ثلاثہؓ کے بارے میں ارشاد گرامی

چنانچہ علامہ ابن کثیر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

وقد ثبت عنه بالتواتر انّه خطب بالكوفة في ايام خلافته ودار امارته فقال ايّها الناس انّ خير هذه الامّة بعد نبيّها ابوبكرؓ ثم عمرؓ ولو شئت انّ اسمى الثالث لسميت.

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ انہوں نے اپنے ایامِ خلافت میں کوفہ کے دارالامارت میں اپنے خطبات میں فرمایا کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں سب سے بہتر ابوبکرؓ تھے اور ان کے بعد عمرؓ اور اگر میں تیسرے بہتر آدمی کا نام لینا چاہوں تو لے سکتا ہوں۔'' (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۳)

علامہ ابن کثیر کی تائید کرتے ہوئے علامہ سیوطی نے بھی لکھا ہے:

قال الذهبي هذا متواتر عن عليّ......

''امام ذہبی فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات تواتر سے ثابت ہے''۔ (تاریخ الخلفاء ص ۴۵)

جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام اُمت میں سب سے بہتر اور افضل قرار سمجھتے تھے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ ان کی اقتداء اور اتباع کا اقرار نہ کرتے۔ یہ سب دشمنانِ صحابہؓ کی اڑائی ہوئی باتیں ہیں جن کو ہمارے مؤرخین نے زیبِ داستان کے لیے اپنی کتابوں میں درج کر دیا ہے، حالانکہ یہ روایتاً اور درایتاً دونوں لحاظ سے غلط ہیں اور صحابہ کرامؓ کا دامن ان سب خرافات سے بالکلیہ پاک ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اگر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت سے ناراض ہوتے تو وہ کبھی بھی سب سے پہلے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ فرماتے، جیسا کہ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ:

وبايعهٗ عليّ بن ابي طالب اوّلا......

''اور سب سے پہلے علی بن ابی طالبؓ نے عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔''

(البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۴۷، التمہید والبیان ص ۱۱)

ایک اور روایت میں ہے:

فرجع عليّ يشق النّاس حتّٰى بايع......

''لوگوں کے ہجوم کو چیرتے ہوئے سیدنا علی ﷺ واپس آئے یہاں تک کہ سیدنا عثمان ﷺ کی بیعت کی۔''

مورخین کی گواہی

تاریخ کے رپورٹر اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں ان کے مشیر خاص اور ایام فتنہ میں ان کے مددگار خاص تھے۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ یہ سب کچھ منافقت سے کر رہے ہوں کیونکہ آپ تو للٰہیت اور خلوص کا ایک مینار تھے۔

اور خوف اور ڈر کی وجہ سے بھی آپ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ آپ ''اسد اللہ'' (اللہ کے شیر) تھے اور اللہ کا شیر کبھی کسی سے نہیں ڈرتا۔ اور تقیہ کی وجہ سے بھی آپ ایسا نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی منافقت ہے اور جو لوگ سیدنا علی ﷺ کے اعمال اور افعال پر تقیہ کا لیبل لگاتے ہیں ان کے نزدیک تو وہ امام منصوص من اللہ تھے اور منصوص من اللہ امام کبھی کسی سے تقیہ نہیں کرتے۔ کیونکہ اگر ''منصوص من اللہ'' شخصیت کے لئے تقیہ جائز ہوتا ہے تو انبیاء علیہم السلام سب سے پہلے تقیہ کرتے۔ اور اگر وہ تقیہ کرتے تو ان کی نبوت ہی مشکوک ہو کر رہ جاتی کیونکہ اس بات کا بالکل پتہ نہ چلتا کہ وہ کون سی بات تقیہ سے کہہ رہے ہیں اور کون سی بغیر تقیہ کے۔

پھر تقیہ اگر اسلام میں کسی صورت جائز مان بھی لیا جائے تو وہ ایک رخصت ہے، عزیمت نہیں ہے۔ اور سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ جیسے شیر خدا ہمیشہ عزیمت ہی پر چلتے ہیں رخصت ان کے شایان شان نہیں۔ بہر حال یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے جو حق سمجھا اس کا اظہار ڈنکے کی چوٹ کیا اور جس چیز کو باطل گردانا اس کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔

حضرت علی ﷺ کے چند فرامین

وہ فرامین جن کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ اور دن رات ہونے والے واقعات کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر حضرت علیؓ کے فرامین روشنی نہ ڈالتے ہوں، آپ یقیناً علم کے بحر ناپیدا کنار ہیں اور میں آپ کے فرامین میں سے چند کو پیش کر رہا ہوں، جو بلاشبہ حضرت علیؓ کے علم کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر سے چند کوزے کی حیثیت سے زیادہ ہرگز نہیں ہیں۔

مساوات

عام مسلمانوں کے درمیان بلا استثنا و اختصاص سب کے ساتھ یک رنگی سے پیش آؤ اور اپنے چہرہ زبان، نشست و برخواست کے ذریعہ ان کا دل رکھو یہ نہ ہو کہ جو شخص تمہارا حاشیہ نشین ہو اس کو تو تمہاری نظر توجہ کی اُمیدواری ہو اور جو تم سے دور رہے وہ تمہارے عدل و انصاف کی طرف بہ حسرت و یاس دیکھتا رہے۔

قسم

مدعی سے پہلے قسم کھلاؤ اس کے بعد بار ثبوت اس کے ذمہ رکھو کیونکہ اسی طرح بخوبی مقدمہ پر سے تاریکی دور ہوتی ہے اور جج صحیح فیصلہ تک پہنچتا ہے۔

گواہ

جو شخص گواہ پیش کرنا چاہے اس کو اتنی مہلت دو جس میں وہ گواہ پیش کر سکے پس اگر وہ گواہ پیش کرے تو اس کا حق دلوانا اور اگر نہ پیش کر سکے تو پھر اس کے متعلق فیصلہ کرنے میں تم مجاز ہو۔

شرط گواہ

یہ بھی واضح رہے کہ تمام مسلمان عادل ہیں لہٰذا ان کی گواہی کو قبول کرنا سوائے

ان اشخاص کے جو سزا یافتہ ہوں اور انہوں نے توبہ نہ کی ہو یا جس نے جھوٹی گواہی دی ہو، یا وہ جو بدمعاشی میں متہم ہوں۔

جلد بازی

جلد بازی سے کام نہ لینا ہر معاملہ کو اس کے وقت پر ہاتھ میں لینا اور انجام کو پہنچا دینا نہ وقت آنے پر تساہل برتنا اگر معاملہ مشتبہ ہو تو اس پر اصرار نہ کرنا، روشن ہو تو اس میں کمزوری نہ دکھانا ہر کام کو اس کے وقت پر کرنا اور ہر معاملہ کو اس کی صحیح جگہ پر رکھنا۔

غصہ

دیکھو! اپنے غصہ کو، طیش کو، ہاتھ کو، زبان کو، قابو میں رکھنا سزا دینے کو اس وقت تک ملتوی رکھنا یہاں تک کہ غصہ ٹھنڈا ہو جائے اس وقت تمہیں اختیار ہو جو مناسب سمجھو کرو، لیکن اس وقت تک اپنے اوپر صحیح طور سے قابو نہ پاسکو گے جب تک پروردگار عالم کی طرف واپسی کا معاملہ تمہارے خیالات پر غالب نہ آجائے۔

ظلم

یاد رکھو جو کوئی خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو خدا خود اپنے مظلوم بندوں کی طرف سے ظالم کا حریف بن جاتا ہے۔

حدود

قصاص و حدود و تعزیرات کے مقدمات اس وقت تک فیصل نہ کرنا جب تک کہ ان کو میرے سامنے پیش نہ کر دینا۔

باطل

اور یہ بھی جان لو کہ لوگوں کو حق پر نہیں ڈال سکتے جب تک کہ ان کو باطل سے رکنے کی عادت نہ ڈالو۔

روز کا کام

ہر روز کا کام اسی روز ختم کر دینا کیونکہ ہر دن کے لئے اسی کا کام بہت ہوتا ہے۔

مصاحب

اہل تقویٰ وصدق کو اپنا مصاحب بنانا انہیں ایسی تربیت دینا کہ وہ تمہاری جھوٹی تعریف کبھی نہ کریں کیونکہ تعریف کی بھی بھرمار سے آدمی غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

عبادت

دن اور رات میں اپنا ایک وقت ضرور خدا کے لئے خاص کر دینا اور جو عبادت بھی انجام دینا وہ تقرب الٰہی کے لئے ہو اور اسے اس طرح انجام دینا کہ ہر لحاظ سے کامل ومکمل ہو کسی طرح کا کوئی نقص اس میں نہ رہ جائے چاہے اس سے تمہارے جسم کو کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو۔

تنگ حوصلہ

اور دیکھو محکمہ عدالت میں کبھی دل تنگ یا پریشان نہ ہونا کیونکہ یہ وہ جلیل القدر منصب ہے جس کا اجرا اللہ نے واجب کیا ہے اور جس نے حق کے ساتھ فیصلہ کیا اس کے لئے اللہ کے پاس بہت اچھا بدلہ ہے۔

اقربا پروری

خبردار! کسی مصاحب یا رشتہ دار کو جاگیر نہ دینا ایسا کرو گے تو یہ لوگ رعایا پر ظلم کریں گے خود فائدہ اٹھائیں گے اور دنیا و آخرت میں بدگوئی تمہارے سر رہے گی۔

ایمانداری

تمہیں سب سے زیادہ پسند وہ راہ ہونا چاہئے جو حق کے لحاظ سے سب سے زیادہ درمیانی انصاف کی رو سے سب سے زیادہ عام اور رعایا کو سب سے زیادہ رضا مند کرنے

والی ہو۔

جبروتیت

خبردار خدا کی عظمت سے کبھی ٹکر نہ لینا اس کی جبروتیت سے مشابہت پیدا کرنے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ خدا جباروں کو ذلیل کرتا ہے اور مغروروں کو نیچا دکھاتا ہے۔

خدا کی عظمت

اور اگر حکومت کی وجہ سے غرور پیدا ہونے لگے تو سب سے بڑے بادشاہ خدا کی طرف دیکھنا جو تمہارے بھی اوپر ہے اور تم پر وہ قدرت رکھتا ہے جو خود تم اپنے اوپر نہیں رکھتے اگر ایسا کرو گے تو نفس کی طغیانی کم ہو جائے گی اور بھٹکی ہوئی عقل ٹھکانے آ جائے گی۔

دستور رفتگان

کسی ایسے اچھے دستور کو نہ توڑنا جو اس امت کے اگلے لوگ جاری کر گئے ہوں اور جس سے لوگوں میں اتحاد پیدا ہوتا ہو اگر ایسا کرو گے تو اچھے دستور جاری کرنے کا ثواب اگلوں کے لئے باقی رہے گا اور عذاب تمہارے حصہ میں آئے گا۔

نیکوکار و بدکار

تمہارے سامنے نیکوکار و بدکار برابر نہ ہوں ایسا کرنے سے نیکوں کی ہمت پست ہو جائے گی اور خطار کار اور بھی شوخ ہو جائیں گے ہر آدمی کو وہ مقام دینا چاہئے جس کا وہ اپنے عمل کے لحاظ سے مستحق ہو۔

اپنا کام خود کرو

کچھ معاملات ایسے ہیں جنہیں تمہیں خود اپنے ہاتھ میں رکھنا ہوگا ان میں ایک معاملہ تو یہی ہے کہ عمال حکومت کے ان مراسلوں کا جواب خود لکھنا یہ کام تمہارے منشی نہیں کر سکتے اور ایک معاملہ یہ ہے کہ جس دن روپیہ آئے اسی دن مستحقوں کو بانٹ دینا اس سے تمہارے درباریوں کو کوفت تو ضرور ہوگی کیونکہ ان کی مصلحتیں تقسیم میں تعویق و تاخیر چاہیں گی۔

رشوت

ان لوگوں پر کڑی نظر رکھو جو باوجود قدرت و امکان لوگوں کے حقوق دبانا چاہتے ہیں اور حکام کو رشوت دے کر اپنا کام چلا لیتے ہیں ان سے لوگوں کے حقوق حاصل کرو، اور اگر یہ ان کو ادا نہ کریں تو ان کی جائیداد بیچ کر طلبگاروں کے مطالبے پورے کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص باوجود استطاعت کے لوگوں کا حق ادا نہ کرے تو یہ بھی سراسر ظلم ہے۔

فیصلہ حق

حق کسی کے بھی خلاف پڑے اس پر ضرور نافذ کرنا چاہیے وہ تمہارا عزیز قریب ہو یا غیر! اس بارے میں تمہیں مضبوط اور ثواب خداوندی کا آرزومند رہنا پڑے گا حق کا وار تمہارے رشتہ داروں اور عزیز ترین مصاحبوں ہی پر کیوں نہ پڑے تمہیں یہ گوارا کرنا ہوگا یہ تم پر گراں ضرور گزرے گا لیکن تمہاری نظر نتیجہ ہی پر رہنی چاہئے۔

یقین رکھو..... کہ اس بات کا نتیجہ اچھا نکلے گا۔

درگزر

اپنے دل میں رعایا کے لئے رحم، محبت، لطف پیدا کرنا خبردار رعایا کے حق میں پھاڑ کھانے والا درندہ نہ بن جانا کہ اس لقمہ بنا ڈالنے میں تجھ کو اپنی کامیابی دکھائی دے رعایا میں دو قسم کے آدمی ہوں گے تمہارے دینی بھائی یا مخلوق خدا ہونے کے لحاظ سے تمہارے جیسے انسان جن سے تمہاری طرح بھول چوک خطا کا امکان ہے، لہٰذا تم اپنے عفو و کرم کا دامن ان کے لئے اس طرح پھیلا دینا جس طرح تم چاہتے ہو کہ تمہاری خطاؤں کے مقابلہ میں خدا اپنا دامن عفو و کرم پھیلا دے۔

خونریزی

خبردار ناحق خون نہ بہانا کیونکہ خونریزی سے بڑھ کر بدانجام و نعمت کا ڈھا لنے

والا مدت کا ختم کرنے والا کوئی کام نہیں قیامت کے دن جب خدا کا دربار عدالت لگے تو سب سے پہلے خون ناحق ہی کے مقدمے پیش ہوں گے اور خدا فیصلہ کرے گا یہ یاد رکھو کہ خونریزی سے حکومت طاقتور نہیں ہوتی، بلکہ کمزور ہو کر مٹ جاتی ہے۔

علم

اگر کسی پیمانے میں کوئی چیز رکھی جائے تو اسکی گنجائش کم ہو جاتی ہے سوا پیمانہ علم کے کہ اس میں جس قدر علم بھرا جائے اس کی وسعت بڑھتی جاتی ہے۔

اپنی پسند

دوسروں کے لئے بھی وہی چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو اور جو کچھ اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرو۔

فریادی

اپنے وقت کا ایک حصہ فریادیوں کے لئے وقف کر دینا سب کام چھوڑ کر ان سے ملنا ایسا موقعہ پر تمہاری مجلس عام رہے کہ جس کا جی چاہے بے دھڑک چلا آئے، اس مجلس میں تم خدا کے نام پر خاکسار بن جاؤ، فوجیوں، افسروں اور پولیس والوں سے مجلس کو بالکل خالی رکھنا تا کہ آنے والے دل کھولکر اپنی بات کہہ سکیں کیونکہ میں نے رسول اللہ کو بار بار فرماتے سنا ہے کہ اس امت کی بھلائی نہیں ہو سکتی جس میں کمزوروں کو طاقتوروں سے پورا حق نہ دلایا جائے۔

ججوں کی جانچ اور ہمت افزائی

تمہارا فرض ہے کہ اپنے قاضیوں کے فیصلوں کی جانچ کرتے رہو کھلے دل سے ان پر جود و عطا کرو تا کہ ان کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں اور کسی کے سامنے ان کو ہاتھ نہ پھیلانا پڑے اپنے دربار میں انہیں ایسا درجہ دو کہ تمہارے کسی مصاحب اور درباری کو ان پر دباؤ ڈالنے کی ہمت نہ ہو سکے۔

جج کس کو بناؤ

ملک میں انصاف قائم کرنے کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا جو تمہاری نظر میں سب سے افضل ہوں ہجوم معاملات سے دل تنگ نہ ہوتے ہوں، اپنی غلطی پر اڑے رہنا ہی ٹھیک نہ سمجھتے ہوں اور حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد باطل سے چمٹے نہ رہتے ہوں، طمع نہ ہو اپنے پر خوب غور کرنے کے عادی ہوں، شکوک وشبہات پر ٹھہرنے والے ہوں، صرف دلائل کو اہمیت دیتے ہوں، مدعی و مدعا علیہ سے بحث میں اُکتا نہ جاتے ہوں، واقعات کی تہ تک پہنچنے سے جی نہ چراتے ہوں اور حقیقت کھل جانے پر اپنے فیصلہ میں بیباک ہوں یہ ایسے لوگ ہوں جنہیں نہ تعریف بے خود کر دیتی ہو نہ چاپلوسی ہی مائل کر سکتی ہو، مگر ایسے لوگ کم ہوتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا ایک خاص حکم

حضرت عمرؓ ابن خطاب کہا کرتے تھے خبردار! اگر حضرت علیؓ مسجد میں موجود ہوں تو ہرگز کوئی دوسرا شخص فتویٰ نہ دے۔

آپؓ کی عدل پسندی

جب مال کی تقسیم میں آپ برابری و مساوات کا اصول برتنے پر کچھ لوگ بگڑ اٹھے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

کیا تم مجھ پر یہ امر عائد کرنا چاہتے ہو کہ میں جن لوگوں کا حاکم ہوں ان پر ظلم وزیادتی کر کے (کچھ لوگوں کی) امداد حاصل کروں تو خدا کی قسم جب تک دنیا کا قصہ چلتا رہے گا اور کچھ ستارے دوسرے ستاروں کی طرف جھکتے رہیں گے میں اس چیز کے قریب بھی نہیں بھٹکوں گا اگر چہ خود میرا مال ہوتا جب بھی میں اسے سب میں برابر تقسیم کرتا، چہ جائیکہ یہ مال اللہ کا مال ہے دیکھو بغیر کسی حق کے داد و دہش کرنا بے اعتدال اور فضول خرچی ہے اور یہ اپنے مرتکب کو دنیا میں بلند کر دیتی ہے لیکن آخرت میں پست کرتی ہے اور لوگوں

کے اندر عزت میں اضافہ کرتی، مگر اللہ کے نزدیک ذلیل کرتی ہے جو شخص بھی مال کو بغیر استحقاق کے یا نااہل افراد کو دے گا اللہ اسے ان کے شکریہ سے محروم ہی رکھے گا اور ان کی دوستی ومحبت بھی دوسروں ہی کے حصہ میں جائے گا اور اگر کسی دن اس کے پیر پھسل جائیں یعنی فقر وتنگدستی اسے گھیر لے اور ان کی امداد کا محتاج ہو جائے تو وہ اس کے لیے بہت ہی برے ساتھی اور کمینے دوست ثابت ہوں گے۔

اونٹ کی خرید وفروخت کا واقعہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی بندے کا ایمان اس وقت تک صادق نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنی چیز کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر زیادہ بھروسہ نہیں کرتا جو اس کے پاس ہیں۔ پھر فرمایا: ان سے جا کر کہو کہ چھ کے چھ درہم بھیج دو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چھ کے چھ درہم بھیج دیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ چھ کے چھ درہم اس سائل کو دے دیئے۔ ابھی حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی مجلس سے اٹھے نہیں تھے کہ ایک آدمی آیا جس کے پاس اونٹ تھا' وہ اس کو بیچنا چاہتا تھا' حضرت رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بھائی! یہ اونٹ کتنے کا ہے؟ اس نے کہا کہ ایک سو چالیس درہم کا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو یہیں باندھ دو میں تجھے اس کی قیمت بعد میں دے دوں گا اس آدمی نے ایسا ہی کیا اونٹ باندھا اور جہاں سے آیا تھا چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور آدمی آیا اس نے پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے؟ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا ہے اس نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ آپ اس کو بیچیں گے؟ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں' اس آدمی نے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ یہ اونٹ کتنے کا بیچیں گے؟ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو سو درہم کا اس آدمی نے کہا کہ ٹھیک ہے' میں نے یہ اونٹ خرید لیا۔ اس نے اونٹ پکڑا اور دو سو درہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیے۔ پھر حضرت رضی اللہ عنہ نے ایک سو چالیس درہم اس آدمی کو دے دیے جس سے اونٹ خریدا تھا اور باقی ساٹھ درہم لے کر حضرت فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا

کہ یہ کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی زبان سے یہ وعدہ کیا ہے کہ:

من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا

''یعنی جو ایک نیکی لائے گا اس کو اس گنا ملے گا''۔

(امیر المومنین علی ابن ابی طالب صفحہ ۶۳)

ایک عامل کے نام مکتوب گرامی

آپؓ نے تحریر فرمایا:

''تم ان لوگوں میں سے ہو جن سے دین کے قیام میں مدد لیتا ہوں اور گنہگاروں کی نخوت توڑتا ہوں اور خطرناک سرحدوں کی حفاظت کرتا ہوں پیش آنے والی مہمات میں اللہ سے مدد مانگو (رعیت کے بارے میں) سختی کے ساتھ کچھ نرمی کی آمیزش کیے رہو۔ جہاں تک نرمی مناسب ہو نرمی برتو اور جب سختی کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو سختی کرو۔ رعیت سے خوش خلقی اور کشادہ روئی سے پیش آؤ ان سے اپنا رویہ نرم رکھو۔ اور کنکھیوں اور نظر بھر کر دیکھنے اور اشارہ اور سلام کرنے میں برابری کرو تا کہ بڑے لوگ تم سے بے راہروی کی توقع نہ رکھیں اور کمزور تمہارے انصاف سے مایوس نہ ہوں۔ والسلام (نہج البلاغہ)

اشتر نخعی کے نام

اس دستاویز کو (مالک) اشتر نخعی کے لیے تحریر فرمایا۔ جب کہ محمد ابن ابی بکر کے حالات بگڑ جانے پر انہیں مصر اور اس کے اطراف کی حکومت سپرد کی یہ سب سے طویل عہد نامہ اور امیر المومنین ؓ کے توقیعات میں سب سے زیادہ محاسن پر مشتمل ہے۔

اللہ کی اطاعت مقدم رکھیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

یہ ہے وہ فرمان جس پر کاربند رہنے کا حکم دیا ہے خدا کے بندے علی امیر

المومنینؑ نے مالک ابن حارث اشتر کو جب مصر کا انہیں والی بنایا تا کہ وہ خراج جمع کریں دشمنوں سے لڑیں، رعایا کی فلاح و بہبود اور شہروں کی آبادی کا انتظام کرنا انہیں حکم ہے کہ اللہ کا خوف کریں، اس کی اطاعت کو مقدم سمجھیں اور جن فرائض وسنن کا اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے ان کا اتباع کریں کہ انہی کی پیروی سے سعادت اور انہی کے جھٹلانے اور برباد کرنے سے بدبختی دامنگیر ہوتی ہے اور یہ کہ اپنے دل اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے اللہ کی نصرت میں لگے رہیں۔ کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے ذمہ لیا ہے کہ جو اس کی نصرت کرے گا، وہ اس کی مدد کرے گا اور جو اس کی حمایت کے لیے کھڑا ہوگا وہ اسے عزت وسرفرازی بخشے گا۔

اس کے علاوہ انہیں حکم ہے کہ وہ نفسانی خواہشوں کے وقت اپنے نفس کو کچلیں اور اس کی منہ زوریوں کے وقت اُسے روکیں کیونکہ نفس برائیوں ہی کی طرف لے جانے والا ہے مگر یہ کہ خدا کا لطف وکرم شامل حال ہو۔

نیک اعمال کا ذخیرہ

اے مالک! اس بات کو جانے رہو کہ تمہیں ان علاقوں کی طرف بھیج رہا ہوں کہ جہاں تم سے پہلے عادل اور ظالم کئی حکومتیں گزر چکی ہیں اور لوگ تمہارے طرز عمل کو اسی نظر سے دیکھیں گے۔ جس نظر سے تم اپنے اگلے حکمرانوں کے طور طریقے کو دیکھتے رہے ہو اور تمہارے بارے میں بھی وہی کہیں گے جو تم ان حکمرانوں کے بارے میں کہتے ہو۔ یہ یاد رکھو کہ خدا کے نیک بندوں کا پتہ چلتا ہے اسی نیک نامی سے جو انہیں بندگان الٰہی میں خدا نے دے رکھی ہے لہٰذا ہر ذخیرہ سے زیادہ پسند تمہیں نیک اعمال کا ذخیرہ ہونا چاہیے تم اپنی خواہشوں پر قابو رکھو، اور جو مشاغل تمہارے لیے حلال نہیں ہیں ان میں صرف کرنے سے اپنے نفس کے ساتھ بخل کرو کیونکہ نفس کے ساتھ بخل کرنا ہی اس کے حق کو ادا کرنا ہے چاہے وہ خود اُسے پسند کرے یا ناپسند، رعایا کے لیے اپنے دل کے اندر رحم

ورافت اور لطف ومحبت کو جگہ دو۔

عفوودرگزر

ان کے لیے پھاڑ کھانے والا درندہ نہ بن جاؤ کہ انہیں نگل جانا غنیمت سمجھتے ہو۔ اس لیے کہ رعایا میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو تمہارے دینی بھائی اور دوسرے تمہارے جیسی مخلوق خدا' ان کی لغزشیں بھی ہوں گی خطاؤں سے بھی انہیں سابقہ پڑے گا اور ان کے ہاتھوں سے جان بوجھ کر یہ بھولے چوکے سے غلطیاں بھی ہوں گی تم ان سے اسی طرح عفوودرگزر سے کام لینا جس طرح اللہ سے اپنے لیے عفوودرگزر کو پسند کرتے ہو۔ اس لیے کہ تم ان پر حاکم ہو اور تمہارے اوپر تمہارا امام حاکم ہے اور جس (امام) نے تمہیں والی بنایا ہے اس کے اوپر اللہ ہے اور اس نے تم سے ان لوگوں کے معاملات کی انجام دہی چاہی ہے اور ان کے ذریعہ تمہاری آزمائش کی ہے اور دیکھو، خبردار! اللہ سے مقابلہ کے لیے نہ اُترنا۔ اس لیے کہ اس کے غضب کے سامنے تم بے بس ہو اور اس کے عفوورحمت سے بے نیاز نہیں ہو سکتے تمہیں کسی کو معاف کرنے پر پچھتانا اور سزا دینے پر اترانا نہ چاہیے۔

غصہ میں جلد بازی نہ کریں

غصہ میں جلد بازی سے کام نہ لو جب کہ اس کے ٹال دینے کی گنجائش ہو کبھی یہ نہ کہنا کہ میں حاکم بنایا گیا ہوں لہٰذا میرے حکم کے آگے سر تسلیم ختم ہونا چاہیے، کیونکہ یہ دل میں فساد پیدا کرنے دین کو کمزور بنانے اور بربادیوں کو قریب لانے کا حلیہ ہے اور کبھی حکومت کی وجہ سے تم میں تمکنت یا غرور پیدا ہو تو اپنے سے بالاتر اللہ کے مالک کی عظمت کو دیکھو اور خیال کرو کہ وہ تم پر وہ قدرت رکھتا ہے کہ جو خود تم اپنے آپ پر نہیں رکھتے یہ چیز تمہاری رعونت وسرکشی کو مارے گی اور تمہاری طغیانی کو روک دے گی اور تمہاری کھوئی ہوئی عقل کو پلٹا دے گی۔"

مغرور کا سر نیچا

خبردار! کبھی اللہ کے ساتھ اس کی عظمت میں نہ ٹکراؤ اور اس کی شان و جبروت سے ملنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ اللہ ہر جبار و سرکش کو نیچا دکھاتا ہے اور ہر مغرور کے سر کو جھکا دیتا ہے۔

اپنی ذات کے بارے میں اور اپنے خاص عزیزوں اور رعایا میں سے اپنے دل پسند افراد کے معاملے میں اللہ اور حقوق الناس کے متعلق بھی انصاف کرنا کیونکہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ظالم ٹھہرو گے اور جو خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو بندوں کے بجائے اللہ اس کا حریف و دشمن بن جاتا ہے اور جس کا وہ حریف و دشمن ہو اس کی ہر دلیل کو کچل دے گا اور وہ اللہ سے برسرپیکار رہے گا، یہاں تک کہ باز آئے اور توبہ کرے، اور اللہ کی نعمتوں کو سلب کرنے والی اس کی عقوبتوں کو جلد بلاوا دینے والی کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ظلم پر باقی رہا جائے کیونکہ اللہ مظلوموں کی پکار سنتا ہے اور ظالموں کے لیے موقع کا منتظر رہتا ہے۔

پسندیدہ طریقہ

تمہیں سب طریقوں سے زیادہ وہ طریقہ پسند ہونا چاہئے جو حق کے اعتبار سے بہترین، انصاف کے لحاظ سے سب کو شامل اور رعایا کے زیادہ سے زیادہ افراد کی مرضی کے مطابق ہو کیونکہ عوام کی ناراضگی خواص کی رضامندی کو بے اثر بنا دیتی ہے اور خاص کی ناراضگی عوام کی رضامندی کے ہوتے ہوئے نظر انداز کی جاسکتی ہے اور یہ یاد رکھو! کہ رعیت میں خاص سے زیادہ کوئی ایسا نہیں کہ جو خوش حالی کے وقت حاکم پر بوجھ بننے والا مصیبت کے وقت امداد سے کترانے والا انصاف سے ناک بھوں چڑھانے والا طلب و سوال کے موقع پر پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جانے والا بخشش پر کم شکر گزار ہونے والا محروم کر دیئے

جانے پر بمشکل عذر سننے والا اور زمانہ کی ابتلاؤں پر بے صبری دکھانے والا ہو اور دین کا مضبوط سہارا مسلمانوں کی قوت اور دشمن کے مقابلہ میں سامان دفاع میں اُمت کے عوام ہوتے ہیں لہٰذا تمہاری پوری توجہ اور تمہارا پورا رخ اُنہی کی جانب ہونا چاہیے۔

عیب جوئی کے بارے میں......

اور تمہاری رعایا میں تم سے سب سے زیادہ دور اور سب سے زیادہ تمہیں نا پسند وہ ہونا چاہیے جو لوگوں کی عیب جوئی میں زیادہ لگا رہتا ہو کیونکہ لوگوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں حاکم کے لیے انتہائی شایان شان یہ ہے کہ ان پر پردہ ڈالے لہٰذا جو عیب تمہاری نظروں سے اوجھل رہا انہیں نہ اچھالنا کیونکہ تمہارا کام انہی عیبوں کو مٹانا ہے کہ جو تمہارے اوپر ظاہر ہوں اور جو چھپے ڈھکے ہوں ان کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے اس لیے جہاں تک بن پڑے عیبوں کو چھپاؤ تا کہ اللہ بھی تمہارے ان عیوب کی پردہ پوشی کرے جنہیں تم رعیت سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو لوگوں سے کینہ کی ہر گرہ کو کھول دو اور دشمنی کی ہر رسی کاٹ دو اور ہر ایسے رویہ سے جو تمہارے لیے مناسب نہیں بے خبر بن جاؤ اور چغل خور کی جھٹ سے ہاں میں ہاں نہ ملاؤ، کیونکہ وہ فریب کار ہوتا ہے، اگرچہ خیر خواہوں کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

بخیل سے مشورہ نہ کرو

اپنے مشورہ میں کسی بخیل کو شریک نہ کرنا کہ وہ تمہیں دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے سے روکے گا اور فقر و افلاس کا خطرہ دلائے گا۔ اور نہ کسی بزدل سے مہمات میں مشورہ لینا کہ وہ تمہاری ہمت پست کر دے گا اور نہ کسی لالچی سے مشورہ کرنا کہ وہ ظلم کی راہ سے مال بٹورنے کو تمہاری نظروں میں جائز بنا دے گا، یاد رکھو! کہ بخل، بزدلی اور حرص اگرچہ الگ

الگ خصلتیں ہیں مگر اللہ سے بدگمانی ان سب میں شریک ہے۔اس قسم کے لوگوں کو تمہارے مخصوصین میں سے نہ ہونا چاہئے کیونکہ وہ گنہگاروں کے معاون اور ظالموں کے ساتھی ہوتے ہیں ان کی جگہ تمہیں ایسے لوگ مل سکتے ہیں جو تدبیر ورائے اور کارکردگی کے اعتبار سے ان کے مثل ہوں گے مگر ان کی طرح گناہوں کی گرانباریوں میں دبے ہوئے نہ ہوں جنہوں نے نہ کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہو۔اور نہ کسی گنہگار کا اس کے گناہ میں ہاتھ بٹایا ہو ان کا بوجھ تم پر ہلکا ہوگا اور یہ تمہارے بہترین معاون ثابت ہوں گے اور تمہاری طرف محبت سے جھکنے والے ہوں گے اور تمہارے علاوہ دوسروں سے ربط ضبط نہ رکھیں گے انہی کو تم خلوت و جلوت میں اپنا مصاحب خاص ٹھہرانا پھر تمہارے نزدیک ان میں زیادہ ترجیح ان لوگوں کو ہونا چاہئے کہ جو حق کی کڑوی باتیں تم سے کھل کر کہنے والے ہوں اور ان چیزوں میں کہ جنہیں اللہ اپنے مخصوص بندوں کے لیے ناپسند کرتا ہے تمہاری بہت کم مدد کرنے والے ہوں چاہے وہ تمہاری خواہشوں سے کتنی ہی میل کھاتی ہوں پرہیزگاروں اور راستبازوں سے اپنے کو وابستہ رکھنا۔

مدح سرائی سے بچنا

پھر انہیں اس کا عادی بنانا کہ وہ تمہارے کسی کارنامہ کے بغیر تمہاری تعریف کر کے تمہیں خوش نہ کریں۔کیونکہ زیادہ مدح سرائی غرور پیدا کرتی ہے اور سرکشی کی منزل سے قریب کر دیتی ہے اور تمہارے نزدیک نیکوکار اور بدکردار دونوں برابر نہ ہوں اس لیے کہ ایسا کرنے سے نیکوں کو نیکی سے بے رغبت کرنا اور بدوں کو بدی پر آمادہ کرنا ہے ہر شخص کو اسی کی منزلت پر رکھو جس کا وہ مستحق ہے اور اس بات کو یاد رکھو کہ حاکم کو اپنی رعایا پر پورا اعتماد اسی وقت کرنا چاہئے جب کہ وہ ان سے حسن سلوک کرتا ہو اور

ان پر بوجھ نہ لادے اور انہی ایسی ناگوار چیزوں پر مجبور نہ کرے جو ان کے بس میں نہ ہوں، تمہیں ایسا رویہ اختیار کرنا چاہئے کہ اس حسن سلوک سے تمہیں رعیت پر پورا اعتماد ہو سکے کیونکہ یہ اعتماد تمہاری طویل اندرونی الجھنوں کو ختم کر دے گا اور سب سے زیادہ اعتماد کے وہ مستحق ہیں جن کے ساتھ تم نے اچھا سلوک کیا ہو اور سب سے زیادہ بے اعتمادی کے مستحق وہ ہیں جن سے تمہارا برتاؤ اچھا نہ رہا ہو۔

اُمت کے بزرگوں کا طریقہ

اور دیکھو! اس اچھے طور طریقے کو ختم نہ کرنا کہ جس پر اس امت کے بزرگ چلتے رہے ہیں اور جس سے اتحاد و یک جہتی پیدا اور رعیت کی اصلاح ہوئی ہے اور ایسے طریقے ایجاد نہ کرنا کہ جو پہلے طریقوں کو کچھ ضرر پہنچائیں اگر ایسا کیا تو نیک روش کے قائم کر جانے والوں کو ثواب تو ملتا رہے گا مگر انہیں ختم کر دینے کا گناہ تمہاری گردن پر ہوگا اور اپنے شہروں کے اصلاحی امور کو مستحکم کرنے اور ان چیزوں کے قائم کرنے میں کہ جن سے اگلے لوگوں کے حالات مضبوط رہے تھے علماء و حکما کے ساتھ باہمی مشورہ اور بات چیت کرتے رہنا"۔

رعایا کے طبقات

اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ رعایا میں کئی طبقے ہوتے ہیں جن کی سود و بہبود ایک دوسرے سے وابستہ ہوتی ہیں اور وہ ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے ان میں سے ایک طبقہ وہ ہے جو اللہ کی راہ میں کام آنے والے فوجیوں کا ہے دوسرا طبقہ وہ ہے جو عمومی و خصوصی تحریروں کا کام انجام دیتا ہے تیسرا انصاف کرنے والے قضاۃ کا ہے چوتھا حکومت کے وہ عمال جن سے امن اور انصاف قائم ہوتا ہے پانچواں خراج دینے والے

مسلمان اور جزیہ دینے والے ذمیوں کا چھٹا تجارت پیشہ واہل حرفہ کا ساتواں فقراء ومساکین کا وہ طبقہ ہے کہ جوسب سے پست ہے اور اللہ نے ہرایک کا حق معین کر دیا ہے اور اپنی کتاب یا سنت نبوی ﷺ میں اس کی حد بندی کر دی اور وہ (مکمل) دستور ہمارے پاس محفوظ ہے۔

(پہلا طبقہ) فوجی دستے یہ بحکم خدا رعیت کی حفاظت کا قلعہ فرمانرواؤں کی زینت، دین ومذہب کی قوت اور امن کی راہ ہیں رعیت کا نظم ونسق انہی سے قائم رہ سکتا ہے اور فوج کی زندگی کا سہارا وہ خراج ہے جو اللہ نے اس کے لیے معین کیا ہے کہ جس سے وہ دشمنوں سے جہاد کرنے میں تقویت حاصل کرتے اور اپنی حالت کو درست بناتے اور ضروریات کو بہم پہنچاتے ہیں پھر ان دونوں طبقوں کے نظم و بقاء کے لیے تیسرے طبقے کی ضروریات ہے کہ جو قضاۃ، عمال اور منشیان کا ہے کہ جن کے ذریعے باہمی معاہدوں کی مضبوطی اور خراج اور دیگر منافع کی جمع آوری ہوتی ہے اور معمولی اور غیر معمولی معاملوں میں ان کے ذریعہ وثوق واطمینان حاصل کیا جاتا ہے اور سب کا دارومدار سوداگروں اور صناعوں پر ہے کہ وہ عوام کی ضروریات کو فراہم کرتے ہیں بازار لگاتے ہیں اور اپنی کاوشوں سے ان کی ضروریات کو مہیا کر انہیں خود مہیا کرنے سے آسودہ کر دیتے ہیں اس کے بعد پھر فقیروں اور ناداروں کا طبقہ ہے جن کی اعانت و دستگیری ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے گزارے کی صورتیں پیدا کر رکھی ہیں اور ہر طبقے کا حاکم پر حق قائم ہے کہ وہ انکے لیے اتنا مہیا کرے جو ان کی حالت درست کر سکے اور حاکم خدا کے ان تمام ضروری حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا مگر اسی صورت میں کہ پوری طرح کوشش کرے اور اللہ سے مانگے اور اپنے کو حق پر ثابت و برقرار رکھے اور چاہے اس کی طبیعت پر آسان ہو یا دشوار بہرحال اس کو برداشت کرے۔

سرداری کا مستحق

فوج کا سردار اس کو بنانا جو اپنے اللہ کا اور اپنے رسول کا اور تمہارے (امام کا) سب سے زیادہ خیر خواہ ہو سب سے زیادہ پاک دامن ہو اور بردباری میں نمایاں ہو۔ جلد غصہ میں نہ آجاتا ہو۔ عذر معذرت پر مطمئن ہو جاتا ہو' کمزوروں پر رحم کھاتا ہو اور طاقتوروں کے سامنے اکڑ جاتا ہو نہ بدخوئی اسے جوش میں لے آتی ہو اور نہ پست ہمتی اسے بٹھا دیتی ہو پھر ایسا ہونا چاہئے کہ تم بلند خاندان نیک گھرانے اور عمدہ روایات رکھنے والوں اور ہمت و شجاعت اور جود وسخاوت کے مالکوں سے اپنا ربط وضبط بڑھاؤ کیونکہ یہی لوگ درگیوں کا سرمایہ اور نیکیوں کا سرچشمہ ہوتے پھر ان کے حالات کی اس طرح دیکھ بھال کرنا جس طرح ماں باپ اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرتے ہیں اگر ان کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرو کہ جو ان کی تقویت کا سبب ہو تو اسے بڑا نہ سمجھنا اور اپنے کسی معمولی سلوک کو بھی غیر اہم نہ سمجھ لینا کہ اسے چھوڑ بیٹھو کیونکہ اس حسن سلوک سے ان کی خیر خواہی کا جذبہ اُبھرے گا اور حسن اعتماد میں اضافہ ہوگا اور اس خیال سے کہ تم نے اس کی بڑی ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے۔

انسانی ضروریات کا لحاظ

کہیں انکی چھوٹی ضرورتوں سے آنکھ بند نہ کر لینا کیونکہ یہ چھوٹی قسم کی مہربانی کی بھی اپنی جگہ فائدہ بخش ہوتی ہے اور وہ بڑی ضرورتیں اہمیت رکھتی ہیں اور فوجی سرداروں میں تمہارے یہاں وہ بلند منزلت سمجھا جائے جو فوجیوں کی اعانت میں برابر کا حصہ لیتا ہو اور اپنے روپے پیسے سے اتنا سلوک کرتا ہو کہ جس سے ان کا اور ان کے پیچھے رہ جانے والے بال بچوں کا بخوبی گذارا ہو سکتا ہو' تا کہ وہ ساری فکروں سے بے فکر ہو کر پوری یکسوئی کے ساتھ دشمن سے جہاد کریں اس لیے کہ فوجی سرداروں کے

ساتھ تمہارا مہربانی سے پیش آنا ان کے دلوں کو تمہاری طرف موڑ دے گا۔ حکمرانوں کے لیے سب سے بڑی آنکھوں کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ شہروں میں عدل وانصاف برقرار رہے اور رعایا کی محبت ظاہر ہوتی رہے اوران کی محبت اسی وقت ظاہر ہوا کرتی ہے کہ جب ان کے دلوں میں میل نہ ہو اور ان کی خیر خواہی اسی صورت میں ثابت ہوتی ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کے گرد حفاظت کے لیے گھیرا ڈالے رہیں۔ ان کا اقتدار سر پڑا بوجھ نہ سمجھیں اور نہ ان کی حکومت کے خاتمہ کے لیے گھڑیاں گنیں لہٰذا ان کی اُمیدوں میں وسعت وکشائش رکھنا انہیں اچھے لفظوں سے سراہتے رہنا اور ان کارناموں کا تذکرہ کرتے رہنا اس لیے کہ ان کے اچھے کارناموں کا ذکر بہادروں کو جوش میں لے آتا ہے اور پست ہمتوں کو ابھارتا ہے ان شاء اللہ جو شخص جس کارنامے کو انجام دے اُسے پہچانتے رہنا اور ایک کا کارنامہ دوسرے کی طرف منسوب نہ کر دینا اور اس کی حسن کارکردگی کا صلہ دینے میں کمی نہ کرنا اور کبھی ایسا نہ کرنا کہ کسی شخص کی بلندی ورفعت کی وجہ سے اس کے معمولی کام کو بڑا سمجھ لو اور کبھی کہ بڑے کام کو اس کے خود پست ہونے کی وجہ سے معمولی قرار دے لو۔

اللہ ورسول کی طرف رجوع

جب ایسی شکلیں تمہیں پیش آئیں کہ جن کا حل نہ ہو سکے اور ایسے معاملات کو جو مشتبہ ہو جائیں تو ان میں اللہ اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو، کیونکہ خدا نے جن لوگوں کو ہدایت کرنا چاہی ہے ان کے لیے فرمایا ہے اے ایمان دارو اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اور ان کی جو تم میں سے صاحبان امر ہوں اور اگر تم میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو تو اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کتاب کی محکم آیتوں پر عمل کیا اور رسول کی

طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ان متفق علیہ ارشادات پر عمل کیا جائے جن میں کوئی اختلاف نہیں۔

معاملات کا منصف

پھر یہ کہ لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے ایسے شخص کو منتخب کرو جو تمہارے نزدیک تمہاری رعایا میں سب سے بہتر ہو، جو واقعات کی پیچیدگیوں سے ضیق میں نہ پڑ جاتا ہو اور نہ جھگڑا کرنے والوں کے رویہ سے غصہ میں آتا ہو، نہ اپنے کسی غلط نقطہ نظر پر اڑا تا تراتا ہو نہ حق کو پہچان کر اس کے اختیار کرنے میں طبیعت پر بار محسوس کرتا ہو نہ اس کا نفس ذاتی طمع پر جھک پڑتا ہو اور نہ بغیر پوری طرح چھان بین کئے ہوئے سرسری طور پر کسی معاملہ کو سمجھ لینے پر اکتفا کرتا ہو شک وشبہ کے موقعہ پر قدم روک لیتا ہو اور دلیل و محبت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہو فریقین کی بحثا بحثی سے اکتا نہ جاتا ہو۔ معاملات کی تحقیق میں بڑے صبر وضبط سے کام لیتا ہو اور جب حقیقت آئینہ ہو جاتی ہو تو بے دھڑک فیصلہ کر دیتا ہو وہ ایسا ہو جسے سراہنا مغرور نہ بنائے اور جانبداری پر آمادہ نہ کر دے اگر چہ ایسے لوگ کم ہی ملتے ہیں پھر یہ کہ تم خود ان کے فیصلوں کا بار بار جائزہ لیتے رہنا دل کھول کر انہیں اتنا دینا کہ جو ان کے ہر عذر کو غیر مسموع بنادے اور لوگوں کو ان سے کوئی احتیاج نہ رہے اپنے ہاں انہیں ایسے باعزت مرتبہ پر رکھو کہ تمہارے دربار رس لوگ انہیں ضرر پہنچانے کا کوئی خیال نہ کر سکیں تا کہ وہ تمہارے التفات کی وجہ سے لوگ کی سازش سے محفوظ رہیں اس بارے میں انتہائی بالغ نظری سے کام لینا۔

عہدہ داروں پر نظر

پھر اپنے عہدہ داروں کے بارے میں نظر رکھنا ان کو خواب آزمائش کے

بعد منصب دینا بھی صرف رعایت اور جانبداری کی بناء پر انہیں منصب عطا نہ کرنا اس لیے کہ یہ باتیں ناانصافی اور بے ایمانی کا سرچشمہ ہیں اور ایسے لوگوں کو منتخب کرنا جو آزمودہ و غیرت مند ہیں ایسے خاندانوں میں سے جو اچھے ہوں اور جن کی خدمات اسلام کے سلسلہ میں پہلے سے ثابت ہوں کیونکہ ایسے لوگ بلند اخلاق اور بے داغ عزت والے ہوتے ہیں حرص وطمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور عواقب ونتائج پر زیادہ نظر رکھتے ہیں پھر ان کی تنخواہوں کا معیار بلند رکھنا کیونکہ اس سے انہیں اپنے نفوس کے درست رکھنے میں مدد ملے گی۔ اور اس مال سے بے نیاز رہیں گے جو ان ہاتھوں میں بطور امانت ہوگا' اس کے بعد بھی وہ تمہارے حکم کی خلاف ورزی یا امانت میں رخنہ اندازی کریں تو تمہاری حجت ان پر قائم ہوگی پھر ان کے کاموں کو دیکھتے بھالتے رہنا اور سچے اور وفادار مخبروں کو ان پر چھوڑ دینا کیونکہ خفیہ طور پر ان کے امور کی نگرانی انہیں امانت کے برتنے اور رعیت کے ساتھ نرم رویہ رکھنے کی باعث ہوگی' خائن مددگاروں سے اپنا بچاؤ کرتے رہنا اگر ان میں سے کوئی خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور متفقہ طور پر جاسوسوں کی اطلاعات تم تک پہنچ جائیں تو شہادت کے لیے بس اُسے کافی سمجھنا اسے جسمانی طور پر سزا دینا اور جو کچھ اس نے اپنے عہدہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سمیٹا ہے۔ اسے واپس لینا اور اسے ذلت کی منزل پر کھڑا کر دینا اور خیانت کی رسوائیوں کے ساتھ اسے روشناس کرانا اور ننگ ورسوائی کا طواق اس کے گلے میں ڈال دینا۔

مال گذاری کے معاملہ میں

مال گذاری ادا کرنے والوں کا مفاد پیش نظر رکھنا، کیونکہ باج گزاروں کی بدولت ہی دوسروں کے حالات درست کیے جاسکتے ہیں سب اسی خراج اور خراج دینے والوں کے سہارے پر جیتے ہیں اور خراج کی جمع آوری

سے زیادہ زمین کی آبادی کا خیال رکھنا کیونکہ خراج بھی تو زمین کی آبادی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اور جو آباد کئے بغیر خراج چاہتا ہے وہ ملک کی بربادی اور بندگان خدا کی تباہی کا سامان کرتا ہے اور اس کی حکومت تھوڑے دنوں سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔

اب اگر وہ خراج کی گرانباری یا کسی آفت ناگہانی یا نہری و بارانی علاقوں میں ذرائع آب پاشی کے ختم ہونے یا زمین کے سیلاب میں گھر جانے یا سیرابی کے نہ ہونے کے باعث اس کے تباہ ہونے کی شکایت کریں تو خراج میں اتنی کمی کر دو جس سے تمہیں ان کے حالات کے سدھرنے کی توقع ہو اور ان کے بوجھ کو ہلکا کرنے سے تمہیں گرانی نہ محسوس ہو کیونکہ انہیں زیر باری سے بچانا ایک ایسا ذخیرہ ہے کہ جو تمہارے ملک کی آبادی اور تمہارے قلمرو حکومت کی زیب و زینت کی صورت میں تمہیں پلٹا دیں گے اور اس کے ساتھ تم ان سے خراج تحسین اور عدل قائم کرنے کی وجہ سے مسرت بے پایاں بھی حاصل کر سکو گے اور اپنے اس حسن سلوک کی وجہ سے کہ جس کا ذخیرہ تم نے ان کے پاس رکھ دیا ہے تم آڑے وقت پر ان کی قوت کے بل بوتے پر بھروسہ کر سکو گے اور رحم و رافت کے جلو میں جس سیرت عادلانہ کا تم نے انہیں خوگر بنایا ہے اس کے سبب سے تمہیں ان پر وثوق و اعتماد ہو سکے گا اس کے بعد ممکن ہے کہ ایسے حالات بھی پیش آئیں کہ جن میں تمہیں ان پر اعتماد کرنے کی ضرورت ہو تو وہ انہیں بطیب خاطر جھیل لے جائیں گے کیونکہ ملک آباد ہے تو جیسا بوجھ اس پر لادو گے وہ اٹھا لے گا اور زمین کی تباہی اس سے آتی ہے کہ کاشتکاروں کے ہاتھ تنگ ہو جائیں اور ان کی تنگ دستی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ حکام مال و دولت کے سمیٹنے پر تل جاتے ہیں اور انہیں اپنے اقتدار کے ختم ہونے کا کھٹکا لگا رہتا ہے اور عبرتوں سے بہت کم فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔

منشیانِ دفاتر کی اہمیت

پھر یہ کہ اپنے منشیان دفاتر کی اہمیت پر نظر رکھنا اپنے معاملات ان کے سپرد کرنا جوان میں بہتر ہوں اور اپنے ان فرامین کو جن میں مخفی تدابیر اور مملکت کے رموز و اسرار درج ہوتے ہیں خصوصیت کے ساتھ ان کے حوالے کرنا جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک ہوں جنہیں اعزاز کا حاصل ہونا سرکش نہ بنائے کہ وہ بھری محفلوں میں تمہارے خلاف کچھ کہنے کی جرأت کرنے لگیں اور ایسے بے پروانہ ہوں کہ لین دین کے بارے میں جوتم سے متعلق ہوں تمہارے کارندوں کے خطوط تمہارے سامنے پیش کرنے اوران کے مناسب جوابات روانہ کرنے میں کوتاہی کرتے ہوں اور وہ تمہارے حق میں جو معاہدہ کریں اس میں کوئی خامی نہ رہنے دیں اور نہ تمہارے خلاف کسی ساز باز کا توڑ کرنے میں کمزوری دکھائیں اور وہ معاملات میں اپنے صحیح مرتبہ اور مقام سے نا آشنا ہوں کیونکہ جواپنا صحیح مقام نہیں پہچانتا وہ دوسروں کے قدر و مقام سے اور بھی زیادہ ناواقف ہوگا۔ پھر یہ کہ ان کا انتخاب تمہیں اپنی فراست، خوش اعتمادی اور حسن ظن کی بناء پر نہ کرنا چاہئے کیونکہ لوگ تصنع اور حسن خدمات سے ذریعہ حکمرانوں کی نظروں میں سما کر تعارف کی راہیں نکال لیا کرتے ہیں حالانکہ ان میں ذرا بھی خیر خواہی اور امانت داری کا جذبہ نہیں ہوتا لیکن تم انہیں ان خدمات سے پرکھو، جو تم سے پہلے وہ نیک حاکموں کے ماتحت رہ کر انجام دے چکے ہوں اور جو عوام میں نیک نام اور امانت داری کے اعتبار سے زیادہ مشہور ہوں ان کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کرو۔ اس لیے کہ ایسا کرنا اس کی دلیل ہوگا کہ تم اللہ کے مخلص اور اپنے امام کے خیر خواہ ہو۔

محکمہ تحریر

تمہیں محکمہ تحریر کے ہر شعبہ پر ایک ایک افسر مقرر کرنا چاہئے جو اس شعبہ کے بڑے سے بڑے کام سے عاجز نہ ہو اور کام کی زیادتی سے بوکھلا نہ اٹھے یاد رکھو کہ ان منشیوں میں جو بھی عیب ہوگا۔ اور تم اس سے آنکھ بند رکھو گے اس کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔

پھر تمہیں تاجروں اور صناعوں کے خیال اور ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی ہدایت کی جاتی ہے اور تمہیں دوسروں کو ان کے متعلق ہدایت کرنا ہے خواہ وہ ایک جگہ رہ کر بیوپار کرنے والے ہوں یا پھیری لگا کر بیچنے والے ہوں یا جسمانی مشقت مزدوری یا دستکاری سے کمانے والے ہوں کیونکہ یہی لوگ منافع کا سرچشمہ اور ضروریات کو خشکیوں تریوں میدانی علاقوں اور پہاڑوں ایسے دورافتادہ مقامات سے درآمد کرتے ہیں اور ایسی جگہوں سے کہ جہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے اور نہ وہاں جانے کی ہمت کرسکتے ہیں۔ یہ لوگ امن پسند اور صلح جو ہوتے ہیں ان سے کسی فساد اور شورش کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ تمہارے سامنے ہوں یا جہاں جہاں دوسرے شہروں میں پھیلے ہوئے ہوں تم ان کی خبرگیری کرتے رہنا۔

تنگ نظر لوگ

ہاں! اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو انتہائی تنگ نظر اور بڑے کنجوس ہوتے ہیں جو نفع اندوزی کے لیے مال روک رکھتے ہیں اور اونچے نرخ معین کرلیتے ہیں۔ یہ چیز عوام کے لیے نقصان دہ اور حکام کی بدنامی کا باعث ہوتی ہے لہٰذا ذخیرہ اندوزی سے منع کرنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے اور خرید و فروخت صحیح ترازوؤں اور مناسب نرخوں کے ساتھ سہولت سے ہونا

چاہئے کہ نہ بیچنے والے کو نقصان ہو اور نہ خریدنے والے کو خسارہ ہو اس کے بعد بھی کوئی ذخیرہ اندوزی کے جرم کا مرتکب ہو تو اسے مناسب حد تک سزا دینا۔

مسکینوں اور محتاجوں سے سلوک

پھر خصوصیت کے ساتھ اللہ کا خوف کرنا' پسماندہ وافتادہ طبقہ کے بارے میں جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا۔ وہ مسکینوں محتاجوں فقیروں اور معذوروں کا طبقہ ہے ان میں کچھ تو ہاتھ پھیلا کر مانگنے والے ہوتے ہیں اور کچھ کی صورت سوال ہوتی ہے اللہ کی خاطر ان بے کسوں کے بارے میں اس کے اس حق کی حفاظت کرنا جس کا اس نے تمہیں ذمہ دار بنایا ہے ان کے لیے ایک حصہ بیت المال سے معین کر دینا اور ایک حصہ ہر شہر کے اس غلہ میں سے دینا جو اسلامی غنیمت کی زمینوں سے حاصل ہوا ہو کیونکہ اس میں دور والوں کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا نزدیک والوں کا ہے اور تم ان سب کے حقوق کی نگہداشت کے ذمہ دار بنائے گئے ہو لہٰذا تمہیں دولت کی سرمستی ان سے غافل نہ کر دے کیونکہ کسی معمولی بات کو اس لیے نظر انداز نہیں کیا جائے گا کہ تم نے بہت سے اہم کاموں کو پورا کر دیا ہے لہٰذا اپنی توجہ ان سے نہ ہٹانا اور نہ تکبر کے ساتھ ان کی طرف سے اپنا رخ پھیرنا اور خصوصیت کے ساتھ خبر رکھو ایسے افراد کی جو تم تک پہنچ نہیں سکتے جنہیں آنکھیں دیکھنے سے کراہت کرتی ہوں گی اور لوگ انہیں حقارت سے ٹھکراتے ہوں گے تم ان کے لیے اپنے کسی بھروسے کے آدمی کو جو خوف خدا رکھنے والا اور متواضع ہو مقرر کر دینا کہ وہ ان کے حالات تم تک پہنچاتا رہے پھر ان کے ساتھ وہ طرز عمل اختیار کرنا جس سے قیامت کے روز اللہ کے سامنے حجت پیش کر سکو کیونکہ رعیت میں دوسروں سے زیادہ یہ انصاف کے محتاج ہیں اور یوں تو سب ہی ایسے ہیں کہ تمہیں ان کے حقوق سے

عہدہ برآ ہو کر اللہ کے سامنے سرخرو ہونا ہے۔

یتیموں کے حقوق کا خیال

اور دیکھو یتیموں اور سال خوردہ بوڑھوں کا خیال رکھنا، کہ جو نہ کوئی سہارا رکھتے ہیں اور نہ سوال کے لیے اٹھتے ہیں اور یہی وہ کام ہے جو حکام پر گراں گذرا کرتا ہے ہاں خدا ان لوگوں کے لیے جو عقبی کے طلب گار رہتے ہیں اس کی گرانیوں کو ہلکا کر دیتا ہے وہ اسے اپنی ذات پر جھیل لے جاتے ہیں اور اللہ نے جو ان سے وعدہ کیا ہے اس کی سچائی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

حاجت مندوں کے لیے وقت نکالنا

اور تم اپنے اوقات کا ایک حصہ حاجتمندوں کے لیے معین کر دینا جس میں سب کام چھوڑ کر انہی کے لئے مخصوص ہو جانا اور ان کے لئے ایک عام دربار کرنا اور اس میں اپنے پیدا کرنے والے اللہ کے لیے تواضع و انکساری سے کام لینا اور فوجیوں، نگہبانوں اور پولیس والوں کو ہٹا دینا تا کہ کہنے والے بے دھڑک کہہ سکیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی موقعوں پر فرماتے سنا ہے کہ اس قوم میں پاکیزگی نہیں آ سکتی جس میں کمزوروں کو کھل کر طاقتوروں سے حق نہیں دلایا جاتا یا پھر یہ کہ اگر ان کے تیور بگڑیں یا صاف صاف مطلب نہ کہہ سکیں تو اسے برداشت کرنا اور تنگ دلی اور نخوت کو ان کے مقابلہ میں پاس نہ آنے دینا اس کی وجہ سے اللہ تم پر اپنی رحمت کے دامنوں کے پھیلا دے گا اور اپنی فرماں برداری کا تمہیں ضرور اجر دے گا اور جو حسن سلوک کرنا اس طرح کہ چہرے پر شکن نہ آئے اور نہ دینا تو اچھے طریقے سے عذر خواہی کر لینا۔

اپنے امور کی انجام دہی

پھر کچھ امور ایسے ہیں کہ جنہیں خود تم ہی کو انجام دینا چاہیے ان میں سے

ایک حکام کے ان مراسلات کا جواب دینا ہے جو تمہارے منشیوں کے بس میں نہ ہوں اور ایک لوگوں کی حاجتیں جب تمہارے سامنے پیش ہوں اور تمہارے عملہ کے ارکان ان سے جی چرائیں تو خود انہیں انجام دینا ہے روز کا کام اسی روز ختم کر دیا کرو، کیونکہ ہر دن اپنے ہی کام کے لیے مخصوص ہوتا ہے اور اپنے اوقات کا بہتر و افضل حصہ اللہ کی عبادت کے لئے خاص کر دینا اگر چہ وہ تمام کام بھی اللہ ہی کے لئے ہیں جب نیت بخیر ہو اللہ ان سے رعیت کی خوش حالی ہو۔

نمازوں میں اعتدال

ان مخصوص اشغال میں سے کہ جن کے ساتھ تم خلوص کے ساتھ اللہ کے لئے اپنے دینی فریضہ کو ادا کرتے ہو ان واجبات کی انجام دہی ہونا چاہئے جو اس کی ذات سے مخصوص ہیں تم شب و روز کے اوقات میں اپنی جسمانی طاقتوں کا کچھ حصہ اللہ کے سپرد کر دو اور جو عبادت بھی تقریب الٰہی کی غرض سے بجالانا ایسی ہو کہ نہ اس میں کوئی خلل ہو اور نہ کوئی نقص چاہے اس میں تمہیں کتنی جسمانی زحمت اٹھانا پڑے اور دیکھو! جب لوگوں کو نماز پڑھانا تو ایسی نہیں کہ (طول دے کر) لوگوں کو بے زار کر دو، اور نہ ایسی مختصر کہ نماز برباد ہو جائے اس لیے کہ نمازیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور ایسے بھی جنہیں کوئی ضرورت در پیش ہوتی ہے چنانچہ جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف روانہ کیا تو میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ انہیں نماز کس طرح پڑھاؤں تو فرمایا کہ جیسی ان میں سب سے زیادہ کمزور و ناتواں کی نماز ہو سکتی ہے۔

رعایا سے چھپ کر نہ رہنا

اور تمہیں مومنوں کے حال پر مہربان ہونا چاہئے اس کے بعد یہ خیال رہے

کہ رعایا سے عرصہ تک روپوشی اختیار نہ کرنا کیونکہ حکمرانوں کا رعایا سے چھپ کر رہنا ایک طرح کی تنگ دلی اور معاملات سے بے خبر رہنے کا سبب ہے اور یہ روپوشی انہیں بھی ان امور پر مطلع ہونے سے روکتی ہے کہ جن سے وہ ناواقف ہیں جس کی وجہ سے بڑی چیز ان کی نگاہ میں چھوٹی اور چھوٹی چیز بڑی' اچھائی برائی اور برائی اچھائی ہو جایا کرتی ہے اور حق باطل کے ساتھ مل جل جاتا ہے اور حکمران بھی آخر ایسا ہی بشر ہوتا ہے جو نا واقف رہے گا ان معاملات سے جو لوگ اس سے پوشیدہ کریں اور حق کی پیشانی پر کوئی نشان نہیں ہوا کرتے کہ جس کے ذریعے جھوٹ سے سچ کی قسموں کو الگ کر کے پہچان لیا جائے اور پھر تم دو ہی طرح کے آدمی ہو سکتے ہو یا تو تم ایسے ہو کہ تمہارا نفس حق کی ادائیگی کے لئے آمادہ ہے تو پھر واجب حقوق ادا کرنے اور اچھے کام کر گذرنے سے منہ چھپانے کی ضرورت کیا؟ اور یا تم ایسے ہو کہ لوگوں کو تم سے کورا جواب ہی ملنا ہے تو جب لوگ تمہاری عطا سے مایوس ہو جائیں گے تو خود ہی بہت جلد تم سے مانگنا چھوڑ دیں گے اور پھر یہ کہ لوگوں کی اکثر ضرورتیں ایسی ہوں گی جن سے تمہاری جیب پر کوئی بار نہیں پڑتا جیسے کسی کے ظلم کی شکایت یا کسی معاملہ میں انصاف کا مطالبہ۔

سر چڑھے لوگوں سے سلوک

اس کے بعد معلوم ہونا چاہئے کہ حکام کے کچھ خواص اور سر چڑھے لوگ ہوا کرتے ہیں جن میں خود غرضی دست درازی اور بد معاملگی ہوا کرتی ہے تم کو ان حالات کے پیدا ہونے کی وجوہ ختم کر کے اس گندے مواد کو ختم کر دینا چاہئے اور دیکھو اپنے کسی حاشیہ نشین اور قرابت دار کو جاگیر نہ دینا اور اُسے تم سے توقع نہ بندھنا چاہئے کسی ایسی زمین پر قبضہ کرنے کی جو آبپاشی یا کسی مشترکہ معاملہ میں اس کے آس پاس کے لوگوں کے لیے ضرر

کی باعث ہو، یوں کہ اس کا بوجھ دوسرے پر ڈال دے اس صورت میں اس کے خوش گوار مزے تو اس کے لیے ہوں گے نہ تمہارے لیے مگر اس کا بدنما دھبہ دنیا و آخرت میں تمہارے دامن پر رہ جائے گا۔

حق کی اہمیت

اور جس پر جو حق عائد ہوتا ہو اس پر اس حق کو نافذ کرنا چاہیے وہ تمہارا اپنا ہو یا بیگانہ ہو اور اس کے بارے میں تحمل سے کام لینا اور ثواب کے امیدوار رہنا چاہیے اُس سے اس کی زد تمہارے کسی قریبی عزیز یا کسی مصاحب خاص پر کیسی ہی پڑتی ہو اور اس میں تمہاری طبیعت کو جو گرانی محسوس ہو اور اسکے اُخروی نتیجہ کو پیش نظر رکھنا کہ اس کا انجام بہرحال اچھا ہوگا۔

اور اگر رعیت کو تمہارے بارے میں کبھی یہ بدگمانی ہو جائے کہ تم نے اس پر ظلم وزیادتی کی ہے تو اپنے عذر کو واضح طور پر پیش کر دو، اور عذر واضح کر کے ان کے خیالات کو بدل دو، اس سے تمہارے نفس کی تربیت ہوگی اور رعایا پر مہربانی ثابت ہوگی اور اس عذر آوری سے ان کو حق پر استوار کرنے کا مقصد تمہارا پورا ہوگا۔

دشمن سے صلح کے اصول

اگر دشمن ایسی صلح کی تمہیں دعوت دے کہ جس میں اللہ کی رضامندی ہو تو اسے کبھی ٹھکرا نہ دینا کیونکہ صلح میں تمہارے لشکر کے لئے آرام وراحت خود تمہارے لئے فکروں سے نجات اور شہروں کے لئے امن کا سامان ہے لیکن صلح کے بعد دشمن سے چوکنا اور خوب ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دشمن قرب حاصل کرتا ہے تاکہ تمہاری غفلت سے فائدہ اٹھائے لہٰذا احتیاط کو محفوظ رکھنا اور اس بارے میں حسن ظن سے کام نہ لو اور اگر اپنے اور دشمن کے رمیان کوئی معاہدہ کر دیا اُسے اپنے

دامن میں پناہ دو تو پھر عہد کی پابندی کرو، وعدہ کا لحاظ رکھو، اور اپنے قول و قرار کی حفاظت کے لئے اپنی جان کو سپر بنا دو کیونکہ اللہ کے فرائض میں سے ایفائے عہد کی ایسی کوئی چیز نہیں کہ جس کی وجہ سے پر دیا اپنے الگ الگ نظریوں اور مختلف رایوں کے باوجود یکجہتی سے متفق ہو۔

غداری اور بدعہدی سے بچنا

اور مسلمانوں کے علاوہ مشرکوں تک نے اپنے درمیان معاہدوں کی پابندی کی ہے اس لئے کہ عہد شکنی کے نتیجہ میں انہوں نے تباہیوں کا اندازہ کیا تھا لہٰذا اپنے عہد و پیان میں غداری اور قول و قرار میں بدی نہ کرنا اور اپنے دشمن پر اچانک حملہ نہ کرنا کیونکہ اللہ پر جرأت جاہل اور بد بخت کے علاوہ دوسرا نہیں کرسکتا اور اللہ کے عہد و پیان کی پابندی کو امن کا پیغام قرار دیا ہے کہ جسے اپنی رحمت سے بندوں میں عام کر دیا ہے اور ایسی پناہ گاہ بنایا ہے کہ جس کے دامن حفاظت میں پناہ لیتے اور اس کے جوار میں منزل کرنے کے لئے وہ تیزی سے بڑھتے ہیں لہٰذا اس میں کوئی جعلسازی فریب کاری اور مکاری نہ ہونا چاہئے اور ایسا کوئی معاہدہ کرو ہی نہ کہ جس میں تاویلوں کی ضرورت پڑنے کا امکان ہو، اور معاہدہ کے پختہ اور طے ہو جانے کے بعد اس کے کسی مبہم لفظ کے دوسرے معنی نکال کر فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو اور اس عہد و پیان خداوندی میں کسی دشواری کا محسوس ہونا تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہونا چاہئے کہ تم اسے ناحق منسوخ کرنے کی کوشش کرو کیونکہ ایسی دشواریوں کو جھیل لے جانا کہ جن سے چھٹکارے کی اور انجام بخیر ہونے کی اُمید ہو۔ اس بدعہدی کرنے سے بہتر ہے، جس کے بُرے انجام کا تمہیں خوف اور اس کا اندیشہ ہو کہ اللہ کے یہاں تم سے اس پر کوئی جواب دہی ہوگی اور اس طرح تمہاری دنیا اور آخرت دونوں کی تباہی ہوگی۔

ناحق خونریزی سے بچنا

دیکھو! ناحق خونریزوں سے دامن بچائے رکھنا کیونکہ عذاب الٰہی سے قریب اور پاداش کے لحاظ سے سخت اور نعمتوں کے سلب ہونے اور عمر کے خاتمہ کا سبب ناحق سے زیادہ کوئی شئے نہیں ہے اور قیامت کے دن اللہ سبحانہ سب سے پہلے جو فیصلہ کرے گا وہ انہیں خونوں کا جو بندگان خدا نے ایک دوسرے کے بہائے ہیں لہٰذا ناحق خون بہا کر اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کی کبھی کوشش نہ کرنا کیونکہ یہ چیز اقتدار کو کمزور اور کھوکھلا کر دینے والی ہوتی ہے بلکہ اس کو بنیادوں سے ہلا کر دوسروں کو سونپ دینے والی ہے اور جان بوجھ کر قتل کے جرم میں اللہ کے سامنے تمہارا کوئی عذر چل سکے گا نہ میرے سامنے کیونکہ اس میں قصاص ضروری ہے اور اگر غلطی سے تم اس کے مرتکب ہو جاؤ اور سزا دینے میں تمہارا کوڑا یا تلوار یا ہاتھ حد سے بڑھ جائے اس لئے کہ کبھی گھونسا اور اس سے بھی چھوٹی ضرب ہلاکت کا سبب ہو جایا کرتی ہے تو ایسی صورت میں اقتدار کے نشہ میں بے خود ہو کر مقتول کا خون بہا اس کے وارثوں تک پہنچانے میں کوتاہی نہ کرنا۔

اور دیکھو خود پسندی سے بچتے رہنا اور اپنی جو باتیں اچھی معلوم ہوں ان پر اترانا نہیں اور نہ لوگوں کے بڑھا چڑھا کر سراہنے کو پسند کرنا کیونکہ شیطان کو جو مواقع ملا کرتے ہیں ان میں یہ سب سے زیادہ اس کے نزدیک بھروسے کا ذریعہ ہے کہ وہ اس طرح نیکوکاروں کی نیکیوں پر پانی پھیر دے۔

احسان نہ جتلانا

اور رعایا کے ساتھ نیکی کر کے کبھی احسان نہ جتانا اور جوان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اُسے زیادہ نہ سمجھنا اور ان سے وعدہ کر کے بعد میں وعدہ خلافی نہ کرنا کیونکہ احسان جتانا نیکی کو اکارت کر دینا ہے اور اپنی بھلائی کو زیادہ

خیال کرنا حق کی روشنی کو ختم کر دیتا ہے اور وعدہ خلافی سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے اور بندے بھی چنانچہ اللہ سبحانہ خود فرماتا ہے

"خدا کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی چیز ہے کہ تم جو کہو اُسے کرو نہیں۔"

اور دیکھو! وقت سے پہلے کسی کام میں جلد بازی نہ کرنا اور جب اس کا موقع آجائے تو پھر کمزوری نہ دکھانا اور جب صحیح صورت سمجھ میں نہ آئے تو اس پر مصر نہ ہونا اور جب طریق کار واضح ہو جائے تو پھر سستی نہ کرنا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھو اور ہر کام کو اس کے موقع پر انجام دو۔

اور دیکھو! جن چیزوں میں سب لوگوں کا حق برابر ہوتا ہے اُسے اپنے لئے مخصوص نہ کر لینا اور قابل لحاظ حقوق سے غفلت نہ برتنا جو نظروں کے سامنے نمایاں ہوں کیونکہ دوسروں کے لئے یہ ذمہ داری تم پر عائد ہے اور مستقبل قریب میں تمام معاملات پر سے پردہ ہٹا دیا جائے گا اور تم سے مظلوم کی دادخواہی کر لی جائے گی دیکھو! غضب کی تندی، سرکشی کے جوش ہاتھ کی جنبش اور زبان کی تیزی پر ہمیشہ قابو رکھو اور ان چیزوں سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ جلد بازی سے کام نہ لو اور سزا دینے میں دیر کرو' یہاں تک کہ تمہارا غصہ کم ہو جائے اور تم اپنے اوپر قابو پا لو اور کبھی یہ بات تم اپنے نفس میں پورے طور پر پیدا نہیں کر سکتے جب تک اللہ کی طرف اپنی بازگشت کو یاد کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ ان تصورات کو قائم نہ رکھو۔

قابلِ پیروی کون؟

اور تمہیں لازم ہے کہ گذشتہ زمانہ کی چیزوں کو یاد رکھو خواہ کسی عادل حکومت کا طریق کار ہو یا کوئی اچھا عمل درآمد ہو، یا رسول ﷺ کی کوئی حدیث ہو، یا کتاب اللہ میں درج شدہ کوئی فریضہ ہو تو ان چیزوں کی پیروی کرو جن پر عمل کرتے ہوئے ہمیں دیکھا ہے اور ان ہدایات پر عمل کرتے رہنا جو

میں نے اس عہد نامہ میں درج کی ہیں اور ان کے ذریعہ سے میں نے اپنی حجت تم پر قائم کر دی ہے تا کہ تمہارا نفس اپنی خواہشات کی طرف بڑھے تو تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہو۔

اور میں اللہ تعالیٰ سے اس کی وسیع رحمت اور ہر حاجت کے پورا کرنے پر عظیم قدرت کا واسطہ دے کر اس سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمہیں اس کی توفیق بخشے جس میں اس کی رضامندی ہے کہ ہم اللہ کے سامنے اور اس کے بندوں کے سامنے ایک کھلا ہوا عذر قائم کر کے سرخرو ہوں اور ساتھ ہی بندوں میں نیک نامی اور ملک میں اچھے اثرات اور اس کی نعمت میں فراوانی اور روز افزوں عزت کو قائم رکھیں اور یہ کہ میرا اور تمہارا خاتمہ سعادت و شہادت پر ہو، بے شک ہمیں اُسی کی طرف پلٹنا ہے۔

والسلام علی رسولہ صلی اللہ علیہ و آلہ الطیبین الطاہرین وسلم تسلیما کثیراً والسلام. (نہج البلاغہ)

ان اوراق سے امیر المومنین کے طرز جہانبانی کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کے پیش نظر صرف قانون الٰہی کا نفاذ اور اصلاح معاشرت تھا، امن عامہ میں خلل ڈالنا نہ لوٹ کھسوٹ سے خزانوں کا منہ بھرنا اور نہ توسیع سلطنت کے لئے جائز و ناجائز وسائل سے آنکھ بند کر کے سعی و کوشش کرنا، دنیوی حکومتیں عموماً اس طرح کا قانون بنایا کرتی ہیں جس سے زیادہ سے زیادہ حکومت کو فائدہ پہنچے اور ہر ایسے قانون کو بدلنے کی کوشش کیا کرتی ہیں جو اس کے مفاد سے متصادم ہو اور اس کے مقصد کے لئے نقصان رساں ہو مگر اس دستور و آئین کی ہر دفعہ مفاد عمومی کی نگہبان اور نظام اجتماعی کی محافظ ہے اس کے نفاذ اجراء میں نہ خود غرضی کا لگاؤ ہے اور نہ مفاد پرستی کا شائبہ اس میں اللہ کے فرائض کی نگہداشت اور بلا تفریق مذہب و ملت حقوق انسانیت کی حفاظت اور شکستہ حال و فاقہ کش افراد کی خبر گیری اور پسماندہ و افتادہ طبقہ کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت ایسے بنیادی عوامل ہیں جن سے حق و عدالت کے نشر، امن و سلامتی کے قیام اور رعیت کی فلاح بہبود کے سلسلہ میں پوری رہنمائی

حاصل کی جاسکتی ہے۔

والی مکہ قثم ابن عباس کے نام ایک پیغام

اللہ کے یادگار دنوں کی یاد دلاؤ۔ اور لوگوں کے لئے صبح وشام اپنی نشست قرار دو مسئلہ پوچھنے والے کو مسئلہ بتاؤ جاہل کو تعلیم دو اور عالم سے تبادلہ خیالات کرو اور دیکھو لوگوں تک پیغام پہنچانے کے لئے تمہاری زبان کے سوا کوئی سفیر نہ ہونا چاہئے اور کسی ضرورت مند کو اپنی ملاقات سے محروم نہ کرنا اس لئے کہ پہلی دفعہ اگر حاجت تمہارے دروازوں سے ناکام واپس کردی گئی تو بعد میں اُسے پورا کردینے سے بھی تمہاری تعریف نہ ہوگی۔

اور دیکھو! تمہارے پاس جو اللہ کا مال جمع ہو اُسے اپنی طرف کے عیال داروں اور بھوکے ننگوں تک پہنچاؤ اس لحاظ کے ساتھ کہ وہ استحقاق اور احتیاج کے صحیح مرکزوں تک پہنچے اور جو اس سے بچ رہے اُسے ہماری طرف بھیج دو۔ تاکہ ہم اُسے ان لوگوں میں بانٹیں جو ہمارے گرد جمع ہیں۔

اور مکہ والوں کو حکم دو کہ وہ باہر سے آکر ٹھہرنے والوں سے کرایہ نہ لیں کیونکہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے کہ اس میں عاکف اور بادی یکساں ہیں عاکف وہ ہے جو اس میں مقیم ہو اور بادی وہ ہے جو باہر سے حج کے لئے آیا ہوں۔ خداوند عالم ہمیں اور تمہیں پسندیدہ کاموں کی توفیق دے۔ والسلام

خارجیوں کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علیحدگی

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے اور خارجیوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تو حضرتؓ کے پیروکاروں نے آپ کے پاس جمع ہو کر کہا، ہم اپنی گردنوں میں دوبارہ آپ کی بیعت کا قلادہ ڈالنا چاہتے ہیں، اور وہ بیعت یہ ہوگی کہ ہم ہر اس شخص کے دوست ہوں گے جسے آپ دوست رکھیں، اور ہر اس شخص کے دشمن ہوں گے جسے آپ دشمن

رکھیں۔اس پر خارجیوں نے کہا،تم اور شامی دونوں کفر میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہو، بعینہٖ اسی طرح جیسے گھوڑ دوڑ میں دو گھوڑے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شامیوں نے (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے بھی اسی بات پر بیعت کی ہے اور تم لوگوں نے علی ؓ سے اس بات پر بیعت کی ہے کہ علی ؓ جسے دوست رکھیں گے تم اس کے دوست ہو گے اور علی ؓ جس کے دشمن ہوں گے تم اس کے دشمن ہو گے۔زیاد بن نضر نے جواب دیا، خدا کی قسم! علی ؓ نے جب بیعت کے لیے ہاتھ پھیلایا تھا تو ہم نے اللہ عزّ وجل کی کتاب اور نبی کریم ﷺ کی سنت پر چلنے کی بیعت کی تھی، لیکن جب تم لوگوں نے حضرت علی ؓ کی مخالفت شروع کی تو ان کے ساتھی ان کے پاس آئے، اور ان سے عرض کیا ہم ہر اس شخص کے دوست ہیں جو آپ کا دوست ہو اور ہر اس شخص کے دشمن ہیں جو آپ کا دشمن ہو، اور واقعتاً ہم اسی طرح ہیں کیونکہ علی ؓ حق و ہدایت پر ہیں اور جو شخص ان کی مخالفت کرے وہ خود گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے۔ (تاریخ طبری جلد ۳)

حضرت علی ؓ کا خارجیوں سے مناظرہ

آپ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: اے اللہ یہ ایسا مقام ہے جس نے آج کے دن کامیابی حاصل کی وہ قیامت کے دن ضرور کامیاب ہوگا، اور جس نے آج گفتگو کی اور وہ لاجواب ہوگیا تو وہ آخرت میں اندھا اور گمراہ ہوگا۔

پھر حضرت علی ؓ نے سوال کیا، تمہارا رہبر کون ہے؟

انہوں نے کہا، عبید اللہ بن کوّاء۔

آپ ؓ نے فرمایا: تم لوگوں نے ہم سے بغاوت کیوں کی ہے؟

خارجیوں نے کہا، اس لیے کہ تم نے صفین میں تحکیم کو قبول کیا ہے۔

حضرت علی ؓ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ جب شامیوں نے قرآن بلند کیے تو تم نے ہی یہ کہا تھا کہ ہم اللہ کی کتاب کو قبول کرتے ہیں، حالانکہ میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ میں اس گروہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں، یہ

لوگ نہ دیندار ہیں اور نہ قرآن پر عمل کرنے والے ہیں، یہ بچپن میں بھی بُرے تھے اور بڑے ہو کر بھی بُرے رہے، تم اپنی حقانیت اور صداقت پر قائم رہو۔ اور ان لوگوں نے جو قرآن اٹھایا ہے وہ مکروفریب اور دھوکہ دہی کے لیے اٹھایا ہے لیکن تم نے میری رائے کو قبول نہ کیا اور تم نے جواب دیا، نہیں ہم تو ان کی بات قبول کرتے ہیں۔ اب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم اپنی اس بات کو یاد کرو اور تم نے جو میری نافرمانی کی تھی اُسے بھی یاد کرو جب تم نے سوائے معاہدہ کے کسی بات کو قبول نہ کیا تو میں نے دونوں حکمین پر یہ شرط لگائی کہ جس چیز کا قرآن حکم دے گا وہ اس کا حکم دیں گے۔ اور جس سے قرآن منع کرے گا وہ اس سے رک جائیں گے۔ اب اگر وہ قرآن کے مطابق حکم دیتے ہیں تو ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ ان کے اس فیصلے کی خلاف ورزی کریں جو قرآن کے مطابق ہو۔ اور اگر وہ قرآن کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ہم ان کے حکم سے بری ہیں۔

خارجی کہنے لگے، آپ یہ بتائیے کہ کیا آپ یہ جائز سمجھتے ہیں کہ خونوں کے معاملہ میں آدمیوں کو حَکم بنائیں؟ کیا یہ عادلانہ فیصلہ ہے؟

آپ ؓ نے فرمایا: ہم نے آدمیوں کو حَکم نہیں بنایا بلکہ ہم نے تو قرآن کو حَکم بنایا ہے اور قرآن ایسی تحریر ہے جو دو گتوں کے درمیان لکھی گئی ہے اور قرآن خود کلام تو نہیں کر سکتا۔ اس کے مطابق تو آدمی ہی کلام کریں گے۔

خارجی کہنے لگے: یہ بتائیے کہ آپ نے شامیوں سے یہ مدت کس لیے متعین کی ہے؟

آپ ؓ نے فرمایا: تاکہ جاہل اس بات کو جان لے اور عالم تحقیق کر سکے۔ اور شاید اللہ تعالیٰ عزوجل اسی ذریعہ سے اس امت کی اصلاح فرمادے۔ اللہ تم پر رحم کرے، تم اپنے شہروں میں واپس جاؤ، یہ سب کے سب اس جواب پر اپنے شہروں کو واپس چلے گئے۔
(تاریخ طبری ج ۴)

خوارج کو عدل وانصاف کی دعوت

اگر تم اس خیال سے باز آنے والے نہیں ہو کہ میں نے غلطی اور گمراہ ہو گیا ہوں تو میری گمراہی کی وجہ سے امت محمد ﷺ کے عام افراد کو کیوں گمراہ سمجھتے ہو اور میری غلطی کی

پاداش انہیں کیوں دیتے ہو اور میرے گناہوں کے سبب سے انہیں کیوں کافر کہتے ہو، تلواریں کندھوں پر اٹھائے ہر موقع و بے موقع جگر پر وار کیے جا رہے ہو، اور بے خطاؤں کو خطا کاروں کے ساتھ ملائے دیتے ہو، حالانکہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے سبب زانی کو سنگسار کیا تو نماز جنازہ بھی اس کی پڑھی اور اس کے وارثوں کو اس کا ورثہ بھی دلوایا اور قاتل سے قصاص لیا تو اس کی میراث اس کے گھر والوں کو دلائی چور کے ہاتھ کاٹے اور زنائے غیر محصنہ کے مرتکب کو تازیانے لگوائے تو اس کے ساتھ انہیں مال غنیمت میں سے حصہ بھی دیا اور انہوں نے مسلمان ہونے کی حیثیت سے مسلمان عورتوں سے نکاح بھی کیے، اس طرح رسول اللہ ﷺ نے ان کے گناہوں کی سزا ان کو دی اور جو ان کے بارے میں اللہ کا حق (حد شرعی) تھا اسے جاری کیا مگر انہیں اسلام کے حق سے محروم نہیں کیا اور نہ اہل اسلام سے ان کے نام خارج کیے اس کے بعد (ان شرانگیزیوں کے معنی یہ ہیں کہ) تم ہو ہی شر پسند اور وہ کہ جنہیں شیطان نے اپنی مقصد برآری کی راہ پر لگا رکھا ہے اور گمراہی کے سنسان بیابان میں لا پھینکا ہے یاد رکھو کہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوں گے ایک حد سے زیادہ چاہنے والے جنہیں محبت کی افراط غلط راستے پر لگا دے گی اور ایک میرے مرتبہ میں کمی کر کے دشمنی رکھنے والے کو جنہیں یہ عناد حق سے بے راہ کر دے گا میرے متعلق درمیانی راہ اختیار کرنے والے ہی سب سے بہتر حالت میں ہوں گے تم اسی راہ پر جمے رہوں اور اسی بڑے گروہ کے ساتھ لگ جاؤ چونکہ اللہ کا ہاتھ اتفاق و اتحاد رکھنے والوں پر ہے اور تفرقہ و انتشار سے باز آجاؤ اس لیے کہ جماعت سے الگ ہو جانے والا شیطان کے حصہ میں چلا جاتا ہے جس طرح گلے سے کٹ جانے والے بھیڑ بھیڑیے کو مل جاتی ہے خبردار جو بھی ایسے نعرے لگا کر اپنی طرف بلائے اسے قتل کر دو اگرچہ وہ اسی عمامہ کے نیچے کیوں نہ ہو (یعنی خود کیوں نہ ہوں)

نا اہل قاضیوں کے نام حضرت علی ﷺ کا پیغام

تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک مبغوض دو شخص ہیں، ایک وہ جسے اللہ نے اس کے نفس کے حوالے کر دیا ہو (یعنی اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنی توفیق سلب

کر لی) جس کے بعد وہ سیدھی راہ سے ہٹا ہوا بدعت کی باتوں پر فریفتہ اور گمراہی کی تبلیغ پر مٹا ہوا ہے وہ اپنے ہوا خواہوں کے لئے فتنہ اور سابقہ لوگوں کی ہدایت سے برگشتہ ہے وہ تمام ان لوگوں کے لئے جو اس کی زندگی میں یا اس کی موت کے بعد اس کی پیروی کریں گمراہ کرنے والا ہے وہ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے اور خود اپنی خطاؤں میں جکڑا ہوا ہے اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے جہالت کی باتوں کو ادھر اُدھر سے بٹور لیا ہے وہ امت کے جاہل افراد میں دوڑ دھوپ کرتا ہے اور فتنوں کی تاریکیوں میں غافل و مدہوش پڑا رہتا ہے اور امن و آشتی کے فائدوں سے آنکھ بند کر لیتا ہے چند انسانی شکل و صورت سے ملتے جلتے ہوئے لوگوں نے اسے عالم کا لقب دے رکھا ہے، حالانکہ وہ عالم نہیں وہ ایسی (بے سود) باتوں کے سمیٹنے کے لئے منہ اندھیرے نکل پڑتا ہے جن کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے یہاں تک کہ جب وہ اس گندے پانی سے سیراب ہو لیتا ہے اور لایعنی باتوں کو جمع کر لیتا ہے تو لوگوں میں قاضی بن کر بیٹھ جاتا ہے اور دوسروں پر مشتبہ رہنے والے مسائل کے حل کرنے کا ذمہ لے لیتا ہے اگر کوئی الجھا ہوا مسئلہ اس کے سامنے پیش ہوتا ہے تو اپنی رائے سے اس کے لئے بھرتی کی فرسودہ دلیلیں مہیا کر لیتا ہے اور پھر اس یقین پر بھی کر لیتا ہے اس طرح وہ شبہات کے الجھاؤ میں پھنسا ہوا ہے جس طرح مکڑی خود ہی اپنے جالے کے اندر وہ خود یہ نہیں جانتا کہ اس نے صحیح حکم دیا ہے یا غلط، اگر صحیح بات بھی کہی ہو تو اسے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ غلط نہ ہو اور غلط جواب ہو تو اسے یہ توقع رہتی ہے کہ شاید یہی صحیح ہو وہ جہالتوں میں بھٹکنے والا جاہل اور اپنی نظر کے دھندلا پن کے ساتھ تاریکیوں میں بھٹکنے والی سواریوں پر سوار ہے، نہ اس نے حقیقت علم کو پرکھا نہ اس کی تہ تک پہنچا وہ روایات کو اسی طرح درہم و برہم کرتا ہے جس طرح ہوا سوکھے ہوئے تنکوں کو خدا کی قسم! وہ ان مسائل کے حل کرنے کا اہل نہیں جو اس سے پوچھے جاتے ہیں اور نہ اس منصب کے قابل ہے جو اسے سپرد کیا گیا ہے جس چیز کو وہ نہیں جانتا اس چیز کو وہ کوئی قابل اعتنا علم ہی نہیں قرار دیتا اور جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہے اس کے آگے یہ سمجھتا ہی نہیں کہ کوئی دوسرا پہنچ سکتا ہے اس کے آگے یہ سمجھتا ہی نہیں کہ کوئی دوسرا پہنچ سکتا ہے اور جو بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی اسے پی جاتا ہے کیونکہ وہ اپنی جہالت

کو خود جانتا ہے ناحق بہائے ہوئے خون اس کے ناروا فیصلوں کی وجہ سے چیخ رہے ہیں اور غیر مستحق افراد کو پہنچی ہوئی میراثیں چلا رہی ہیں اللہ ہی سے شکوہ ہے ان لوگوں کا جو جہالت میں جیتے ہیں اور گمراہی میں مرجاتے ہیں ان میں قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہیں جب کہ اسے اس طرح پیش کیا جائے جیسا پیش کرنے کا حق ہے اور اس قرآن سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں اس وقت جب کہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے ان کے نزدیک نیکی سے زیادہ کوئی برائی اور برائی سے زیادہ کوئی نیکی نہیں۔

والیٔ بصرہ کے نام ایک تہدیدی مکتوب

جب حضرت کو یہ خبر پہنچی کہ والی بصرہ عثمان ابن حنیف کو وہاں کے لوگوں نے کھانے کی دعوت دی ہے اور وہ اس میں شریک ہوئے ہیں تو انہیں تحریر فرمایا۔

اے ابن حنیف! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بصرہ کے جوانوں میں سے ایک شخص نے تمہیں کھانے پر بلایا اور تم لپک کر پہنچ گئے کہ رنگارنگ کے عمدہ عمدہ کھانے تمہارے لئے چن چن کر لائے جارہے تھے اور بڑے بڑے پیالے تمہاری طرف بڑھائے جارہے تھے مجھے امید نہ تھی کہ تم ان لوگوں کی دعوت قبول کرلو گے کہ جن کے یہاں سے فقیر و نادار دھتکارے گئے ہوں اور دولت مند مدعو ہوں جو لقمے چباتے ہو انہیں دیکھ لیا کرو اور جس کے متعلق شبہ بھی ہو اسے چھوڑ دیا کرو اور جس کے پاک و پاکیزہ طریق سے حاصل ہونے کا یقین ہو اس میں سے کھاؤ۔

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہر مقتدی کا ایک پیشوا ہوتا ہے جس کی وہ پیروی کرتا ہے اور جس کے نور علم سے کسب ضیاء کرتا ہے دیکھو تمہارے امام کی حالت تو یہ ہے کہ اس نے دنیا کے ساز و سامان میں سے دو پھٹی پرانی چادروں اور کھانے میں سے دو روٹیوں پر قناعت کرلی ہے، میں مانتا ہوں کہ تمہارے بس کی یہ بات نہیں لیکن اتنا تو کرو کہ پرہیزگاری سعی و کوشش پاکدامانی اور سلامت روی میں میرا ساتھ دو خدا کی قسم میں نے تمہاری دنیا سے سونا سمیٹ کر نہیں رکھا اور نہ اس کے مال و متاع میں سے انبار جمع کر رکھے ہیں اور نہ ان پرانے

کپڑوں کے بدلہ میں جو پہنے ہوئے ہوں اور کوئی پرانا کپڑا میں نے مہیا کیا ہے بے شک اس ایمان کے سایہ تلے لے دے کہ ایک فدک ہمارے ہاتھوں میں تھا اس پر بھی کچھ لوگوں کے منہ سے رال ٹپکی اور دوسرے فریق نے اس کے جانے کی پرواہ نہ کی اور بہترین فیصلہ کرنے والا اللہ ہے، بھلا میں فدک یا فدک کے علاوہ کسی اور چیز کو لے کر کروں ہی گا کیا جب کہ نفس کی منزل کل قبر قرار پانے والی ہے کہ جس کی اندھیاریوں میں اس کے نشانات مٹ جائیں گے اور اس کی خبریں ناپید ہو جائیں گی، وہ تو ایک ایسا گڑھا ہے کہ اگر اس کا پھیلاؤ بڑھا بھی دیا جائے اور گورکن کے ہاتھ اسے کشادہ بھی رکھیں جب بھی پتھر اور کنکر اس کو تنگ کر دیں گے اور مسلسل مٹی کے ڈالے جانے سے اس کی دراڑیں بند ہو جائیں گی میری توجہ تو صرف اس طرف ہے کہ میں تقویٰ الٰہی کے ذریعہ اپنے نفس کو بے قابو نہ ہونے دوں تا کہ اس دن کہ جب خوف حد سے بڑھ جائے گا وہ مطمئن رہے اور پھسلنے کی جگہوں پر مضبوطی سے جما ہے اگر میں چاہتا تو صاف ستھرے شہد عمدہ گیہوں اور ریشم کے بنے ہوئے کپڑوں کے لیے ذرائع مہیا کر سکتا تھا لیکن ایسا کہاں ہو سکتا ہے کہ خواہش مجھے مغلوب بنا لیں اور حرص مجھے اچھے اچھے کھانوں کے چن لینے کی دعوت دے جب کہ حجاز و یمامہ میں شاید ایسے لوگ ہوں کہ جنہیں ایک روٹی کے ملنے کی بھی اس نہ ہو اور انہیں پیٹ بھر کر کھانا کبھی نصیب نہ ہوا ہو کیا میں شکم سیر ہو کر پڑا رہا کروں اور آنجا لیکر میرے گردو پیش بھوکے پیٹ اور پیاسے جگر تڑپتے ہوں یا میں ویسا ہو جاؤں جیسا کہنے والے نہ کہا ہے کہ تمہاری بیماری یہ کیا کم ہے کہ تم پیٹ بھر کر لمبی تان لو اور تمہارے گرد کچھ ایسے جگر ہوں جو سوکھے چمڑے کو ترس رہے ہوں کیا میں اسی میں مگن رہوں کہ مجھے امیر المومنینؑ کہا جاتا ہے مگر میں زمانہ کی سختیوں میں مومنوں کا شریک و ہمدم اور زندگی کے بدمزگیوں میں ان کے لیے نمونہ نہ بنوں میں اس لیے تو پیدا نہیں ہوا ہوں کہ اچھے اچھے کھانوں کی فکر میں لگا رہوں اس بندھے ہوئے چوپایہ کی طرح جسے صرف اپنے چارے ہی کی فکر لگی رہتی ہے یا اس کھلے ہوئے جانور کی طرح کہ جس کا کام منہ مارنا ہوتا ہے وہ گھاس سے پیٹ بھر لیتا ہے اور جو اس سے مقصد پیش نظر ہوتا ہے اس سے غافل رہتا ہے کیا میں بے قید و بند چھوڑ دیا گیا ہوں، یا بیکار کھلے

بندوں رہا کر دیا گیا ہوں کہ گمراہی کی رسیوں کو کھینچتا رہوں اور بھٹکنے کی جگہوں میں منہ اٹھائے پھرتا رہوں۔

میں سمجھتا ہوں تم میں سے کوئی کہے گا کہ جب ابن ابی طالب کی خوراک یہ ہے تو ضعف وناتوانائی نے اسے حریفوں سے بھڑنے اور دلیروں سے ٹکرانے سے بیٹھا دیا ہوگیا مگر یاد رکھو کہ جنگل کے درخت کی لکڑی مضبوط ہوتی ہے اور تروتازہ پیڑوں کی چھال کمزور اور پتلی ہوتی ہے اور صحرائی جھاڑ کا ایندھن زیادہ بھڑکتا ہے اور دیر میں بجھتا ہے مجھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی نسبت ہے جو ایک ہی جڑ سے پھوٹنے والی دو شاخوں کو ایک دوسرے سے اور کلائی کو بازو سے ہوتی ہے، خدا کی قسم اگر تمام عرب ایکا کر کے مجھ سے بڑھنا چاہیں تو میدان چھوڑ کر پیٹھ نہ دکھاؤں گا اور موقع پاتے ہی ان کی گردنیں دبوچ لینے کے لیے لپک کر آگے بڑھوں گا اور کوشش کروں گا کہ اس الٹی کھوپڑی والے بے ہنگم ڈھانچے معاویہ سے زمین کو پاک کردوں تاکہ کھلیان کے دانوں سے کنکر نکل جائے۔

اے ابن حنیف! اللہ سے ڈرو، اور اپنی ہی روٹیوں پر قناعت کرو تاکہ جہنم کی آگ سے چھٹکارا پاسکو۔ (نہج البلاغہ)

اپنے دورِ خلافت میں آپ ﷜ کا طرزِ عمل

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کے بقول:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد شاید ہی کسی عظیم تاریخی شخصیت کی ایسی قلمی تصویر کھینچی گئی ہوگی جو احساسات، حالات، رُجحانات وتصورات اور انسان کے فطری ذوق ووجدان کی عکاسی ہو جیسی کہ ضرار بن ضمرہ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک رفیق) نے حضرت علی ﷜ کے متعلق اپنے مشاہدات کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

حضرت معاویہ ﷜ کی فرمائش پر اور اُن کی مجلس میں، اور اُن کے سامنے انہوں نے جو کہا اس میں جہاں محبت واحترام کی جھلک ہے وہیں شہادت کی وہ صداقت بھی نمایاں ہے، جو صرف اللہ ہی کے لئے ممدوح کی غیر موجودگی میں دی جاتی ہے، وقت وماحول کی نزاکت اور مکمل احساسِ ذمہ داری اور جرأت کے ساتھ بیان کیے ہوئے یہ جملے ایک بہترین

اونی مرقع بن گئے ہیں۔

ابو صالح سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے ضرار بن ضمرہ سے کہا کہ بتاؤ علی (رضی اللہ عنہ) کیسے تھے؟

ضرار نے کہا اگر آپ مجھے معاف رکھیں تو بہتر ہوگا۔

انہوں نے کہا: نہیں، بیان کرو۔

کہنے لگے، کیا آپ مجھے اس خدمت سے معاف نہیں کریں گے؟

کہا: نہیں، نہیں، کہنا ہوگا۔

اس پر وہ بولے، اچھا تو سنئے!

"اُن کی نظر انتہائی دُور رَس تھی، اُن کے قویٰ انتہائی مضبوط تھے، بات دو ٹوک اور صاف صاف کہتے، اور فیصلے پورے عدل و انصاف کے ساتھ کرتے، اُن کی شخصیت سے علم کے چشمے اُبلتے تھے، دنیا اور دنیا کی دل آویزیوں سے متوحش رہتے، رات اور اس کی تاریکی سے دل لگاتے تھے، خدا گواہ ہے کہ (راتوں کو عبادت میں) اُن کے آنسو تھمتے نہ تھے، دیر دیر تک فکر مند اور سوچتے رہتے، اپنے کفِ دست کو اُلٹتے پلٹتے اور اپنے آپ سے باتیں کرتے، موٹا جھوٹا پہنتے، رُوکھا سوکھا کھاتے، بخدا بالکل اپنے ہی ساتھیوں اور بے تکلف لوگوں کی طرح رہتے، جب کچھ پوچھا جاتا جواب دیتے، جب اُن کے پاس جاتے تو خود بڑھ کر بات شروع کرتے، جب بُلاتے تو حسبِ وعدہ آ جاتے، لیکن ہم لوگوں کو (باوجود اس قربت اور رفاقت اور اُن کی سادگی کے اُن کا رعب ایسا تھا کہ) ان کے سامنے بولنے کی ہمت نہ ہوتی اور نہ کوئی گفتگو چھیڑتے، اگر وہ مسکراتے تو آپؓ کے دندان ایسے نظر آتے جیسے سفید موتیوں کی لڑی ہو، دینداروں کی توقیر کرتے، مساکین سے محبت کرتے، کسی طاقتور انسان کی یہ جرأت نہ تھی کہ اُن سے باطل کی تائید میں توقع رکھتا اور کوئی کمزور اُن

کے عدل وانصاف سے مایوس نہ ہوتا۔

اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اُن کی راتوں کے چند مناظر دیکھے ہیں کہ رات نے اپنی سیاہ چادر پھیلا دی ہے، تارے ڈوبنے لگے ہیں، اور علی رضی اللہ عنہ محرابِ مسجد میں اپنی داڑھی ہاتھ سے پکڑے درد بھرے شخص کی طرح رو رہے ہیں، اور اس طرح تڑپ رہے ہیں جیسے کوئی ایسا شخص تڑپے جس کو کسی زہریلے سانپ بچھو نے ڈس لیا ہو، مجھے ایسا لگتا ہے کہ ان کی آواز اب بھی سنائی دے رہی ہے، اور وہ کہہ رہے ہیں:

"اے دنیا کیا تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کر رہی ہے یا مجھ سے کوئی اُمید رکھتی ہے؟ مجھ سے کچھ اُمید نہ رکھ، میرے علاوہ کسی اور کو فریب دے، میں تو تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں، جس کے بعد تیری طرف رجعت کی گنجائش ہی نہیں، تیری عمر کوتاہ، تیری دی ہوئی کامرانی حقیر، تیرے خطرات بھیانک اور بڑے، آہ! زادِراہ کتنا کم ہے، سفر کتنا طویل ہے، اور راستہ کس درجہ سنسان ہے"۔

راوی کہتے ہیں: یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور اس کے قطرے ان کی داڑھی پر گرنے لگے، اپنی آستین سے وہ آنسو پونچھتے، اور رونے سے آواز حلق میں گھٹنے لگی، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ ابوالحسنؓ پر رحم فرمائے، واقعی اُن کا یہی حال تھا، ضرار! تم اپنا حال کہو اُن کی جدائی سے کیا محسوس کرتے ہو؟ کہا: مجھے ایسا غم ہے جیسا اس عورت کو ہوگا جس کا بچہ اس کی گود میں ذبح کر دیا گیا ہو، اور نہ اس کے آنسو تھمتے ہوں، نہ غم ہلکا ہوتا ہو"

(المرتضٰی بحوالہ صفوۃ الصفوہ۔ از ابن الجوزی)

علماء کے اختلافات کی مذمت

فتاویٰ میں علماء کے مختلف الآراء ہونے کی مذمت میں فرمایا:

جب ان میں سے کسی ایک کے سامنے کوئی معاملہ فیصلہ کے لئے پیش ہوتا ہے تو وہ اپنی رائے سے اس کا حکم لگا دیتا ہے پھر وہی مسئلہ بعینہ دوسرے کے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہ اس پہلے کے حکم کے خلاف حکم دیتا ہے پھر یہ تمام کے تمام قاضی اپنے اس خلیفہ کے پاس جمع ہوتے ہیں جس نے انہیں قاضی بنا رکھا ہے تو وہ سب کی رایوں کو صحیح قرار دیتا ہے حالانکہ ان کا اللہ ایک نبی ایک اور کتاب ایک ہے انہیں غور تو کرنا چاہئے کیا اللہ نے انہیں اختلاف کا حکم دیا تھا اور یہ اختلاف کر کے اس کا حکم بجالاتے ہیں یا اس نے تو حقیقتاً اختلاف سے منع کیا ہے اور یہ اختلاف کر کے عمداً اس کی نافرمانی کرنا چاہتے ہیں، یا یہ کہ اللہ نے دین کو ادھورا چھوڑ دیا تھا اور ان سے تکمیل کے لئے ہاتھ بٹانے کا خواہشمند ہوا تھا یا یہ کہ اللہ کے شریک تھے کہ انہیں اس کے احکام میں دخل دینے کا حق ہو اور اس پر لازم ہو کہ وہ اس پر رضا مندر ہے یا یہ کہ اللہ نے تو دین کو مکمل اتارا تھا مگر اس کے رسول ﷺ نے اس کے پہنچانے اور ادا کرنے میں کوتاہی کی تھی، اللہ نے قرآن میں تو یہ فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور اس میں ہر چیز کا واضح بیان کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ قرآن کے بعض حصے بعض حصوں کی تصدیق کرتے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں چنانچہ اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کا بھیجا ہوا ہوتا تو تم اس میں کافی اختلاف پاتے اور یہ کہ اس کا ظاہر خوش نما اور باطن گہرا ہے نہ اس کے عجائبات مٹنے والے اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں۔



آٹھواں باب

حضرت علی رضی اللہ عنہ
کا
عدل وانصاف
غیر مسلموں کی
نظر میں



عیسائی راہنما آرچ بشپ کی رائے

حضرت علیؓ کی ذات گرامی نے غیر مسلمانوں کو کس قدر متاثر کیا یہ ایک وسیع موضوع ہے آپ کی انصاف پسند طبیعت نے ہر قوم کے لوگوں کے دل جیت لئے تھے اس سلسلہ میں لبنانی عیسائی جارج جرداق کا ذکر مناسب معلوم دیتا ہے جس نے حضرت علیؓ کی سوانح عمری ۵ جلدوں میں لکھی ہے کتاب کا نام ''ندائے عدالت انسانی'' ہے جب جارج جرداق پہلی جلد مکمل کر چکا تو اس نے مسلمان ناشروں کی طرف رجوع کیا مگر کسی نے اس کی کتاب کی طرف توجہ نہ دی ان کا خیال تھا کہ ایک عیسائی کی لکھی ہوئی جناب امیرؓ کی سوانح حیات کون خریدے گا، ہر چند جرداق نے انہیں یقین دلایا کہ اس نے اپنی تمام عمر عزیز حضرت علیؓ کی سیرت کے مطالعے کے لئے وقف کی ہوئی ہے، اور اس کی کتاب بے نظیر ہوگی مگر صدائے برنخاست، ایک دن وہ مایوسی کے عالم میں تنہا گرج میں بیٹھا تھا کہ بشپ نے اسے دیکھ لیا، اور پاس آ کر افسردگی کی وجہ پوچھی اس نے بتایا کہ اس کی کتاب کی پہلی جلد کے لئے کوئی ناشر تیار نہیں ہو رہا ہے اور خود اس کے پاس اتنی رقم نہیں کہ وہ اس کتاب کی طباعت پر صرف کر سکے۔

آرچ بشپ نے پوچھا کتنی رقم درکار ہے جرداق نے تخمینہ عرض کیا ارچ بشپ نے فرمایا، ذرا ٹھہرے رہنا، پھر وہ اپنے کمرہ میں گئے سیف کھولا اور مطلوبہ رقم لا کر جرداق کو دے دی اور کہا یہ رقم لو اور اپنی کتاب کی طباعت کا انتظام کرو جرداق بہت خوش اور حیرت زدہ ہوا قصہ کوتاہ کتاب چھپی اور بہت جلد بک گئی، جرداق تمام وصول شدہ رقم لے کر پادری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام رقم مع منافع ان کی خدمت میں پیش کر دی بشپ نے اصل رقم تو رکھ لی اور منافع واپس کر کے فرمایا، جرداق رقم واپس لے لو اور دوسری جلد شائع کرنے کا انتظام کرو جرداق نے متحیر ہو کر پوچھا میرے معزز مربی میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ وہ کام جو مسلمانوں کے کرنے کا تھا اس کو ایک مسیحی پادری نے کیوں سرانجام دیا۔

آرچ بشپ نے فرمایا:

''ہم پر علیؓ کا بہت بڑا احسان ہے کہ وہ جب اپنے مسلسل انکار اور عوام کے مسلسل مجبور کرنے پر خلیفہ بنے تو یہودیوں، عیسائیوں اور زرتشتیوں کا وفد ان کی خدمت عالی میں اس لئے حاضر ہوا تا کہ یہ معلوم کرے کہ ایک مثالی اسلامی حکومت میں ان کی کیا حیثیت ہوگی؟

حضرت علی ؓ نے انہیں یقین دلاتے ہوئے فرمایا:
"میں ضامن ہوں کہ تمہیں اپنی زندگی تورات، انجیل اور اوستا کی شریعتوں کے مطابق بسر کرنے کی اجازت ہوں اور علی ؓ نے جو فرمایا تھا اپنے دور خلافت میں اسے ایفا کیا تب ہی تو جب علی ؓ شہید ہوئے تو ان کی شہادت پر مسلمانوں سے زیادہ یہودیوں عیسائیوں اور زرتشتیوں نے گریہ وزاری کی۔

اے جرداق علی ؓ کی سوانح حیات کو محفوظ رکھنا، علی ؓ کے اس احسان کا جو انہوں نے عیسائیوں پر کیا ایک ادنیٰ سا بدلہ ہے، ان کے دور خلافت میں ہمیں انصاف ہماری کتابوں سے ملا اور ہم کو ہر طرح کی مذہبی آزادی تھی۔

ایک غیر مسلم محقق کی حضرت علی ؓ کے متعلق رائے

ندائے عدالت انسانی۔ از جارج جرداق (بیروت)

"تاریخ اسلاف ہمارے لئے عبرت و تجربہ اور ایمان و آرزو کا سرچشمہ ہے۔ ایسا سرچشمہ جو کبھی خشک نہ ہوگا۔ ہمیں اپنے بزرگوں کی وجہ سے اپنی ذات پر بھروسہ ہوا۔ جینے کی اُمید بندھی اور زندگی کی نیک بختیوں سے بہرہ ور ہوئے اور اغراض و فوائد سمجھ میں آئے ورنہ ہم پر آج مایوسیوں کا غلبہ ہوتا۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ ہم سے پہلے بہت سے لوگ فتح یاب و کامیاب ہوئے۔ حضرت علی ؓ بن ابی طالب بھی انہی کامیاب ہونے والوں میں سے ایک ہیں اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ یہ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔

حضرت علی ؓ کے حالات، ان کی زندگی کی تحلیل و تجزیہ اور تفحص و تلاش کے نتیجے میں وہ محیر العقول پہلو سامنے آئے کہ میں اس پر قلم اٹھانے پر مجبور ہو گیا۔ یہ انفرادیت صرف میدان جنگ تک ہی محدود نہیں بلکہ آپ اپنی روشن ضمیری، پاکدامنی، جادو بیانی، کمال انسانیت، حرارت ایمانی، بلند ہمتی، محروم کی ہمدردی، مظلوم کی نصرت اور حق و صداقت کی پیروی میں بھی یکتا اور عدیم النظیر نظر آتے ہیں۔ یہ زندگی اس کی ہے جو عظیم ترین انسانیت:

وہ بزرگ جس کی وجہ سے نیکی اور راستگاری نے عظمت پائی اور حقیقت جلوہ گر ہوئی۔ آپؓ اس قوت فکر کے مالک تھے جس نے حکمت میں ایک نیا مسلک اور تازہ روش

اپنائی۔ وہ کون سا روشن خیال ہے جو خود رنج و تعصب میں ہے اور دوسرے لوگوں کو نعمت و راحت عطا کرتا ہے۔ حضرت علی ؓ نے اس حقیقت کو پالیا کہ جس چیز کی بنیاد حق پر قائم ہو وہ متزلزل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ فتح ہو یا شکست، آپ دونوں حالتوں میں اپنے آپ کو غالب اور مطمئن پاتے۔ جنگ کا میدان ہو یا سیاست، ہر مقابلے میں غالب یا مغلوب ہونا آپ کے نزدیک برابر تھا کیونکہ وہ ہر حال میں حقیقت کو اپنے ساتھ پاتے تھے۔ یہی ان کی لگن تھی اور یہی کوشش رہی۔ البتہ اس کام سے نہ کبھی کوئی مفاد مطلوب ہوا اور نہ جاہ و مال۔"

تاریخ عالم میں ہم نے حضرت علی ؓ کو ایسا لطف و کرم اور حمیت و شفقت سے سرشار صاحب دل پایا ہے جس کو چاروں طرف سے حریص مطلب پرستوں، سرکش جاہ طلبوں اور کینہ پرور سنگدلوں نے گھیر رکھا ہو اور اپنے مفاد کے لئے ایک دوسرے کو پھاڑ کر کھائے جا رہے ہوں لیکن وہ صلح و سلامتی کی دعوت دے رہا ہو مگر پھر بھی وہ لوگ اس سے لڑنے کے لئے ایک دل اور ایک زبان ہو رہے ہوں۔ وہ محبت اور وفا میں سب سے آگے تھا۔ وفا ان کی سرشت اور عادت میں پیوست تھی۔

کیا تم کسی ایسے فرمانروا کو جانتے ہو جس نے ہمیشہ پیٹ بھر روٹی کھانے سے اس لئے پرہیز کیا ہو کہ اس کی رعایا میں اکثر لوگوں کو شکم سیری نصیب نہیں ہے۔ نفیس کپڑا اس لئے نہیں پہنا کہ بہت سے لوگ اس سے محروم ہیں۔ پیسہ کبھی اس لئے جمع نہیں کیا کہ فقیر اور حاجت مند بہت ہیں۔ مسلمانوں کے بیت المال سے بغیر استحقاق کے مطالبہ کرنے پر اپنے بھائی کو ایک دینار دینے سے انکار کر دیا اور کہا خدا کی قسم اگر تم نے لوگوں کے مال میں سے خیانت کی تو ایسی کاروائی کروں گا کہ مفلوک الحال اور بے آبرو ہو جاؤ گے۔

☆ تم نے کوئی ایسا بادشاہ سنا ہے جو اپنے ہاتھوں سے چکی پیسے اور اس سے اپنی خوراک کے لئے ایسی خشک روٹی تیار کراتا ہو جس کا دانتوں سے توڑنا محال ہوتا۔

☆ کیا کہنا اس بلاغت کا "آیا میں صرف اس بات پر قناعت کر لوں کہ مجھے امیر المومنین کہتے ہیں اور خدمات لوں سختیوں میں ان کا شریک نہ بنوں"۔

☆ ملک اور بادشاہی اگر حق کو قائم کرنے اور باطل کو زائل کرنے کے لئے نہ ہو تو وہ علی

﷜ کے نزدیک دنیا کی پست تر چیزوں سے بھی زیادہ پست تھی۔

☆ ان تمام انسانوں کے اندر جو عدالت میں مشہور ہوئے کون بزرگوار ایسا ہے کہ اگر ہفت اقلیم کے سارے باشندے ان کے خلاف اجماع کر لیں تب بھی یہ کہنا لازم ہے کہ وہ حق پر ہے اور سارے مخالفین باطل پر؟ کیونکہ اس کی راستی اور عدالت اکتسابی نہیں بلکہ ذاتی تھی۔ اس نے قصداً کوئی ایسا راستہ انتخاب نہیں کیا تھا جو اسے مسند حکومت تک پہنچا دے بلکہ وہ راہ اختیار کی جس سے پاک اور صاف دلوں میں اپنی جگہ بنا لے۔ عدالت ایک ایسا مادہ اور عنصر تھی جو اس کے جوارح اور عناصرِ بدن میں شامل اور خون کی مانند رگوں میں دوڑتی تھی۔ اس لئے عدالت سے ہٹنا اور اپنے فطری تقاضے سے اختلاف اس کے لئے ممکن نہ تھا۔

☆ تم نے تاریخ کے صفحات میں کوئی ایسا بہادر پایا ہے جس کے مقابلے میں ہوس پرستوں کا ایسا گروہ آیا ہو جس میں خود اس کے اعزہ بھی شامل ہوں اور آپس میں جنگ ہوئی ہو پھر جو لوگ فتح یاب ہوں وہ مغلوب ہو گئے ہوں اور وہ شکست کھانے کے بعد غالب رہا ہو۔ اس لئے کہ اس کے دشمن انسانیت سے دور تھے۔

☆ ایسا جنگجو جو اپنے مخالفین سے بھی محبت رکھتا ہو۔ اور اپنے ساتھیوں کو ان کے بارے میں وصیت فرمائے کہ جب تک وہ خود لڑائی شروع نہ کریں تم ان سے جنگ شروع نہ کرنا۔ اگر کوئی ہزیمت خوردہ میدان سے پیٹھ دکھائے اسے قتل نہ کرنا، بھاگے ہوئے کا پیچھا نہ کرنا، مجبوروں اور زخمیوں کو قتل نہ کرنا، عورتوں کو تکلیف نہ پہنچانا۔

☆ جب گیارہ ہزار دشمنوں کی فوج جو ناحق اس کے خون کی پیاسی تھی اس پر پانی بند کر دے تاکہ وہ پیاس سے دم توڑ دے، مگر جب وہ خود ان سنگدلوں کو بھگا کر دریا پر قبضہ کر لے تو انہی لوگوں کی طرف دعوت دے اور کہے کہ جس طرح ہم اور ہمارے ساتھی پانی لے رہے ہیں اور پرندے پیاس بجھا رہے ہیں تم بھی پانی لے جاؤ اور سیر و سیراب ہو۔

☆ جس وقت ایک شقی نے اس کے سر پر ضرب شدید لگائی اور وہ دنیا سے رخصت ہو رہا تھا تو قاتل کے متعلق اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اگر اس کو معاف کر دو تو یہ تقویٰ اور پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔

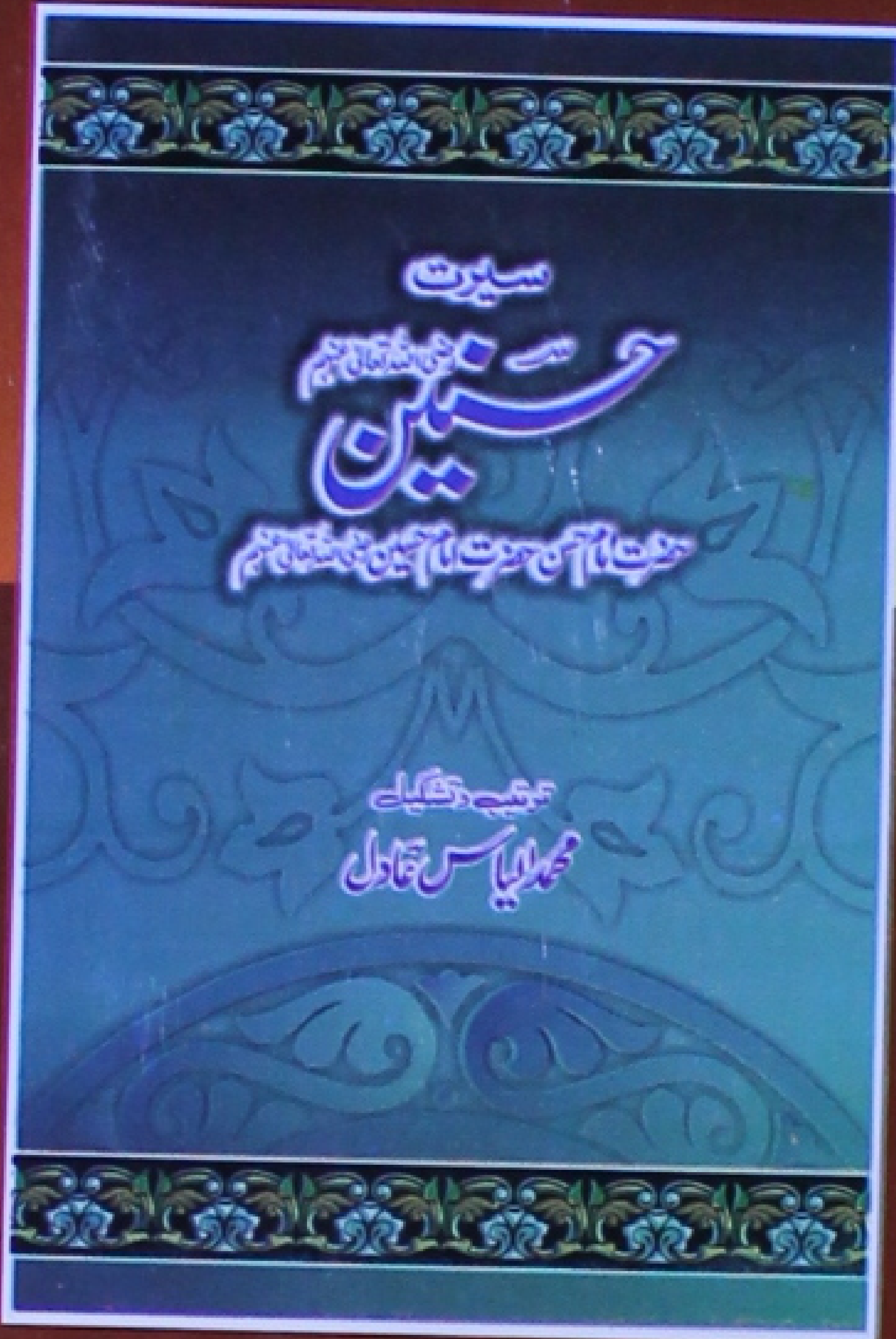
☆ کیا شاہانِ دنیا میں سے کوئی ایسا بادشاہ سنا ہے جو فرمانروائی اور ثروت کے سارے اسباب مہیا ہوتے ہوئے بھی اپنے لئے رنج و افسوس کا انتخاب کرے؟

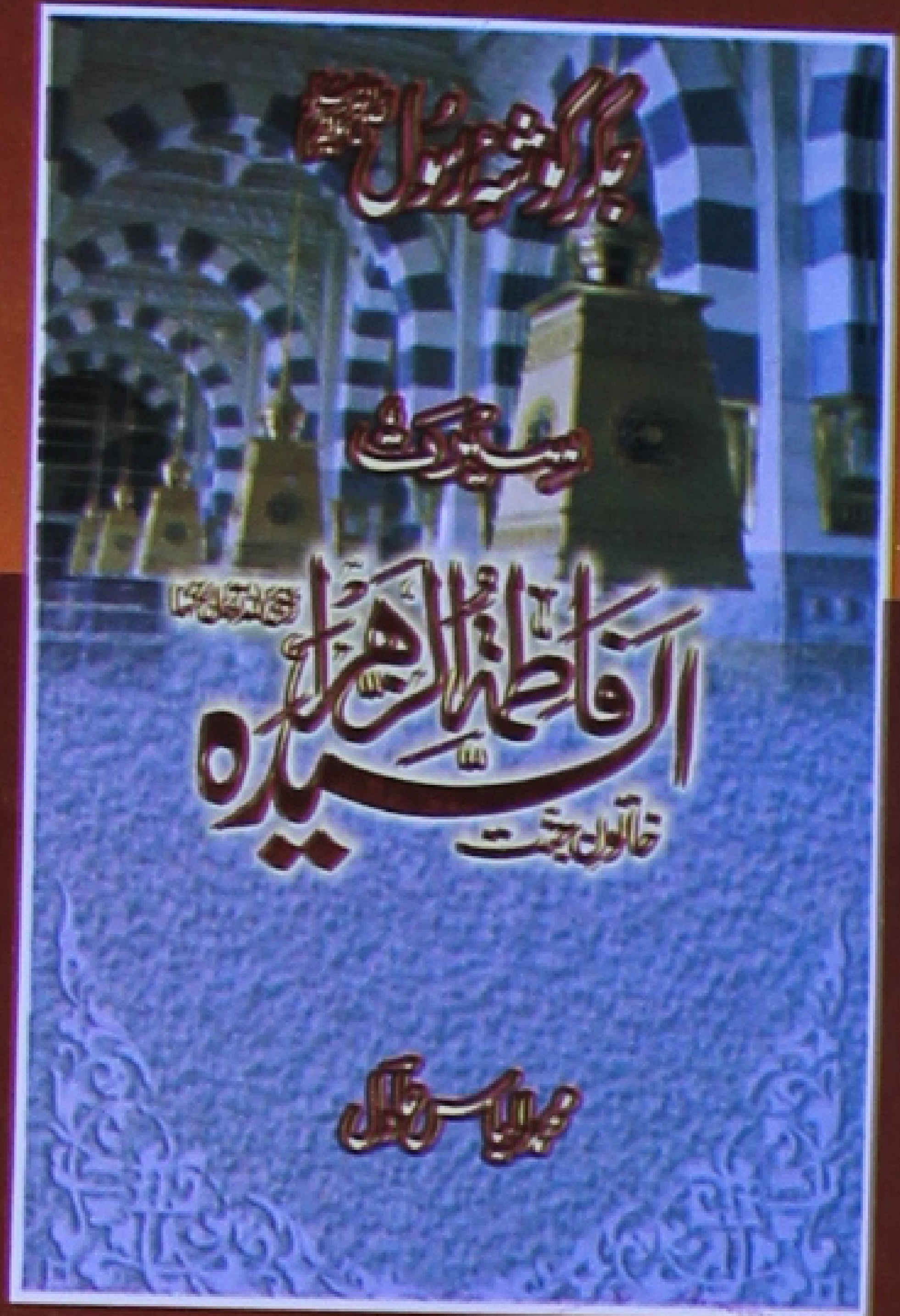
☆ جو گالیاں دینے والوں کو بھی گالی دینا پسند نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ تمہارا دوست وہ ہے جو تمہیں برائی سے باز رکھے اور دشمن وہ ہے جو برائی کی ترغیب دے کیونکہ جس کے دل پر گناہ غالب آ گیا وہ مغلوب و مفتوح ہو گیا فاتح نہیں۔

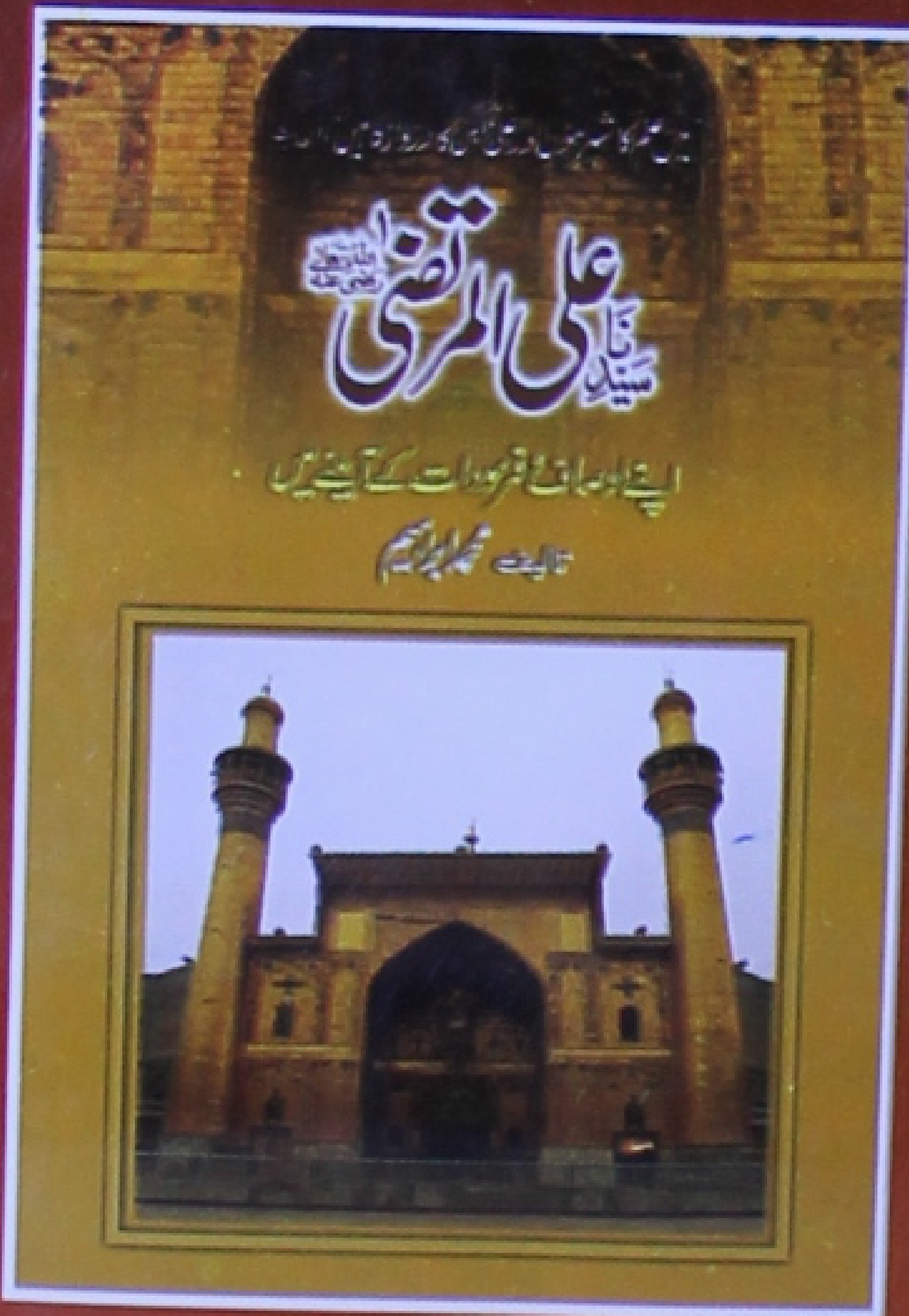
☆ کیا تم کسی ایسے بادشاہ کو پہچانتے ہو جس نے حق قائم کرنے کے لئے سلطنت سے ہاتھ دھو لیا ہو۔

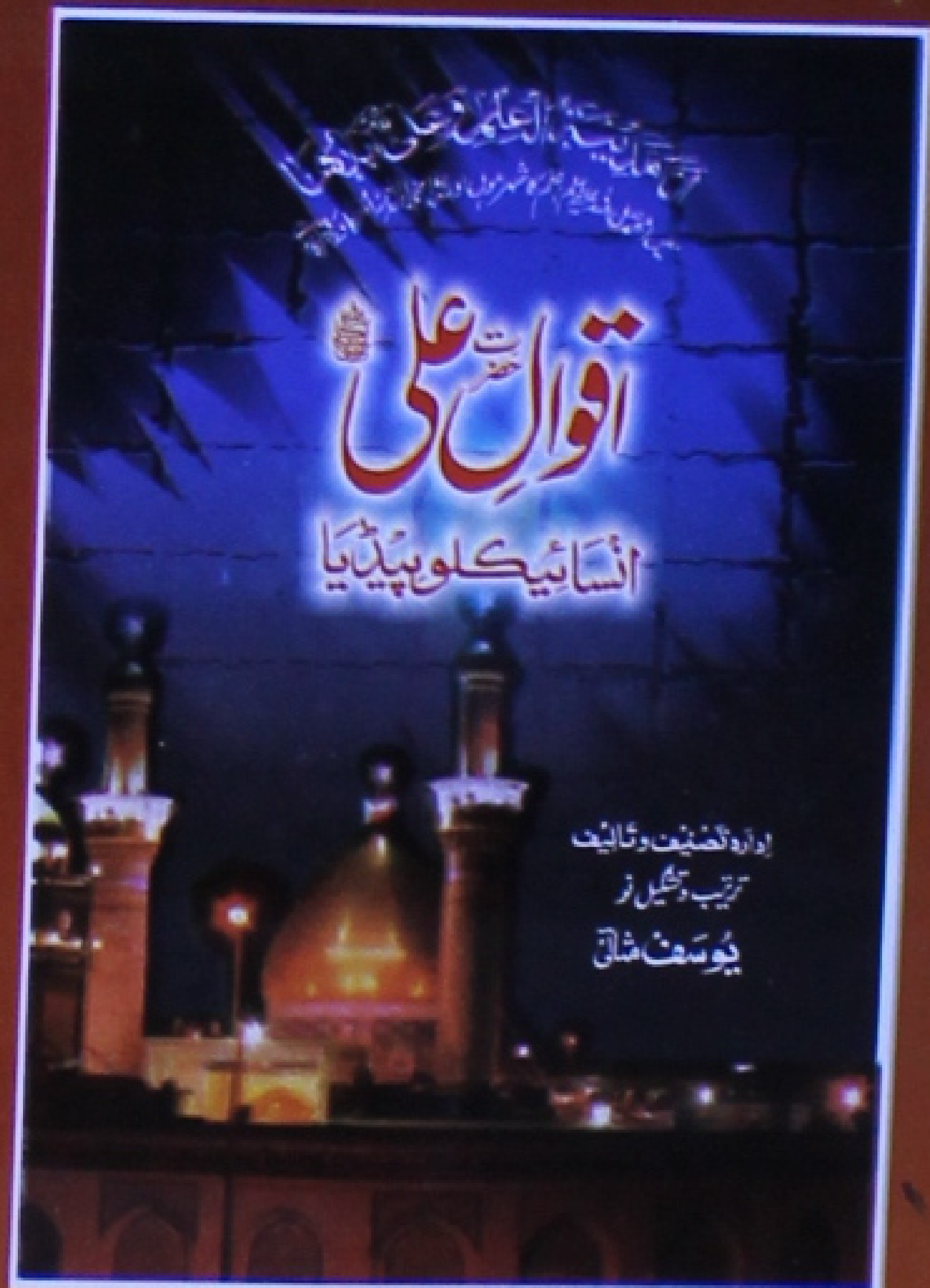
☆ وہ جو بلاغت میں ساری بلاغتوں سے بلند ہے۔ جس کا کلام خدا کے کلام سے پست اور مخلوقات کے کلام سے بالاتر ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ مفکر اور ادیب دانشور، منتظم و حاکم اور سپہ سالار دفعتاً سارے انسانوں، حاکموں اور جنگی سپاہیوں سے کنارہ کش ہو کر محبت اور عنایت کا طریقہ اختیار کر کے اس طرح گوشہ نشین ہو جائے کہ کسی کے ساتھ سروکار ہی نہ رہے۔

☆ ایسا بزرگ انسان جو بلند فکری میں دنیا کے مفکروں سے، خیر خواہی میں زمانے کے نیکوکاروں سے، علم کی زیادتی میں عالم کے دانشمندوں سے، عطوفت و مہربانی میں سارے محبت کرنے والوں سے، ترکِ دنیا میں تمام پرہیزگاروں سے، اصلاحی نظریات میں قوم کے جملہ مصلحین سے آگے نکل گیا ہے۔ دردمندوں کا شریکِ غم، مصیبت میں مظلوموں کا ساتھی، دنیا کے ادیبوں کو ادب سکھانے والا، دلیروں کے لئے ہنر آموز، ترویج حق کے لئے ہر لمحہ جان کو ہتھیلی پر رکھے ہوئے۔ ہر انسانی فضل و کمال کی بلند ترین منزل سے بھی اونچا جا چکا ہے۔ حضرت علیؓ کی حیثیت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تاریخ ان کو پہچانے یا نہ پہچانے اور اس وجہ سے ان کی شان میں کمی یا زیادتی معلوم ہو۔ ان حالات کے باوجود تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ حضرت علیؓ فکر بشری کی عمیق ترین منزل تھے۔ حق و حقیقت کی راہ میں جان قربان کرنے والا۔ شہیدوں کے باپ، عدالت کے منادی، ہمیشہ کے لئے زندہ رہنے والا، یکتا انسانؑ...... (مصنف حقائق الحق کے قلم سے، حیات علیؓ (۴:۲۴))









مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور